Spot CMYK#Waheed

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ .... ہولناک زلزلہ .... محمد رضوان صاحب ۳

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۱۵، آیت نمبر۱۷، ۱۸) .... منافقین کا طرزِ عمل. محمد رضوان صاحب ۹

درسِ حدیث .... زلزلہ اور اس سے حفاظت کے اسباب .... محمد یونس صاحب ۱۵

مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ

حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۵) .... محمد رضوان صاحب ۱۹

ماہِ ذیقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ کے احکام .... // // ۲۵

حج سے متعلق چند اصلاح طلب پہلو .... // // ۳۶

زلزلوں کے مراکز کی تلاش .... محمد امجد حسین صاحب ۵۴

متأثرینِ زلزلہ کا تعاون کیجئے مگر! .... محمد رضوان صاحب ۶۴

ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی .... ادارہ ۷۰

ماہِ شوال/ ماہِ ذیقعدہ: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں.. طارق محمود صاحب/ سعید افضل صاحب ۷۱/۷۲

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط۸) .... محمد امجد حسین صاحب ۷۳

صحابیٔ رسول حضرت ابوسُفیان بن حارث رضی اللہ عنہ .... انیس احمد حنیف صاحب ۷۵

آدابِ تجارت (قسط۸) .... جناب منظور احمد صاحب ۷۸

نیکی کی ہدایت کرنا اور بُرائی سے روکنا .... محمد ناصر صاحب ۸۴

کھانے پینے کے آداب (چھٹی وآخری قسط) .... محمد رضوان صاحب ۸۹

کامل اور ناقص مربی کی پہچان .... // // ۹۲

مکتوباتِ مسیح الامّت (بنام حضرت نواب قیصر صاحب) (قسط۱۹) .... ترتیب: محمد رضوان صاحب ۹۴

علم کے ساتھ صحبتِ اہلُ اللہ کی ضرورت (تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں) .... // // ۹۸

علم کے مینار .... ہرچہ گیرد علتی .... محمد امجد حسین صاحب ۱۰۲

تذکرۂ اولیاء .... شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (قسط۱) .... عبد السلام صاحب ۱۰۷

پیارے بچو! .... سُنہری چڑیا اور بھوری چیونٹی .... انیس احمد حنیف صاحب ۱۰۹

بزمِ خواتین .... شادی کو سادی بنائیے (قسط۶) .... محمد رضوان صاحب ۱۱۲

آپ کے دینی مسائل کا حل .... زکوٰۃ دینی مدارس کو دیں یا زلزلہ متأثرین کو؟ .... ادارہ ۱۱۶

کیا آپ جانتے ہیں؟ ... متأثرینِ زلزلہ کی پاکی ناپاکی اور نماز کے بعض مسائل .. محمد رضوان صاحب ۱۲۰

عبرت کدہ .... ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط۸) .... محمد امجد حسین صاحب ۱۲۴

طب وصحت .... دمہ (ضیقُ النفس ASTHAMA) .... حکیم محمد فیضان صاحب ۱۲۶

اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز .... محمد امجد حسین صاحب ۱۲۹

اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں .... ابوجویریہ ۱۳۱

To Give Rickshaw or Taxi on Fixed Rent .... ابرار حسین ستی ۱۴۰

Idara Ghufran

اداریہ بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد رضوان صاحب

ہولناک زلزلہ

مؤرخہ ۳ ر رمضانُ المبارک ۱۴۲۶ھ، ۸/ اکتوبر ۲۰۰۵ء بروز ہفتہ صبح نو بجے کے قریب پاکستان کی شمالی پٹی کے اضلاع ایبٹ آباد، مانسہرہ، بٹگرام، کوہستان، شانگلہ، ضلع سوات اور آزاد کشمیر کے اضلاع باغ، راولاکوٹ، اور صدر مقام مظفر آباد اور جزوی پر طور کچھ دیگر علاقوں میں جو قیامت خیز زلزلہ آیا اس کی تباہ کاریوں نے پورے ملک کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اگر چہ یہ ہولناک زلزلہ صرف ان مذکورہ علاقوں تک محدود نہیں تھا بلکہ اٹک کے آر پار دونوں جانب اور راولپنڈی اسلام آباد سے لے کر لاہور تک سرحد اور پنجاب کے وسیع وعریض علاقوں تک اس کا پھیلاؤ تھا، لیکن حیرت انگیز طور پر جس طرح مذکورہ شمالی علاقے تباہی وبربادی کا شکار ہوئے اس کے بالکل برعکس دوسرے زلزلہ زدہ علاقے نقصان سے محفوظ رہے سوائے اکادکا حادثات کے، جیسے اسلام آباد میں مارگلہ ٹاور کا زمین بوس ہونا جزوی طور پر ایک بڑا حادثہ تھا، لیکن جس شدت کا یہ زلزلہ تھا وہ ہزارہ سے اِدھر اٹک پار اور راولپنڈی اسلام آباد وغیرہ شہروں میں بھی اپنے اثرات دکھاتا تو خاکم بدہن ان ہنستے بستے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بج جاتی ''اَللّٰھُمَّ لَاتَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ ''ایک ہی زلزلہ کے ایک ہی جھٹکے سے ایک طرف زمین کے ایک حصہ میں تباہی وبربادی کے یہ محیر العقول مناظر کہ پورے پورے شہر پلک جھپکنے کی دیر میں ملیامیٹ ہوکر شہرِ خموشاں میں تبدیل ہوگئے اور دوسری طرف دیگر علاقوں اور شہروں میں اس جھٹکے کے ہوا کے جھونکے کی طرح آنے اور گذر جانے میں اگر چہ کچھ ظاہری اسباب اور طبعی وجوہات (مثلاً زلزلہ کے مرکز کا دور اور دور دور آبادی وتعمیرات کا آپس میں متصل ہونا وغیرہ) بھی بیان کی جاتی ہیں لیکن مجموعی طور پر ان وجوہات سے زیادہ اس میں قضاوقدر کے فیصلے اور قدرت کے حکمتِ بالغہ پر مبنی تکوینی نظام کا عمل ودخل ہے۔ انہی ایام میں دنیا کے دوسرے خطوں میں بھی متعدد زلزلے آئے ہیں، ایران کے تباہ کن تاریخی زلزلے کو ابھی دو سال کا عرصہ بھی نہیں ہوا اور سونامی کا تباہ کن سمندری زلزلہ وطوفان جس میں لاکھوں انسان ہلاک اور لاکھوں بے گھر و در بدر ہوئے اور علاقوں کے علاقے ملیامیٹ ہوئے اس کو تو ابھی سال بھی نہیں ہوا اور امریکہ میں خلیج میکسیکوں وغیرہ کے ساحلوں پر تباہ کن سمندری طوفان تو پاکستان کے زلزلہ

Idara Ghufran

کے قدم بہ قدم آیا ہے، جس نے اس طاقتور ملک کے تسخیرِ کائنات کے دعووں کا پول کھول دیا۔ ان تمام حادثات وواقعات نے جس کا دائرہ پوری دنیا تک وسیع ہے اور ترقی یافتہ سے لے کر پسماندہ ممالک تک سب ان قدرتی آفات کی لپیٹ میں آکر بے بس ولاچار ہوئے اور ہورہے ہیں، جس سے آج کے خدا فراموش اور سر سے پاؤں تک مادیت میں ڈوبی ہوئی انسانی نسلوں پر یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اس دنیا کا مالک کوئی اور ہے اور انسان ٹیکنالوجی کی ترقی میں کتنا بھی آگے بڑھ جائے وہ قدرت کی طاقتوں کے سامنے بے بس ہے، آج مسلمان ہی دنیا کی وہ واحد قوم ہے جن کا دین قدرت کے ان تصرفات اور کائنات کے سربستہ رازوں کو انسان کے سامنے بالکل واضح طریقہ پر بیان کر کے مادی وروحانی عمل اور ردعمل اور قانونِ جزاوسزا کا منظّم ومربوط نظامِ قدرت کا تصور اور عقیدہ فراہم کرتا ہے۔ آیئے ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہی اپنے ملک پر پڑنے والی اس افتاد کا جائزہ لیں، اعداد وشمار کے مطابق اس زلزلہ میں ہونے والی انسانی ہلاکتیں ایک لاکھ کے قریب ہیں لیکن خدشہ ہے کہ صحیح تعداد اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور زخمیوں ومعذوروں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ پورے پاکستان کے ہسپتالوں میں زلزلہ کے متاثرین زیرِ علاج ہیں، زلزلہ سے متاثر موت وزندگی کی کشمکش میں مبتلا رہنے والوں کی تعداد بھی اتنی زیادہ ہے کہ اس کی صحیح تعیین کرنا مشکل ہے، اس تباہ کن، ہولناک اور خطرناک زلزلہ کے نتیجہ میں جہاں ایک طرف لاکھوں کی تعداد میں انسانی جانوں کی ہلاکت واقع ہوئی، تو دوسری طرف املاک کی تباہی اور بربادی بھی تاریخ میں امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

اس ہولناک زلزلہ کی وجہ سے رہائشی اور زرعی زمینوں میں جگہ جگہ دراڑیں پڑگئیں جس کی بناء پر وہ اب پیداوار اور رہائش کے قابل نہیں رہیں، اور انسانی جانوں کے ساتھ ہزاروں مویشی بھی ہلاک ہوئے، اور ان دیہی علاقوں کی معیشت کا دارومدار مویشی اور زراعت ہی پر تھا، زلزلہ کی وجہ سے کئی کئی منزلہ عمارات زمین میں دھنس گئیں، زلزلہ آنے کے بعد متاثرہ علاقوں میں بجلی اور پانی نیز فون وغیرہ مواصلات کی سہولیات بھی ختم ہوگئی تھیں، جس کی وجہ سے ان علاقوں میں بچے کھچے لوگوں کو زندہ رہنے میں شدید مشکلات کا سامنا تھا، زلزلہ آنے کے ساتھ ہی سردی کی لہر اور اوپر سے بارش اور تیز ہوا کی وجہ سے کھلے آسمان تلے نہتے لوگوں کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہوگیا، اور اکثر گزرگاہیں بھی استعمال کے قابل نہیں رہی تھیں، زلزلے کی وجہ سے ہسپتالوں اور شفاخانوں کے منہدم اور تباہ ہونے کی وجہ سے مریضوں اور زخمیوں کے علاج ومعالجہ کی سہولیات بھی ختم ہوگئی تھیں اس کے ساتھ زلزلہ کے متواتر جھٹکوں کی وجہ سے

خوف وہراس الگ پھیلا ہوا تھا، عینی شاہدین کے مطابق حالیہ زلزلہ کی شدت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ زلزلہ نے متعدد مرتبہ لوگوں کو زمین سے کئی کئی فٹ اوپر اُچھالا اور زلزلہ پورے پورے شہروں کو گھما کر ایک سمت سے دوسری سمت میں لے گیا، حاضرین نے زلزلہ کی وحشت ناک گڑگڑاتی آواز کو اپنے کانوں سے سُنا، ایک پَل میں پوری نسل تباہ ہوگئی، زلزلے کے دوران ہر طرف چیخ وپکار اور آہ وبُکا کا ایک شور بپا تھا، لمحہ بھر میں ہنستے بستے گھرانے مٹی کے ڈھیر بن گئے اور خوبصورت بستیاں اُجڑ گئیں، بتلایا جاتا ہے کہ زلزلہ کے وقت بے بسی اور بے کسی کا یہ عالَم تھا کہ ایک انسان کے سامنے اس کے معصوم بچے، بیوی، بہن، بھائی، والدین اور دوسرے قریبی رشتہ دار اور عزیز ملبے تلے دبے یا پھنسے چیخ وپکار کررہے تھے اور اپنے آپ کو بچانے اور وہاں سے نکالنے کی مدد چاہ رہے تھے مگر وہ تنہا انسان کیا کرسکتا تھا، جس کے ہاتھ میں کوئی اوزار یا ہتھیار بھی نہ تھا، کلہاڑی، بیلچہ، ہتھوڑے جیسی چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی تو ملبے تلے دب گئی تھیں اور بالفرض یہ چیزیں دستیاب بھی ہوتیں تو پوری پوری منزلوں کے وزن کو کیسے ہٹایا بلکہ ہلایا جاسکتا تھا، اسی حالت میں چیخ وپکار، آہیں اور سسکیاں سُن سُن کر حیرانگی اور پریشانی میں وقت گزرتا گیا اور آہستہ آہستہ چیخ وپکار اور آہوں اور سسکیوں کی آوازیں بند ہوتی چلی گئیں، ملبے تلے دبے انسانوں کو اتنی بھی قدرت نہ تھی کہ شدید بھوک اور پیاس کی حالت میں اپنے گھر اور قریب میں موجود کھانے پینے کی چیزوں کو حاصل اور استعمال کرسکیں اور کھلی فضا میں سکھ کا سانس لے سکیں اس کربناک اور دردناک حالت میں ہزاروں زندگیوں کا چراغ گُل ہوگیا، یہ حالات ایک طرح سے قیامت کا مختصر سا نمونہ پیش کررہے تھے۔

زلزلہ سے متأثرہ علاقوں میں لاشیں اتنی زیادہ تعداد میں تھیں کہ ان کے کفن دفن کا بھی انتظام نہیں ہوسکا، پورے پورے گھرانے کے افراد کو اجتماعی گڑھوں میں دفن کیا گیا۔

بتلایا جاتا ہے کہ حالیہ زلزلہ کے دوران کئی کئی دنوں تک بچے، بڑے، مرد وخواتین ملبے تلے موت وزندگی کی کشمکش میں مبتلا رہے اور چیخ وپکار کی آوازیں سنائی دیتی رہیں، ہفتہ بھر تک زندہ حالت میں ملبے میں پھنسے افراد کو نکالا جاتا رہا، زندہ بچ نکلنے والے چھوٹے چھوٹے بچوں نے بھی پیاس کی شدت کی وجہ سے جوس اور دودھ وغیرہ غیر معمولی مقدار میں پیا اور ایک واقعہ ایسا بھی سننے میں آیا کہ بائیس دن بعد ایک فرد کو زندہ حالت میں نکالا گیا، واللہ اعلم۔ بہرحال اس قسم کے واقعات قدرت کی طرف سے ناممکن نہیں اگرچہ ظاہری عقل سے

بالاتر ضرور ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ قدرت بھی ان چند نمونوں سے ظاہر فرمادی کہ اللہ تعالیٰ جب تک کسی کو زندہ رکھنا چاہیں اس وقت تک اسے زندہ رہنا ہے خواہ زندگی اور حیات کے ظاہری اسباب موجود نہ ہوں۔

زلزلہ سے متأثر ہونے والی بے شمار خواتین وحضرات اور بچے ایسے ہیں کہ ان کے قریبی رشتہ داروں میں اب کوئی بھی زندہ نہیں ہے اور ایسی بے سہارا خواتین اور بچوں کی کفالت کے بارے میں سیاسی وغیر سیاسی حلقوں کی طرف سے بڑے بڑے دعوے جاری ہیں، پھر اس بڑے زلزلہ کے بعد ماہِ رمضان کے پورے مہینے مسلسل آنے والے زلزلوں کے جھٹکوں سے خوف وہراس کے سائے سروں پر منڈلاتے رہے، جس کی وجہ سے بہت سے حضرات ذہنی ونفسیاتی مریض بن گئے۔ ؎ا

حالیہ زلزلہ اور اس سے تباہی کے بعد نہ جانے کتنے وساوس واوھام زبانوں پر عام ہیں اور قدرت کے اس تکوینی امر پر مختلف قسم کے تبصرے ہر عام وخاص کی طرف سے سننے کو مل رہے ہیں۔ مگر حکمِ ربی کے اصل رازوں کو سمجھنے اور حقائق کی گہرائیوں تک پہنچنے سے کوسوں دور ہیں۔

زلزلہ کے بعد غیر مسلم اور اسلام دشمن بعض تنظیموں کی طرف سے متأثرینِ زلزلہ سے ایسے ایسے بے سروپا سوالات کئے جاتے رہے جن سے اسلام اور اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے بارے میں گستاخی کا پہلو نظر آتا تھا۔ حکومت کے ذمہ داروں کی طرف سے اس قسم کے فرعونی دعوے بھی میڈیا پر نشر ہوئے ہیں کہ ہم اس قدرتی آفت کا متفق ہوکر اور ڈٹ کر مقابلہ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ یہ اور اس جیسے فقرے بلکہ دعوے قدرت کے فیصلے اور طاقت کے سامنے زیب نہیں دیتے، اور ایک مسلمان کی حیثیت سے یہ ایمان کے منافی دعوے ہیں بعض لوگوں کی طرف سے یہ سوال بھی اُٹھایا گیا کہ اگر حالیہ زلزلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور گناہوں کے وبال کے طور پر تھا تو اس میں ہلاک ہونے والے چھوٹے چھوٹے معصوم بچوں کا کیا قصور تھا؟ حالانکہ اولاً تو جب اس طرح کا اجتماعی فیصلہ قدرت کی طرف سے ہوتا ہے تو وہ دنیا میں عمومی انداز کی حیثیت سے رونما ہوتا ہے اگرچہ آخرت کے اعتبار سے ہلاک ہونے والے تمام افراد کا حکم یکساں نہیں ہوتا دوسرے بعض اوقات معصوم بچوں کا معصومیت کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوجانا ہی ان کے اور والدین کے حق میں رحمت کا باعث ہوا کرتا ہے۔

زلزلہ کے بعد بعض لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ کشمیر جیسے پس ماندہ علاقہ میں زلزلہ کی کیا ضرورت تھی؟ اس کے مقابلہ

؎ا پاکستان میں آنے والے ۸/اکتوبر کے زلزلے سے متعلق مزید حالات وواقعات اسی شمارے میں ''اخبارِ عالم'' کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

میں بڑے بڑے شہر جو ہر طرح کے گناہوں سے بھرے ہوئے ہیں، زلزلہ کے زیادہ مستحق تھے وغیرہ وغیرہ۔ کیا قدرت کے فیصلے اور حکم کے سامنے کسی کو اعتراض کی جرأت ہوسکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ بہتر سمجھتے ہیں کہ کس وقت، کس جگہ کیا فیصلہ ہونا چاہئے اور کیا نہیں ہونا چاہئے، اور کس جگہ پہلے ہونا چاہئے اور کس جگہ بعد میں۔ حالیہ زلزلہ کے دوران ظاہری اسباب کے درجہ میں بروقت امداد نہ پہنچنے سے بھی ہلاکتوں میں اضافہ ہوا، کئی کئی دنوں تک زندہ رہنے والے افراد امداد نہ پہنچنے کی وجہ سے یکے بعد دیگرے فوت ہوتے چلے گئے، اور ملک میں بھاری مشینریاں اور منظّم نظام نہ ہونے کی وجہ سے غیر ملکوں کی امداد کا انتظار رہا، مگر غیر ملکی امداد پہنچنے تک اتنا وقت گزر چکا تھا کہ ملبے تلے دبے اکثر افراد زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے، آج کے اس ترقی یافتہ دور میں جدید مشینریوں اور ذرائع کا ہمارے ملک میں انتظام اور وجود نہ ہونا بہت شرمناک بات ہے، اسی کے ساتھ عوام اور مختلف ممالک کی طرف سے حکومتِ پاکستان کو حاصل شدہ بھاری امداد کے اصل مصرف میں پوری طرح استعمال نہ ہونے اور انتظامیہ کی طرف سے خورد برد ہونے کے واقعات سے بھی کئی شکوک وشبہات عوام کے ذہنوں میں پیدا ہورہے ہیں۔ ان حالات میں ایک طبقہ وہ بھی ہے جو امدادی اشیاء کے فروخت کرنے میں پوری مہنگائی کے ساتھ دل کھول کر پیسے بٹورنے میں مصروف ہے۔

حالیہ زلزلہ سے حاصل ہونے والے چند نتائج وفوائد

زلزلہ سے صرف پچاس سیکنڈ پہلے اور بعد کی دنیا کے حالات میں جو فرق دیکھنے کو ملا وہ عبرت وبصیرت حاصل کرلینے والوں کے لئے کافی سامان لئے ہوئے ہے، مؤرخہ ۳/رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ بروز ہفتہ صبح آنے والے زلزلہ نے نہ صرف اہلِ پاکستان بلکہ پوری دنیا میں بسنے والے انسانوں خصوصاً مسلمانوں کے لئے بہت سے سبق چھوڑ دیئے ہیں، جن سے آنکھیں بند کرلینا بہت بڑی بدقسمتی اور ناعاقبت اندیشی کی علامت ہے، اس لئے مختصراً حالیہ زلزلہ سے حاصل ہونے والے چند نتائج کو ذکر کیا جاتا ہے:

(۱)...... انسان کو اپنے انجام سے کبھی بھی غافل نہیں رہنا چاہئے اور ڈرتے رہنا چاہئے کہ نہ جانے کس حال پر خاتمہ ہو اور کفن دفن وغیرہ بھی نصیب ہو یا نہیں؟

(۲)...... قیامت ایک بڑے زلزلہ کے ساتھ قائم ہوگی جو بہت ہولناک اور خطرناک چیز ہوگی جس کی وجہ سے تمام روئے زمین کی چیزیں ریزہ ریزہ اور ذرہ ذرہ ہوجائیں گی، لہٰذا ہمیں اس مختصر اور چھوٹے زلزلہ کے نمونہ کو دیکھ کر قیامت کے بڑے اور عظیم زلزلہ کو یاد کرنا، اس کا استحضار کرنا اور اس سے ڈرنا چاہئے۔

(۳)...... احادیث وروایات کی رُو سے قیامت کے قریب زلزلوں کی کثرت ہوگی، اور آج کل زلزلوں کی

کثرت ہے، دنیا کے مختلف خطوں میں مسلسل زلزلے آرہے ہیں، جس سے قربِ قیامت کے آثار واضح ہوتے جارہے ہیں اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں بیان کی ہوئی پیشین گوئیوں کو ہمیں سامنے رکھنا چاہئے

(۴)......اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی، صحت، عافیت، گھربار، کاروبار، مال ودولت، بیوی بچے وغیرہ کی جو لاکھوں نعمتیں عطا فرمارکھی ہیں ان پر شکر کرنا چاہئے اوران نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے کاموں میں خرچ اوراستعمال کرنا چاہئے اوراللہ تعالیٰ کی ناراضگی والے کاموں سے بچنا چاہئے، شکرگزار بندوں پراللہ تعالیٰ کا غضب نازل نہیں ہوا کرتا، دنیوی حوادثات ان کے لئے سرخروئی کا باعث بنتی ہیں۔

(۵)......ہماری اور ہمارے بیوی بچوں کی زندگی اور گھربار، مال ودولت یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہیں اور جس طرح چاہیں ان میں تصرف کرنے اوران کو واپس لینے کے مجاز ومختار ہیں، زلزلہ جیسی قدرتی آفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی آزمائش اوران کی تنبیہ اوروارننگ کے لئے ہوتی ہیں، اس لئے ہمیں موجودہ زلزلے اور بڑی سے بڑی مصیبت اور پریشانی کے وقت صبر سے کام لینا چاہئے اور بےصبری سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

(۶)......یہ زندگی اورحیات جس سے ہم اورآپ گزررہے ہیں ایک عارضی زندگی اورحیات ہے بلکہ زندگی وحیات بخشنے والی ذات کی طرف سے امانت ہے جو کسی بھی وقت اچانک اور آناً فاناً بھی واپس لی جاسکتی ہے جس کا اگرچہ ایک وقت مقرر ہے مگر ہمیں اس گھڑی کا علم نہیں لہٰذا ہمیں اس کے لئے صبح شام اوردن ورات ہروقت تیار رہنا چاہئے اورکوئی لمحہ، کوئی گھڑی بھی غفلت میں نہیں گزارنی چاہئے، اولاً تو گناہ نہیں کرنا چاہئے اور گناہ ہوجائے تو فوراً توبہ واستغفار کرنی چاہئے۔

(۷)......زلزلہ کے دوران پیش آنے والے حالات وواقعات نے انسان کو قدرت کے سامنے اپنی محتاجی اور بےکسی وبےبسی کی حقیقت کو سمجھنے اوراس پر یقین کرلینے کی طرف متوجہ کیا۔ خوش قسمت انسانوں کو اپنے رب کے سامنے اپنی ذلت، حقارت، محتاجی، بےکسی، بےبسی، عاجزی اورانکساری کا اعتراف کرنے اوراس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، بڑائی اور کبریائی کا یقین کرنے کی دولت حاصل ہوئی لیکن کچھ بدبخت لوگ اس مرحلہ پر اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے بدظن یا مایوس ہوگئے یا پھر انہوں نے نعوذ باللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کا انکار کردیا اوراس طرح قدرت کی طرف سے اچھے اور بُرے، کامیاب اورناکام لوگوں کا امتحان ہوگیا، کوئی اس مرحلہ پر کامیاب ہوگیا اورکوئی ناکام۔

محمد رضوان مورخہ ۹/۱۱/۱۴۲۶ھ

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۱۵، آیت نمبر ۱۷، ۱۸) محمد رضوان صاحب

منافقین کا طرزِ عمل

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: ان (منافقوں) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کہیں آگ جلائی ہو، پھر جب روشن کر دیا ہو اس آگ نے اس شخص کے آس پاس سب چیزوں کو، ایسی حالت میں چھین لیا ہو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو اور چھوڑ دیا ہو ان کو اندھیروں میں کہ کچھ دیکھتے بھالتے نہ ہوں ۞ (۱۷) بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، سو اَب یہ لوٹ کر آنے والے نہیں ہیں (۱۸) ۞

تفسیر وتشریح

اللہ تعالیٰ نے جب منافقین کی بُری خصلتوں اور حرکتوں کو بیان فرمادیا تو اس کے بعد مزید وضاحت کے لئے دو مثالیں بیان فرمائیں، تاکہ اچھی طرح ان منافقین کی وہ بے وقوفی اور حماقت واضح ہوجائے جس کا پہلے بیان ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جگہ جگہ ایمان اور ہدایت کو نور فرمایا ہے اور ایمان وہدایت کو مردہ دلوں کے لئے حیات اور زندگی فرمایا ہے اور اس کے برعکس کفر وضلالت کو ظلمت وتاریکی فرمایا ہے اور کفر وضلالت کو دلوں کی موت اور بربادی بتلایا ہے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

منافقوں کی دو مثالیں

اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کی حالت کے موافق کہ جنہوں نے ہدایت کے معاوضہ میں ضلالت اور گمراہی کو اختیار کیا، دو مثالیں بیان فرمائیں، جن میں سے ایک مثال ''ناری'' یعنی آگ والی ہے اور دوسری ''مائی'' یعنی پانی والی ہے، کیونکہ ''نور'' یعنی روشنی کا مادہ ''نار'' یعنی آگ ہے اور ''حیات'' یعنی زندگی کا مادہ ''ماء'' یعنی پانی ہے۔

Idara Ghufran

ان مثالوں میں سے پہلی مثال ان منافقوں کی ہے جن کے دلوں میں نفاق خوب جم چکا اور راسخ ہو چکا تھا اور وہ کسی طرح بھی ہدایت کی طرف رجوع کرنے اور لوٹنے والے نہیں تھے اور دوسری آنے والی مثال ان منافقوں کی ہے جو ابھی تذبذب اور تردد کا شکار تھے، کبھی اسلام کی طرف مائل ہوتے اور کبھی کفر کی طرف جُھک پڑتے اور سرگردان و پریشان حال تھے کہ کیا کریں (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

منافقوں کی پہلی مثال

چنانچہ پہلی مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان منافقین کو جو اپنی کوتاہ نظری، غلط فہمی اور ہدایت کی روشنی کے بدلہ میں ضلالت کے اندھیروں کو خرید کر نقصان اور خسارہ اٹھانے والوں میں سے تھے، اس شخص جیسا بتلایا جس نے آگ روشن کی اور جب آگ نے آس پاس کی چیزوں کو خوب روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس روشنی کو چھین لیا اور ختم فرما دیا اور ان کو ایسی ظلمت و تاریکی کی حالت میں چھوڑ دیا کہ اب کچھ نظر نہیں آتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے محمد رسول اللہ ﷺ نے اسلام کی مشعل روشن کی جس کی وجہ سے حق و باطل اور ہدایت و ضلالت خوب واضح اور روشن و منور ہو گئے اور تمام مخلوق نے اس سے فائدہ اٹھایا اور راستہ پایا، لیکن منافق اس وقت اندھے ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی بدبختی اور بری حرکات کی بدولت ان کی فطرت و بصیرت والے نور کو چھین لیا، نبوت و ہدایت کے سورج نے اگر چہ پورے عالم کو روشن و منور کر دیا مگر جس آنکھ میں نور اور بینائی نہ ہو تو سورج کی روشنی اس کے کیا کام آئے گی، کاش کہ صرف اندھے ہوتے تب بھی کوئی توقع کی جاسکتی تھی، کیونکہ صرف اندھا ہو تو وہ کسی کی پکار تو سُن سکتا ہے اور اگر اندھا ہونے کے ساتھ ساتھ صرف بہرا ہو تب بھی کسی سے پوچھ کر اور معلوم کر کے راہ پر آنے کی توقع کی جاسکتی ہے، لیکن جب اندھا اور بہرا ہونے کے ساتھ ساتھ گونگا بھی ہو تو پھر یہ امید بھی نہیں رہتی۔

بہر حال جب کوئی اندھا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا، بہرا ہونے کی وجہ سے سُن نہیں سکتا اور گونگا ہونے کی وجہ سے پوچھ نہیں سکتا تو ہدایت کی راہ پانے کے سارے راستے اس پر بند ہیں۔

اسی طرح منافقین کو نہ عقل کی آنکھ ہے کہ جس سے خود غلط اور سیدھے راستہ میں امتیاز اور پہچان کر سکیں اور دیکھ سکیں اور نہ ہدایت دینے والے رہبر اور راستہ بتلانے والے سے تعلق ہے کہ اس سے راستہ معلوم کر سکیں اور نہ خود سے ہدایت کی طرف کان لگاتے ہیں، لہٰذا وہ اندھے، بہرے اور گونگے لوگوں کی طرح ہوئے، وہ آنکھ، کان اور زبان کے حقیقی مقاصد سے محروم ہیں، کیونکہ ان اعضاء کا حقیقی مقصد ہدایت

کو حاصل کرنا اور ضلالت وگمراہی سے بچنا اور نجات پانا ہے، اور جب کسی چیز سے اس کا حقیقی مقصد ہی حاصل اور پورا نہ ہو تو اس کا کیا فائدہ؟

اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے بعد گمراہی میں چلے جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ روشنی کے بعد اندھیرے میں جا پھنسنا۔

کئی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس آیت کی تفسیر اس طرح منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو کچھ لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور بعد میں ان میں چند ایک منافق بن گئے تو ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص ظُلمت اور تاریکی میں تھا اس نے آگ سلگائی اس کی روشنی سے آس پاس کی تمام چیزیں واضح نظر آنے لگیں اس طرح وہ راستے کی رکاوٹوں، اونچ نیچ، اتار چڑھاؤ اور تمام نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بخوبی آگاہ ہو گیا لیکن پھر یکایک وہ آگ بجھ گئی اور راستہ کی ساری گھاٹیاں اور نقصان دہ چیزیں اس کی نگاہ سے اوجھل ہو گئیں، اب وہ حیران اور سرگرداں ہے کہ کس چیز سے بچے اور کس چیز سے نہ بچے، اسی طرح یہ منافقین پہلے سے کفر اور شرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں تھے کہ اسلام لے آئے جس کی وجہ سے حلال وحرام، خیر اور شر سب معلوم ہو گیا، اور یہ سمجھ گئے کہ کس چیز سے بچنا چاہئے اور کس چیز سے نہیں، اسی حالت میں تھے کہ منافق ہو گئے اور پھر پہلے کی طرح کفر کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں جا پھنسے، اب ان کو حلال اور حرام، خیر اور شر کی کوئی تمیز نہ رہی۔

اس تفسیر کی رُو سے مذکورہ مثال کا مطلب یہ ہوگا کہ منافقوں نے پہلے ایمان لاکر نور حاصل کیا، پھر نفاق کر کے اس کو ضائع کر دیا اور ہمیشہ کے لئے پریشانی میں پڑ گئے۔

لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منافقین کسی وقت بھی دل سے ایمان نہیں لائے تھے، شروع سے آخر تک منافق ہی رہے، صرف ظاہری طور پر زبان سے کلمہ پڑھا اور اسلام کا اقرار کیا، اس صورت میں مذکورہ مثال کا مطلب یہ ہوگا کہ صرف زبان سے کلمہ پڑھنے اور ایمان کا اقرار کرنے اور ظاہراً اسلام لانے سے عارضی نفع یہ ہوا کہ اس کلمہ طیبہ کی روشنی میں دنیا میں امن سے رہے، جان ومال محفوظ ہو گئے، مسلمانوں کے ساتھ جہاد کی برکت سے ملنے والے غنیمت کے مال میں شریک اور حصہ دار رہے، غرضیکہ کلمۂ شہادت کی برکت سے اور اس کی روشنی میں دنیوی منافع اور فوائد حاصل کرتے رہے، لیکن دنیا سے

رخصت ہوتے ہی اور مرتے ہی ان کی یہ روشنی جاتی رہی اور ہمیشہ ہمیشہ کے اندھیروں میں جا پڑے۔
اس سے معلوم ہوا کہ کلمۂ شہادت اور کلمۂ توحید اگر اخلاص اور دل کے یقین وتصدیق کے ساتھ پڑھا جائے تب تو اس کے انوار وبرکات کا یہ عالم ہے کہ دنیا، آخرت اور برزخ تینوں جہانوں میں کامیابی وسرخروئی کا یہ ضامن ہے، لیکن اس کلمہ کی برکت کا یہ عالم ہے کہ صرف ظاہری طور پر زبان سے بھی اس کلمہ کا اقرار کیا جائے تب بھی اس میں ایک نور ہے۔ اگرچہ وہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ناتمام اور ناکافی ہے، اس لئے کہ یہ کلمہ سراسر حق ہے اگرچہ منافق اس کو اپنی حماقت سے حق نہ سمجھے اور ہر حق میں نور اور روشنی ہوتی ہے، بہرحال منافق کو اس کلمۂ طیبہ کے اعتراف واقرار کی وجہ سے مذکورہ شکلوں میں ایک درجہ کا نور ضرور حاصل ہوجاتا ہے، جن کو حق جل شانہٗ نے ماحولہٗ (آس پاس کی چیزوں) سے تعبیر فرمایا، ہر منافق اور خودغرض کا یہی طریقہ اور وطیرہ ہے کہ ہر وقت اس کی نظر ماحول اور آس پاس کی چیزوں پر رہتی ہے، جن کا فائدہ اور نفع محض وقتی اور زیادہ سے زیادہ اس دنیوی زندگی تک محدود ہوتا ہے۔
ان منافقین نے ظاہری ماحول اور آس پاس کی چیزوں کو دیکھ کر صرف زبانی جمع خرچ پر اکتفا کیا اور بجائے مغز کے خول کو کافی سمجھا اور یہ نہ سوچا کہ ظاہری ماحول کو دیکھنا احمق اور بے وقوف کا کام ہے، کیونکہ دنیاوی منافع اور فوائد چندروز کے ہوتے ہیں اس لیے اس کو اس جلانے والی آگ کی طرح بتلایا گیا جو تھوڑی دیر میں بُجھ گئی، اور اس کا نفع جاتا رہا اور دائمی حیرت وحسرت نے اس کو آ گھیرا۔

لطف دنیا کے ہیں کے دن کے لئے کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے

(معارف القرآن ادریسی ج ا بتغیر)

ایمان کے انوار اور کفر ونفاق کی ظلمات

"وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ"

''اور چھوڑا ان کو ایسی تاریکیوں اور اندھیریوں میں کہ وہ کسی چیز کو بھی نہیں دیکھتے''

یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک اندھیرے کے بجائے بہت سارے اندھیروں میں چھوڑنے کا تذکرہ فرمایا، چنانچہ ''ظلمت'' کے بجائے ''ظلمات'' فرمایا۔
جس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ایمان کے بہت سارے شعبے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ارشاد ہے:

''اَلاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً'' کہ ''ایمان کے ستر سے زیادہ شعبے ہیں''

اورایمان کا ہرشعبہ نوراور مشعل ہے، بالکل اسی طرح ایمان کے مقابلہ میں کفراور نفاق کے بھی شعبے ہیں اور کفرونفاق کا ہرشعبہ ظلمت اور تاریکی ہے، منافقین کفرونفاق کے شعبوں کے بقدر ظلمتوں اور تاریکیوں میں مبتلا تھے، اسی لئے آگے ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ:

''صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ''

کہ ''وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں پس یہ لوگ اب کسی صورت سے حق کی طرف نہیں لوٹیں گے''

اس لئے کہ جب نفاق ان کے دلوں میں خوب راسخ ہو چکا، تو اس کی وجہ سے ان کی روشنی جاتی رہی اوراندھیروں میں چھوڑ دیئے گئے تو ایسے مدہوش ہوگئے کہ ان کے سارے حواس مختل ہوگئے، لہٰذا اب نہ حق کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ حق کو سُن سکتے ہیں اور نہ زبان سے حق کو کسی سے پوچھ سکتے ہیں، غرضیکہ انہوں نے جو ہدایت کا نور ضائع کر دیا اب اس کی طرف وہ کیسے لوٹ سکتے ہیں۔

نوراورضیاء میں فرق

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں یہ ارشادفرمایا:

''ذَھَبَ اللّٰہُ بِنُوْرِھِمْ''

''چھین لیا اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو''

عربی زبان میں ''نور'' اور ''ضیاء'' دو لفظ آتے ہیں اور دونوں کے معنیٰ چمک اور روشنی کے ہیں، بہت سے اہلِ علم حضرات نے ان دونوں کے معنیٰ میں کوئی فرق نہیں کیا، مگر بعض اہلِ علم حضرات نے دونوں کی روشنیوں میں کچھ فرق بیان کیا ہے۔

مشہور محقق علامہ طیبی اور علامہ زمخشری وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ روشنی کے معنیٰ ان دونوں لفظوں میں مشترک ہیں، مگر ''نور'' کی روشنی عام ہے، یعنی ہر قوی وضعیف اور ہلکی وتیز روشنی کو ''نور'' کہا جاتا ہے، لیکن ''ضیاء'' کی روشنی نور کی روشنی کے مقابلہ میں خاص ہے اور ضیاء صرف ایسی روشنی کو کہا جاتا ہے جو قوی اور تیز ہو (معارف القرآن عثمانی ج۴ص۵۰۴، بتغیر)

اس فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر دیکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ ان کا نور چھین لیا، اور یہ نہیں

فرمایا کہ ان کی ضیاء چھین لی، اس سے اس طرف اشارہ ہوگیا کہ ان کی روشنی اور چمک بالکل زائل اور ختم کردی گئی اور یہ منافق قوی، ضعیف، ہلکی اور تیز ہر قسم کے نورِ ہدایت وسعادت سے محروم ہوکر بڑے اندھیروں میں سرگرداں رہ گئے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

نوراور نار میں فرق

منافقین کی مثال دیتے ہوئے شروع میں اللہ تعالیٰ نے ''نار'' یعنی آگ کا ذکر فرمایا تھا، چنانچہ فرمایا:

" مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَنَاراً "

''ان (منافقوں) کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے کہیں آگ جلائی''

لیکن جب اُس سلگائی ہوئی آگ کو چھین لینے اور ختم کرنے کا ذکر فرمایا، تو بجائے ''نار'' یعنی آگ کے ''نور'' یعنی روشنی فرمایا:

''ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ'' یعنی ''چھین لیا اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو''

حالانکہ شروع میں آگ کا ذکر تھا، اس لئے بظاہر اُس کا تقاضا یہ تھا کہ یہ فرمایا جاتا ''ذَهَبَ اللّٰهُ بِنَارِهِمْ'' کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آگ کو چھین لیا اور ختم فرمادیا، اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ ''نار'' یعنی آگ میں دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک ''نور'' یعنی روشنی اور دوسرے حرارت واحراق (یعنی گرمی اور جلانا) پس اللہ نے اس ''نار'' یعنی آگ میں سے نور اور روشنی کو تو ختم فرمادیا اور حرارت واحراق (گرمی اور جلانے) کو باقی چھوڑ دیا، تاکہ وہ اندھیرے کی حالت میں آگ سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اس کی گرمی اور جلانے سے نقصان اٹھائیں کیونکہ جب آگ کی روشنی جاتی رہی اور اندھیرا چھا گیا مگر آگ بغیر روشنی کے اب بھی موجود ہے، ایسی صورت میں اس آگ کے نقصان سے اپنے آپ کو بچانا از حد مشکل ہے (معارف القرآن ادریسی بتغیر)

درسِ حدیث محمد یونس صاحب

احادیث مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

زلزلہ اور اس سے حفاظت کے اسباب

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :اِذَااتُّخِذَالْفَیْئُ دِوَلاًوَّالْاَمَانَةُمَغْنَمًاوَالزَّکوٰةُ مَغْرَمًاوَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ وَاَقْصٰی اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَالْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ آخِرُهٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَافَارْتَقِبُوْاعِنْدَ ذَالِکَ رِیْحًاحَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَآ یَاتٍ تَتَابَعَ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ .رواه الترمذی (مشکوٰة المصابیح ۴۷۰)

ترجمہ: ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مالِ غنیمت کو دولت قرار دیا جانے لگے اور امانت کو مالِ غنیمت شمار کیا جانے لگے اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے اور علم کو دین کے علاوہ کسی اور غرض (مثلاً دنیاداری) کے لئے سیکھا جانے لگے اور مرد بیوی کی فرمانبرداری اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے اور دوست کو قریب اور باپ کو دور کرنے لگے اور مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں اور قوم کی سرداری ان میں فاسق شخص کرنے لگے اور قوم کا سردار یا شریف اس قوم کا کمینہ شخص شمار ہونے لگے اور آدمی کی عزت اس کے فتنہ کے ڈر سے کی جانے لگے اور گانے بجانے والی لونڈیاں اور لہو ولعب کے آلات عام ہوجائیں اور شرابیں پی جانے لگیں اور امت کے آخری لوگ اپنے سے پہلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں (پھر فرمایا کہ جب یہ چیزیں ظاہر ہوجائیں تو) اس وقت ان چیزوں (کے جلدی ظاہر ہونے) کا انتظار کرو، سُرخ (یعنی شدید طوفانی) آندھی کا اور زلزلے کا، اور زمین میں دھنس جانے کا اور صورتوں کے مسخ وتبدیل ہوجانے کا اور پتھروں کے

برسنے کا اور قربِ قیامت کی دیگر علامات کا جو اس طرح پے در پے ظاہر ہوں گی جیسے موتیوں کی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جانے پر موتی پے در پے گرنے لگتے ہیں'' (ترمذی از مشکوۃ ص ۴۷۰)

تشریح: اس حدیث شریف کے شروع میں چند برائیوں کا تذکرہ ہے اور آخر میں ان برائیوں کا عام رواج ہو جانے پر چند عذابوں کی وعید ارشاد فرمائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کائنات کے بلاشرکتِ غیرے خالق و مالک ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں اپنی عبادت واطاعت کے لئے پیدا فرمایا ہے اور انسان کی رہنمائی کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار پیمبر مبعوث فرمائے اور بعض پیمبروں پر اپنی کتابیں اور کچھ صحیفے بھی نازل فرمائے، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنی اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے اعمال بھی بتائے اور وہ اعمال بھی بتائے جن کے نتیجے میں دنیا آخرت میں انسان اللہ تعالیٰ کی پکڑ اور عذاب میں مبتلا ہوتا ہیں۔

ویسے تو سنّتُ اللہ یہ ہے کہ نیک اعمال کی جزا اور گناہوں کی سزا آخرت ہی میں دی جائے لیکن بعض اوقات جب نافرمانی کھلّم کھلاّ ہونے لگے تو اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے عذاب کی کچھ جھلک دکھلا دیتے ہیں تاکہ لوگوں کو عبرت ونصیحت ہو جائے، چنانچہ گزشتہ زمانوں میں کئی قومیں کثرتِ نافرمانی کی وجہ سے اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نیست و نابود ہو چکی ہیں جن کے قصے قرآن مجید میں ہماری نصیحت کے لئے ذکر فرمائے گئے ہیں، مثلاً قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط اور قومِ شعیب وغیرہ۔

قرآنِ مجید میں بیان کردہ قوموں کے واقعات سے اور حدیثِ بالا سے نیز اس جیسی دیگر آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دنیوی اخروی عذاب کا اصلی سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی آج ہمارے معاشرے میں اس قدر عام ہو چکی ہے کہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کھلم کھلا دھڑلے کے ساتھ نہ کی جا رہی ہو۔

مذکورہ بالا حدیث میں بیان کردہ متعدد بُرائیاں بھی ہمارے معاشرے میں عام ہوتی جا رہی ہیں اور ان بُرائیوں کے نتیجے میں جن دنیوی عذابوں کی خبر دی گئی ہے ان میں سے بعض کا جزوی طور پر وقوع بھی ہوتا رہتا ہے، ابھی تازہ ترین عذاب زلزلے کی شکل میں آیا ہے جس کے سینکڑوں جھٹکے گزشتہ چند دنوں میں پاکستان کے متعدد علاقوں میں محسوس کئے جا چکے ہیں اور ابھی مزید جھٹکے آنے کا اندیشہ ظاہر کیا جا رہا ہے، بعض جھٹکے اتنے شدید تھے کہ ان کی وجہ سے بلا مبالغہ ہزاروں افراد لقمۂ اجل بن گئے اور اتنے ہی بلکہ ان

سے زیادہ زخمی، معذور اور بے گھر ہوگئے ہیں اور تادمِ تحریر ملبے تلے دبی لاشیں نکالنے اور زخمیوں کو ہسپتالوں میں پہنچانے کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہ یقین ہونا چاہئے کہ اس زلزلے کا اصلی سبب ہماری اپنی بد اعمالیاں ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ زلزلہ آیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! اس زلزلہ کی وجہ صرف یہ ہے کہ تم نے کوئی نیا گناہ کیا ہے (ابنِ ابی الدنیا)

اس سے صاف معلوم ہوا کہ زلزلہ لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے آتا ہے، اسی طرح حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے (جو کہ اہلِ کتاب کے علماء میں سے بڑے عالم تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ایمان سے مشرّف ہوئے) مروی ہے کہ زمین کو زلزلہ اس وقت آتا ہے جب اس میں گناہ زیادہ ہونے لگتے ہیں، زمین خوف سے تھرّ اُٹھتی ہے کہ حق تعالیٰ ان گناہوں کو دیکھ رہے ہیں (اخبارُ الزلزلہ، بتغیر بحوالہ رسالہ ''الجواب الکافی'' لابن القیم رحمہ اللہ) معلوم ہوا کہ زلزلے کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بدعملی ہے۔

احادیث میں جیسے اس طرح کے عذاب آنے کی پیشین گوئیاں فرمائی گئی ہیں اسی طرح عذاب سے حفاظت کے لئے نیز اس کی آمد کے موقعہ پر کیا کرنا چاہئے، اس بارے میں بھی امت کی رہنمائی فرمائی گئی ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اور ایک اور شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس شخص نے عرض کیا اے اُمّ المؤمنین! ہم سے زلزلہ کے متعلق کوئی بات کہئے؟ آپ نے فرمایا جب لوگ زنا کو جائز کام کی طرح کرنے لگیں اور شرابیں پینے لگیں اور ڈھولک و سارنگی بجانے لگیں، اس وقت حق تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور زمین کو حکم ہوتا ہے کہ ان کو ذرا ہلا ڈال! پھر اگر (ان لوگوں نے) توبہ کرلی اور باز آ گئے تو خیر! ورنہ (اس سرکشی کا تقاضا یہ ہے کہ) ان پر عمارتیں گرائی جائیں، اس شخص نے عرض کیا کہ یہ بطورِ عذاب اور سزا کے ہوتا ہے فرمایا نہیں بلکہ ایمان والوں کے لئے نصیحت اور رحمت ہے اور کافروں کے لئے پکڑ، عذاب اور غضب ہے (ابنِ ابی الدنیا)

مطلب یہ ہے کہ زلزلہ مسلمانوں کو نصیحت اور تنبیہ کرنے اور نیک لوگوں کے گناہ معاف و درجات بلند کرنے اور کافروں پر عذاب اور وبال کے طور پر آتا ہے۔

اس حدیث شریف سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ زلزلہ زنا، شراب نوشی، موسیقی وغیرہ جیسے گناہوں کی وجہ سے آتا ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ زلزلہ آنے پر مسلمانوں کی دینی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس سے

نصیحت وعبرت حاصل کریں، اِسے کھیل تماشا اور دل لگی کا ذریعہ نہ بنائیں نصیحت وعبرت حاصل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام گناہوں کو فی الفور ترک کر دیں جن پر ایسے دنیوی عذابوں کی وعیدیں آئی ہیں اور آئندہ ان گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیں، کیونکہ جن گناہوں کی وجہ سے ایک خطے میں عذاب آیا ہے انہی گناہوں کی وجہ سے دوسرے خطے میں عذاب آ جانا بھی کوئی بعید نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو زمین کے کسی بھی حصے میں عذاب نازل فرمانے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار کامل ہے۔

اس لئے جن علاقوں میں عذاب نہیں آیا اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اس مہلت کی قدر کرنی چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ عذاب سے محفوظ رہنے کو دل سے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا جائے، زبان سے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا جائے اور دیگر اعضاء وجوارح کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچایا جائے، جو کہ شکر کا عملی درجہ ہے نیز دیگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار ایسی نعمتوں کا تہِ دِل سے شکر ادا کیا جائے جن سے زلزلہ زدگان بے چارے اچانک گھر بیٹھے ایک دَم سے محروم ہو گئے، مثلاً پانی، کھانا، مکان، بستر، ضرورت کی دیگر اشیاء، ان چیزوں کو استعمال کرنے کی قدرت، صحت اور اعضاء کی سلامتی، اپنے بیوی بچوں اور دیگر اعزہ واقرباء کا خیریت سے ہونا اور ان سے ملاقات کا آسان ہونا وغیرہ وغیرہ۔

دوسرا کام یہ کرنا چاہئے کہ اس مہلت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تمام گناہوں سے سچی توبہ، استغفار کر کے اپنی اصلاح کا فوری اہتمام کیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ اس موقع پر ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا صحیح معنوں میں شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ تمام گناہوں سے سچی توبہ واستغفار اور اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ واللہُ الموفِّق

مقالات و مضامین محمد رضوان صاحب

"حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط ۵)

❀ ...... یہ اس وقت کی بات ہے جب ہندوستان میں ایک بہت بڑے بزرگ ''حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ'' کا ہندوستان کے ''لکھنؤ'' شہر میں انتقال ہو گیا تھا اور کیونکہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمہ اللہ کا مستقل قیام ہندوستان کے شہر ''باندا'' میں تھا جہاں حضرت رحمہ اللہ کی زیرِ نگرانی ایک بڑا جامعہ بھی تھا، حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ اس وقت حیات تھے اور آپ کا حضرت مولانا صدیق احمد باندوی صاحب رحمہ اللہ سے گہرا تعلق بھی تھا، حضرت باندوی صاحب رحمہ اللہ کے لکھنؤ میں انتقال ہو جانے کے بعد ان کی میت کو بعض وجوہات کی بناء پر باندا شہر لے جا کر دفن کیا گیا، جبکہ دونوں شہروں کا فاصلہ بہت زیادہ تھا اور شریعت کی طرف سے کسی کے فوت ہونے کے بعد اس کی میت کو اتنی دور منتقل کرنا پسند نہیں کیا گیا، اس پر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے سخت ناگواری اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا، یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت باندوی صاحب رحمہ اللہ کے جنازہ میں شرکت نہ کرنے اور ان کے مزار پر نہ جانے کا حلف اُٹھا لیا، جس سے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مقصود شریعت کی طرف سے ایک ناپسندیدہ عمل کی حوصلہ شکنی کرنا اور لوگوں کو اس عمل کی بُرائی پر متنبہ کرنا تھا، ظاہر ہے کہ ایک مقتداء اور ذمہ دار شخص کی طرف سے اس طرح کی قولی تبلیغ کے ساتھ فعلی اور حالی تبلیغ بھی بہت اہمیت کی حامل ہے، جس کے نتیجہ میں علماء اور عوام میں یہ مسئلہ زیرِ بحث آیا کہ اس طرح کا ردِ عمل اختیار کرنا کیا شرعاً جائز بھی ہے یا نہیں، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ کے مدرسہ ''اشرفُ المدارس'' ہردوئی سے اس پر مفصّل فتویٰ جاری ہوا جس پر ہندوستان کے بڑے بڑے مدارس کی طرف سے تصدیقات حاصل ہوئیں، پھر یہ فتویٰ پاکستان کے بڑے جامعات میں بھی غور کے لئے بھیجا گیا، پاکستان کے بعض مدارس سے بھی اس فتوے پر آراء لکھی گئیں، اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کی طرف سے مؤرخہ ۱۴۱۹/۱/۵ھ کو جو رائے تحریر کی گئی وہ بہت مدلّل و مفصّل تھی، اس کا ایک اقتباس یہاں ذیل میں قارئین کے استفادہ کے لئے نقل کیا جا رہا ہے:

''سب سے پہلے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم بحیثیت مسلمان تکوینی اُمور کے مکلّف نہیں، بلکہ احکامِ شریعت

کے مکلّف ہیں لہٰذا اگر کسی شخص کے بارے میں یہ مقدّر ہو کہ وہ فلاں جگہ پر دفن ہوگا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس جگہ دفن کرنا شرعاً جائز یا مناسب تھا......لہٰذا صورتِ مسئولہ میں یہ استدلال درست نہیں ہے کہ چونکہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس شہر میں دفن نہیں کیا گیا جہاں ان کی وفات ہوئی بلکہ دوسرے شہر لے جایا گیا لہٰذا شرعاً بھی ایسا ہی ہونا چاہئے تھا، البتہ اصل دارومدار اس بات پر ہے کہ شرعاً میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جا کر دفن کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے خود فقہائے حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض مکروہ، جن میں سے بعض نے اس کے مکروہِ تحریمی ہونے کی بھی تصریح کی ہے لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ میت کو اسی شہر کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے، جہاں اس کا انتقال ہوا ہو، اور بلا عذر دوسرے شہر کی طرف منتقل کرنا نہیں چاہئے، لہٰذا اگر کسی بزرگ نے اس شرعی مسئلہ پر عمل کے لئے میت کو دوسرے شہر لے جانے سے منع کیا جبکہ ہمارے زمانہ میں اس نقل مکانی پر دوسرے متعدد مفاسد بھی مرتب ہونے لگے ہیں تو اس کو مورَدِ طعن بنانا ہرگز درست نہیں، بالخصوص جبکہ اس بزرگ کی حیثیت ایک مقتدا کی ہو اور وہ لوگوں کی اصلاح اور تربیت کی خاطر ایسا کرے، یہ اور بات ہے کہ شریعت میں نکیر کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں اور کسی غلط بات پر نکیر اس کی نکارت اور مفاسد کے بقدر ہی ہونی چاہئے۔

صورتِ مسئولہ میں نکیر کے لئے جو نمازِ جنازہ پڑھنے سے انکار اور میت کی قبر پر نہ جانے کی قسم کھانا مذکور ہے اس میں کوئی بات شرعاً ناجائز نہیں کیونکہ نمازِ جنازہ فرضِ کفایہ ہے اس لئے کسی کی نمازِ جنازہ میں شرکت نہ کرنے کو جبکہ دوسرے لوگوں نے اس کی نماز پڑھی ہو، ناجائز نہیں کہا جاسکتا ہے، اسی طرح کسی قبر پر جانا کوئی واجب نہیں ہے اس لئے وہاں نہ جانے کا عزم ظاہر کرنا یا اس پر قسم کھانا ایسا امر ہے کہ اس کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا، رہی یہ بات کہ اس مسئلہ میں نکیر جس درجہ کی کی گئی وہ زیادہ مناسب تھی یا اس سے کم درجہ کی نکیر بھی کافی ہوسکتی تھی تو اس میں آراء مختلف ہوسکتی ہیں اور مختلف حالات میں اس کا جواب مختلف ہوسکتا ہے، لہٰذا جس درجہ کی نسبتاً سخت نکیر سوال کے پہلے جواب میں مذکور ہے اس کو بھی شرعاً ناجائز نہیں کہا جاسکتا اور اس سے نرم درجہ کی نکیر بھی اصولاً جائز اور کافی ہے'' (ملاحظہ ہو فتاویٰ عثمانی ج اص ۶۲۸ تا ۶۲۹، مطبوعہ: مکتبہ معارف القرآن کراچی نمبر ۱۴)

اس موقعہ پر ایک علمی بحث اہلِ علم حضرات کی توجہ کی محتاج ہے، وہ یہ کہ بعض اہلِ علم حضرات نے ایسے اجتہادی مسائل جن میں اُصولِ شرعیہ کے ماتحت مختلف رائیں ہوسکتی ہیں ان میں روک ٹوک کرنے سے منع فرمایا ہے (ملاحظہ ہو معارف القرآن ج ۲ ص ۱۴۱)

لیکن یہاں یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ بہت سے اجتہادی فقہی احکام ایسے ہیں جو مثلاً فقہ حنفی کی رُو سے واجب، سنتِ مؤکدہ یا مکروہِ تحریمی وغیرہ ہیں اور دوسرے فقہاء کے نزدیک رائے اس سے مختلف ہے، اگر ان کی خلاف ورزی ایک حنفی مقلّد کرتا ہے تو کیا وہاں نہی عن المنکر کے تحت روک ٹوک نہیں کی جائے گی؟ جبکہ واجب، سنتِ مؤکدہ اور مکروہِ تحریمی کی خاص اصطلاحات اور ان کی تعریفات روک ٹوک کی مقتضی ہیں جن کی رُو سے خلاف ورزی کرنے پر ایک مقلد انسان فاسق، گنہگار اور حضور ﷺ کی شفاعت تک سے بعض صورتوں میں محروم قرار دیا گیا ہے۔ اگر ایسے مواقع پر روک ٹوک نہیں کی جائے گی تو پھر مثلاً ایک حنفی مقلد قرائت خلف الامام کرتا ہے یا حُرمتِ مصاہرت کی بعض ایسی صورتوں میں مبتلا ہے جو دوسرے فقہاء کے نزدیک مختلف فیہ ہیں تو ایسے مواقع پر منع کرنے اور روک ٹوک کرنے کے سلسلہ میں کیا ردِّعمل اختیار کیا جائے گا؟

اسی طرح مثلاً ایک حنفی مقلد گوہ (چھپکلی کی شکل کا بڑا جانور جسے عربی میں ''ضب'' کہا جاتا ہے) کھاتا ہے جو فقہ حنفی کی رُو سے ناجائز اور فقہ شافعی کی رُو سے جائز ہے تو کیا ایسے شخص پر روک ٹوک نہیں کی جائے گی؟ اس موضوع پر اہلِ علم حضرات کو غور کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ یہ بات منقّح ہو کہ قرآن کی خاص زبان کا مُنکَر اور فقہی منکر دو الگ الگ چیزیں ہیں یا ایک؟ اور مختلف فیہ و مجتہد فیہ مسائل میں فی نفسہٖ منکر ہونے اور فی غیرہٖ ہونے کے اعتبار سے کوئی فرق تو نہیں ہے؟ مثلاً یہ کہا جائے کہ ایک چیز ایک امام کے مقلد کے حق میں ہوسکتا ہے منکر ہو لیکن دوسرے امام کے مقلد کے حق میں اور قرآن کی خاص اصطلاح میں منکر نہ ہو۔ اس نکتہ پر اہلِ علم حضرات کو غور کرنے کی ضرورت ہے؟

❀ ......ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جناب حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتھم کی دعوت پر (مجلس صیانۃ المسلمین، لاہور کے اجتماع سے فارغ ہوکر) اسلام آباد تشریف لائے، اسلام آباد کے بعض ممتاز اہلِ علم حضرات کو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی اسلام آباد آمد کا پہلے ہی علم ہوگیا تھا، اس لئے مختلف مقامات پر پے در پے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے متعدد بیانات کا اعلان

ہو چکا تھا، جس میں فجر کی نماز سے لے کر شام تک کی نمازوں کے بعد کے اوقات کے علاوہ درمیان میں بھی کچھ مخصوص بیانات طلبہ وعلما کے لئے ترتیب دیئے گئے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو ہسار مسجد ایف ۶/۳۔اسلام آباد میں غالبًا عشاء کی نماز ادا فرمانے کے بعد حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کے دولت خانہ پر تشریف لائے جہاں حضرت کے قیام کا انتظام تھا، گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے صحن میں کرسیوں پر نشستوں کا انتظام کیا گیا تھا اور وہاں تشریف فرمانے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اگلے دن کے معمولات کے بارے میں استفسار فرمایا، جس کے جواب میں بعض حضرات نے پہلے سے ترتیب دیئے گئے تمام پروگراموں کی تفصیل بتلائی، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے غور سے سماعت فرمانے کے بعد فرمایا کہ اس پورے نظامُ الاوقات میں آرام اور کھانے کا کوئی ذکر نہیں، جس پر عرض کیا گیا کہ فلاں فلاں وقت آرام اور کھانے وغیرہ کا ہوگا، اس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو ٹھیک ہے، لیکن میں ایک انسان ہوں، کوئی فرشتہ نہیں ہوں، لہٰذا آرام اور طعام کی بھی ضرورت ہے اور اس کا بھی بیانات کے ساتھ ساتھ ذکر کرنا ضروری تھا، بہرحال اس کے بعد حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شہر میں اتنے سارے مقامات پر بیانات رکھنے کی کیا ضرورت تھی، کسی بھی ایک مرکزی مقام پر بیان رکھ لیا جاتا اور شہر کے دیگر افراد کو اطلاع دے دی جاتی، اس طرح ایک ہی وقت میں سب افراد شریک ہو کر بیان سُن لیتے، عرض کیا گیا کہ لوگ مختلف مقامات پر رہتے ہیں اور مختلف مقامات پر بیانات ہونے سے بہت سے افراد کو مستفید ہونے کا موقعہ مل جائے گا، اس کے جواب میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ہندوستان سے پاکستان تک پہنچ گیا ہوں تو کیا ایک شہر اسلام آباد کے لوگ کسی ایک مقام پر جمع نہیں ہو سکتے؟ اور لاہور میں فلاں مقام پر وعظ ہوا تھا، شہر کے دور دراز کے حصوں سے لوگ پہنچ گئے اور ایک جگہ پر جمع ہو کر سب نے وعظ سنا، لہٰذا ان سب بیانات کو کسی ایک بڑی جگہ مدغم اور جمع کر لیا جائے، عرض کیا گیا کہ اب تو مختلف اور متفرق مقامات پر بیانات کا اعلان ہو چکا ہے اور وقت پر لوگ وعظ سُننے کے لئے پہنچ جائیں گے اور آپ کے موجود نہ ہونے پر مایوس ہوں گے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جن حضرات نے اعلانات کئے ہیں، ان اعلانات کے ذمہ دار وہ اعلان کنندہ حضرات خود ہیں، کیونکہ میرے سے معلوم کر کے اور اجازت لے کر مختلف مقامات پر بیانات طے نہیں کئے گئے، لہٰذا اب اس کی تلافی کا طریقہ یہ ہے کہ متعلقہ

حضرات خود اپنے اپنے مقامات پر اعلان کریں کہ:

''ہم سے یہ غلطی ہوگئی تھی کہ معلوم کئے بغیر اور اجازت لئے بغیر متفرق مقامات پر وعظ طے کر دیئے تھے اور بوجوہ اتنی جگہ وعظ نہیں ہوسکیں گے، البتہ فلاں مقام پر وعظ ہوگا، جو حضرات چاہیں وہاں شریک ہو جائیں اور ہم عجلت اور جلد بازی میں اعلان کرنے کی وجہ سے قصور وار ہیں لہٰذا سب لوگوں سے معذرت خواہ ہیں''

عرض کیا گیا کہ لوگ تو موقعہ پر حاضر ہو جائیں گے، حضرت حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم بھی آنجناب کے ساتھ سفر میں شریک ہیں اگر اعلان شدہ مواقع پر ان کے بیانات ہو جائیں تو آنے والے حضرات مستفید ہوسکیں گے، اس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ قضیہ حکیم صاحب سے متعلق ہے، ان سے رابطہ کر لیا جائے، اگر وہ راضی ہوں تو مجھے کوئی عذر نہیں، چنانچہ حکیم اختر صاحب دامت برکاتہم سے رابطہ کر کے ان کے بیانات متعلقہ مقامات پر رکھے گئے اور مذکورہ معاملہ اس طرح اپنے انجام تک پہنچا۔

❁ ......حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ اسلام آباد کے سفر اور قیام کے دوران غالباً مغرب کی نماز سے پہلے کوہسار مسجد ایف، سکس، تھری (جو حضرت نواب صاحب دامت برکاتہم کی اسلام آباد قیام گاہ کے قریب واقع ہے) تشریف لائے، جب مؤذن صاحب نے مسجد کے اندر والے اسپیکر سے اذان دینا شروع کی تو حضرت نے فوراً مؤذن صاحب کو مسجد کے اندر اذان دینے سے روک دیا اور متنبہ فرمایا کہ اذان مسجد سے باہر دی جانی چاہیئے، مؤذن صاحب مسجد کے اندرونی ہال سے باہر تشریف لے گئے اور مسجد کے باہر صحن میں اذان دینا شروع کر دی، پیچھے پیچھے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اور آپ کی اتباع میں دیگر موجود حضرات بھی پہنچ گئے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مؤذن صاحب کے اذان دینے کی حالت میں قریب جا کر غور سے دیکھنا شروع کر دیا جس کا اندازہ مؤذن صاحب کو بھی اذان دینے کی حالت میں ہی ہو چکا تھا، اس لئے مؤذن صاحب پر اذان کے دوران وحشت اور کپکپی طاری تھی، خیر کسی طرح سے ڈرتے ڈرتے مؤذن صاحب نے اذان پوری کی، اذان مکمل ہونے اور اذان کی دعا پڑھنے کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اذان میں پائی جانے والی بعض کوتاہیوں کی نشاندھی کے بعد مؤذن صاحب سے سوال فرمایا کہ کیا یہ جگہ جہاں آپ نے اذان دی ہے مسجد سے باہر ہے یا مسجد میں داخل ہے؟ مؤذن صاحب کو شاید شرعی مسجد کی حدود کا پوری طرح علم نہیں تھا، اس لے دوسرے واقف

حضرات نے عرض کیا کہ یہ جگہ مسجد کے صحن اور مسجد کی شرعی حدود میں داخل ہے، اس پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مؤذن صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ کو مسجد میں اذان دینے سے منع کیا گیا تھا اور اس کے باوجود آپ نے مسجد میں ہی اذان دیدی، جگہ کی ہیر پھیر کرنے سے مسئلہ تو نہیں بدلتا، اندر کے ہال میں بھی وہی حکم تھا اور باہر صحن میں بھی وہی حکم ہے، فقہ کی کتابوں میں مسجد کے اندر اذان دینے کو ناپسند قرار دیا گیا ہے (اصل مسئلہ کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی کہ جب تک لاؤڈ اسپیکر نہیں چلے تھے مسجد کے باہر بلکہ اونچی جگہ اذان دی جاتی تھی، تاکہ باہر اچھی طرح آواز پہنچ جائے، اور لاؤڈ اسپیکر لگے ہوئے ہونے کی صورت میں مسجد کے اندر کھڑے ہوکر مائیک پر اذان دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سنت کی اتباع میں زیادہ اہتمام کو پسند فرماتے تھے) خیر اذان کے بعد مؤذن صاحب کچھ خائف ہوگئے تھے، اس لئے وہ ذرا کنارے پر اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے کچھ دور ہی رہے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جماعت وامامت کرانی تھی اور مؤذن صاحب حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی نظروں سے کچھ دور اور چھپے چھپے تھے، اقامت کے لئے بھی جلدی سے کسی کو ہمت نہیں ہو رہی تھی، ایک نو وارد اور اجنبی شخص نے اقامت کہی لیکن ان کی اقامت میں کچھ ایسی کوتاہیاں سامنے آئیں جو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو ناپسند تھیں، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نماز کی امامت فرمائی اور نماز و دعا اور بقیہ نماز وغیرہ سے فراغت کے بعد حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر سوال فرمایا کہ اقامت کن صاحب نے کہی تھی؟ اس کے جواب میں اقامت کہنے والے صاحب نے جلدی سے شاید حوصلہ افزائی کی امید پر اپنے آپ کو پیش کیا کہ حضرت میں نے کہی تھی، حضرت نے فرمایا کہ اذان تو آپ نے نہیں دی تھی اور اقامت کا اصل مستحق اذان دینے والا ہوتا ہے، کیا آپ نے مؤذن صاحب سے اجازت طلب کی تھی یا انہوں نے آپ کو بطورِ خود اجازت دی تھی، ان صاحب نے عرض کیا ایسی بات تو نہیں ہے، لیکن میں نے مسئلہ سنا ہے کہ امام کے مصلّے پر پہنچ جانے کے بعد اقامت بغیر کسی انتظار کے جلدی کہنی چاہئے، حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ تو درست ہے، لیکن یہ جلدی کہنے کا حکم تو مؤذن کے لئے ہے، ان کو یہ کام جلدی کرنا چاہئے تھا، ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت غلطی ہوگئی آئندہ خیال رکھوں گا، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اذان سے متعلق بعض سنن و مستحبات اور آداب پر روشنی ڈالی۔

اس موقعہ پر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مختصر بیان میں یہ بھی فرمایا **(بقیہ صفحہ ۹۷ پر ملاحظہ فرمائیں)**

مقالات و مضامین

محمد رضوان صاحب

ماہِ ذیقعدہ اور عشرۂ ذی الحجہ کے احکام

کیا ماہِ ذیقعدہ میں نکاح کرنا منع ہے؟

ماہِ ذیقعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ ہے، یہ مہینہ شوال اور ذی الحجہ کے مہینوں کے درمیان واقع ہے، ماہِ شوال کی پہلی تاریخ کو عید الفطر اور ماہِ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے، اس اعتبار سے ذیقعدہ کا مہینہ سال کے دو عظیم اسلامی تہواروں کے مہینوں کے درمیان والا مہینہ ہے، اسی لحاظ سے بعض حضرات اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مہینہ عیدین وغیرہ سے خالی کا مہینہ ہے اور جس طرح اس سے پہلے مہینہ میں اسلام کا اہم حکم ''عید الفطر'' واقع ہے اور اس سے اگلے مہینہ میں اسلام کا دوسرا اہم حکم ''عید الاضحیٰ'' واقع ہے، اس مہینہ میں ایسا کوئی حکم نہیں۔

مگر آج بہت سے مسلمانوں نے اس خالی ہونے کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ اس مہینہ میں نکاح اور شادی بیاہ کی تقریب بھی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ یہ خالی کا مہینہ ہے، لہٰذا اس مہینے میں اگر شادی بیاہ کی تقریب منعقد کی جائے گی تو وہ برکت سے خالی ہوگی۔

اسی لئے آج کل ہمارے علاقہ میں اکثر لوگ شوال کے مہینہ میں جلدی جلدی نکاح کر کے فارغ ہوجاتے ہیں کہ کہیں ذیقعدہ کا مہینہ شروع نہ ہوجائے۔

محرم اور صفر کے مہینہ کو تو پہلے ہی سے ہمارے اکثر عوام نے شادی بیاہ سے فارغ کر رکھا تھا کیونکہ ان کی غلط سوچ کے مطابق محرم غم کا مہینہ ہے اور شادی بیاہ کرنا غم کے بجائے خوشی کا تقاضا کرتی ہے اور صفر نحوست کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں کی ہوئی شادی، بیاہ نحوست والی ہوتی ہے، مگر اب ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی خالی کا مہینہ سمجھ کر شادی بیاہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ذیقعدہ، محرم اور صفر سمیت کوئی مہینہ، کوئی سال، کوئی ہفتہ، کوئی تاریخ، کوئی دن اور کوئی وقت ایسا نہیں، جس میں نکاح کرنا گناہ یا منع ہو یا پھر بے برکتی اور نحوست کا ذریعہ ہو۔

نکاح کرنا عبادت ہے اور اس عبادت کے لئے کوئی سال، کوئی مہینہ، کوئی ہفتہ یا دن وتاریخ اور وقت

Idara Ghufran

کوممنوع یا مکروہ قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے لئے وقت کو عام چھوڑ دیا گیا ہے کہ جب چاہیں اور جب ضرورت ہو نکاح کریں۔

مگر ہم لوگوں نے اپنی طرف سے اس سلسلہ میں بعض مہینوں کو ممنوع سمجھ لیا ہے، اور شریعت کی طرف سے دی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے آپ کو اس سے محروم کرلیا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف شریعت نے جن چیزوں پر پابندی لگائی تھی اور جن چیزوں سے منع کیا تھا، ان چیزوں سے اپنے آپ کو آزاد کررکھا ہے، چنانچہ آج کل شادی بیاہ میں جو خرافات ہو رہی ہیں وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں ، ناچ ،گانا، بے پردگی، بے حیائی ،تصویر سازی ،آتش بازی ،فضول خرچی، دکھلاوا، بڑائی، فخر وتفاخر، بناوٹ، وقت کا ضیاع اور نہ جانے کیا کیا خرابیاں آج ہماری عام شادی بیاہ کی تقریبات میں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں اور یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو عام حالات میں بھی گناہ ہیں، چہ جائیکہ نکاح جیسی عبادت کے ساتھ ان کو جمع کیا جائے، پھران گناہوں کے ساتھ نکاح کو خواہ شوال کے مہینہ میں انجام دیا جائے تب بھی بے برکتی اور نحوست کا باعث ہے، اور خواہ کسی اور مہینہ میں ہر حال میں ان گناہوں کے زہریلے اثرات انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

افسوس کہ جس چیز پر شریعت نے پابندی نہیں لگائی تھی اس چیز کی تو ہم نے اپنی طرف سے پابندی لگالی ہے مگر جن چیزوں پر شریعت نے ہمہ وقت پابندی لگائی تھی ان چیزوں سے ہم نے ہمیشہ کے لئے پابندی کو ہٹا دیا ہے، گویا کہ ہم دونوں طرح سے شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کر کے مجرم ہوئے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ نکاح عبادت ہے اور اس عبادت کے ساتھ ان گناہوں کو جمع کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ کوئی مسجد اور نماز کی عبادت کے ساتھ تصویر سازی، بے پردگی، ناچ، گانے اور باجے وغیرہ کو جمع کرے اور جس طرح مسجد کے اندر اور نماز کی عبادت میں مصروف ہونے کی حالت میں ان گناہوں کا ارتکاب کرنا گوارا نہیں کیا جاتا، اسی طرح نکاح کی عبادت میں بھی ان گناہوں کو گوارا نہیں کیا جانا چاہئے۔

اس ماہ میں کوئی خاص عبادت مقرر نہیں

اسی طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو خالی کا مہینہ کہنے کا مطلب یہ سمجھ لینا بھی ہرگز صحیح نہیں کہ اس مہینہ کو عبادت واطاعت سے بھی خالی اور فارغ ہے بلکہ اس کا صحیح مطلب اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوسکتا ہے تو وہ صرف

یہی ہے کہ یہ مہینہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ سے خالی ہے، لہٰذا خالی کا مطلب یہ سمجھنا کہ اس مہینہ میں کسی نیک عمل کی ضرورت نہیں اور شریعت کی طرف سے اس مہینہ میں کسی عمل کی بھی کوئی پابندی نہیں رہتی، یہ سراسر لاعلمی اور ناواقفی ہے، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ذیقعدہ کے مہینہ میں کوئی خاص عبادت جس کا تعلق صرف اس مہینہ سے ہو وہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں کی گئی۔

لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ یہ مہینہ شریعت کی طرف سے انسان کے لئے آزاد ہوا یہ سنگین غلطی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

ماہِ ذیقعدہ محترم ومبارک مہینہ ہے

ماہِ ذیقعدہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ مہینہ سال بھر کے ان چار مہینوں میں شامل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی شرف وفضیلت بخشی ہے، وہ چار مہینے یہ ہیں (۱) ذیقعدہ (۲) ذی الحجہ (۳) محرم (۴) رجب۔

ان مہینوں کی عظمت وبرتری اسلام کے آغاز سے بھی پہلے سے ہے اور اسلام سے پہلے دوسرے مذہبوں میں بھی تسلیم کی گئی ہے، یہاں تک کہ مکہ کے مشرکین شرک وکفر کی حالت میں بھی ان مہینوں کی عظمت وفضیلت کے قائل تھے، اسلام کے آغاز تک ان مہینوں میں احترام واکرام کی وجہ سے جہاد وقتال بھی منع تھا اور ساتھ ہی ان مہینوں میں عبادت واطاعت کی خاص فضیلت رکھی گئی تھی، اور اب بھی ان مہینوں میں عبادت کی فضیلت برقرار ہے، لہٰذا جو شخص ان مہینوں میں عبادت واطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خاص فضیلت واہمیت کی حامل ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ، موسیٰ علیہ السلام کو ''نئی شریعت اور توراۃ'' دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر تیس راتوں کا اعتکاف فرمانے کا وعدہ فرمایا اور پھر اس میں مزید دس راتوں کا اضافہ فرما کر کُل چالیس راتیں مکمل ہونے پر اُن کو ''شریعت اور تورات'' عطا کی گئی، چنانچہ ارشاد ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً (سورہ اعراف آیت ۱۴۲)

''اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور دس راتیں مزید اِن تیس راتوں میں (اضافہ کرکے) مکمل فرمادیں''

گویا کہ کُل چالیس راتیں کوہِ طور پر مسلسل گزروائی گئیں اور موسیٰ علیہ السلام کا ایک چلّہ پورا کرایا گیا۔
مشہور مفسر حضرت ابن عباس، حضرت مجاہد، حضرت مسروق وغیرہ رضی اللہ عنہم سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ چالیس راتیں ذوالقعدہ کے پورے مہینہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی تھیں (تفسیر قرطبی ج ۷)
علامہ جلالُ الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر ''درمنثور'' میں اس آیت کے ضمن میں حضرت ابن عباس اور بعض دیگر مفسرین سے مکمل سندوں کے ساتھ مذکورہ تفسیر نقل فرمائی ہے۔
امام ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''فَالْاَکْثَرُوْنَ عَلٰی اَنَّ الثَّلَاثِیْنَ هِیَ (ذُوالْقَعِدَةِ) وَعَشْرٌمِنَ ذِی الْحِجَّةِ رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَیْرِهٖ، فَعَلٰی هٰذَایَکُوْنُ قَدْ کَمُلَ الْمِیْقَاتُ یَوْمَ النَّحْرِوَحَصَلَ فِیْهِ التَّکْلِیْمُ لِمُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ، وَفِیْهِ اَکْمَلَ اللّٰهُ الدِّیْنَ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کَمَا قَالَ تَعَالٰی ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً ''(تفسیر ابن کثیر ج ۲ سورہ اعراف)

''اکثر حضرات کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور پر تیس راتیں ذیقعدہ کے مہینہ کی اور دس راتیں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی تھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہی مروی ہے، لہٰذا اس تفصیل کی روشنی میں موسیٰ علیہ السلام کی میعاد عیدالاضحیٰ کے دن مکمل ہوئی تھی، اور اسی دن اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا، اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مکمل فرمایا تھا اور دین کی تکمیل کی بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں نازل فرمائی تھی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (سورہ مائدہ آیت ۳)

ترجمہ: ''آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے (ہر طرح) کامل کر دیا (قوت میں بھی جس سے کفار کو مایوسی ہوئی اور احکام وقواعد میں بھی) اور (اس اکمال سے) میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا (دینی انعام بھی کہ احکام کی تکمیل ہوئی اور دنیوی انعام بھی کہ قوت حاصل ہوئی اور اکمال دین میں دونوں آ گئے) اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے (ہمیشہ کو) پسند کر لیا''

ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت

ذوالقعدہ کا مہینہ ختم ہوتے ہی ذی الحجہ کے مہینہ کی ابتدائی دس عظیم فضیلت کی حامل راتیں شروع ہوجاتی ہیں، اور جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لئے ذوالقعدہ کے مہینہ کے اختتام پر یعنی ذی الحجہ کا چاند نظر آنے پر قربانی ہونے تک اپنے جسم کے کسی بھی حصہ کے بال اور ہاتھ پیروں کی انگلیوں کے ناخن نہ کاٹ کر شریعت کا حکم پورا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ گویا کہ ذی الحجہ کے مہینہ کا آغاز بھی خاص شان کے ساتھ ہوتا ہے، کیونکہ اس مہینہ کے پہلے عشرہ کو اللہ ربُّ العزت نے بہت ہی اونچا مقام عطا فرمایا ہے۔

معلوم ہوا کہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کا خصوصیت کے ساتھ ذی الحجہ کا پہلا عشرہ بہت مبارک ہے۔

قرآن مجید کے تیسویں پارے میں سورہ فجر میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (سورہ فجر)

”قسم ہے فجر (کے وقت) کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں (یعنی دس تاریخوں) کی (کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں كَذَافُسِّرَ فِى الْحَدِيْثِ) اور جُفت کی اور طاق کی (جفت سے مراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ ہے كَذَافِى الْحَدِيْثِ“) (بیانُ القرآن)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس آیت کی تفسیر مندرجہ ذیل لفظوں میں بیان کی گئی ہے۔

عَنْ جابر رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فِىْ قَوْلِهٖ تَعَالىٰ: (وَلَيَالٍ عَشْرٍ) قَالَ: عَشْرُ الْاَضْحٰى (وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ) قَالَ (اَلشَّفْعُ) يَوْمُ الْاَضْحٰى (وَالْوَتْرُ) يَوْمُ عَرَفَةَ رواه البزار واحمد ورجالهما رجال الصحيح غير عياش بن عقبة وهو ثقة (مجمع الزوائد ج ۷ رقم ۱۱۴۹۰)

ترجمہ: ”حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے قول ”وَلَيَالٍ عَشْرٍ“ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ اس سے مُراد عید الاضحیٰ یعنی ماہِ ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قول ”وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ“ میں ”شفع“ سے مُراد عیدالاضحیٰ کی تاریخ یعنی دس ذی الحجہ کا دن اور ”وتر“ سے مراد عرفہ کی تاریخ یعنی نو ذی الحجہ کا دن ہے“

تفسیر قرطبی میں ہے:

وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعِكْرَمَةَ وَاخْتَارَهُ النُّحَاسُ وَقَالَ حَدِيْثُ اَبِى الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ

هُوَالَّذِیْ صَحَّ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَاصَحُّ اِسْنَادٍ مِنْ حَدِیْثِ عِمْرَانِ بْنِ حُصَیْنٍ فَیَوْمُ عَرَفَةَ وَتْرٌ لِاَنَّهٗ تَاسِعُهَا وَیَوْمُ النَّحْرِ شَفْعٌ لِاَنَّهٗ عَاشِرُهَا (تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۳۹)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس اور حضرت عکرمہ کا یہی قول ہے اور حضرت نحاس نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت ابوزبیر کی حضرت جابر سے منقول یہ روایت نبی ﷺ سے سب سندوں سے زیادہ صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، لہٰذا عرفہ کا دن ''وتر'' ہے اس لئے کہ وہ نویں ذی الحجہ کی تاریخ ہے، اور عیدالاضحیٰ کا دن ''شفع'' ہے، اس لئے کہ وہ دسویں ذی الحجہ کی تاریخ ہے (تفسیر قرطبی)

امام ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَالَّلیَالِی الْعَشْرُ اَلْمُرَادُ بِهَا عَشْرُ ذِی الْحِجَّةِ وَهُوَقَوْلُ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَیْرِ وَمُجَاهِدٍ وَغَیْرِوَاحِدٍ مِّنَ السَّلَفِ (مختصر تفسیر ابن کثیر ج۳ بضمن سورہ فجر)

ترجمہ: ان دس راتوں سے مراد ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ہے اور یہی حضرت ابن عباس حضرت ابنِ زبیر اور حضرت مجاہد وغیرہ جیسے سلفِ صالحین کا قول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَامِنْ اَیَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْهَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ'' یَعْنِیْ اَیَّامَ الْعَشْرِ، قَالَ قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ؟ قَالَ: ''وَلَاالْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلاً خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَالِهٖ، ثُمَّ لَمْ یَرْجِعْ مِنْ ذٰلِکَ بِشَیْءٍ'' (صحیح بخاری فی الجمعة، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجه ودارمی فی الصوم ومسند احمدواللفظ لهٗ، الترغیب والترهیب ج ۲ ص۱۲۷)

''کوئی دن ایسا نہیں ہے کہ جس میں نیک عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں اِن (ذی الحجہ کے) دس دنوں کے نیک عمل سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے بھی بڑھ کر ہے مگر وہ شخص جو جان اور مال لے کر اللہ کے راستے میں نکلے، پھر ان میں سے کوئی چیز بھی واپس لے کر نہ آئے'' (سب اللہ کے راستے میں قربان کردے، اور شہید ہوجائے یہ ان دنوں کے نیک عمل دوسرے سے بھی بڑھ کر ہے)

Idara Ghufran

(بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی ومسند احمد)

اس صحیح اور صریح حدیث سے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں ہر قسم کے نیک کام کی عظیم فضیلت ثابت ہوئی، کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی افضل ہے، البتہ جو شخص اپنی جان و مال اللہ کے راستہ میں قربان کردے اس کی فضیلت اس عشرہ کی نیکی سے بڑھی ہوئی ہے۔ اور مذکورہ حدیث میں کیونکہ عشرۂ ذی الحجہ میں عام اور مطلق ''نیک عمل'' کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ جو بھی نیک عمل اس عرصہ میں کیا جائے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب ترین شمار کیا جاتا ہے، لہٰذا اس عشرہ میں جس جس نیک عمل کی توفیق بھی حاصل ہوجائے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اور اس پورے عشرہ کی صحیح قدر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اللہ عزَّ وجلَّ کا کتنا بڑا فضل وکرم ہے کہ اس عشرہ میں کئے جانے والے نیک عمل کا درجہ ''جہاد فی سبیل اللہ'' سے بھی زیادہ محبوب اور پسندیدہ قرار دے دیا، کیا اب بھی اس عشرہ میں کوتاہی اور غفلت اختیار کرنے کی گنجائش رہ گئی ہے؟

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس سلسلہ میں مزید تفصیل ذکر کی گئی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''اللہ تعالیٰ کے یہاں ان (ذی الحجہ) کے دس دنوں کے عمل سے زیادہ عظیم اور محبوب ترین کوئی عمل نہیں، لہٰذا تم ان دنوں میں کثرت سے ''**لا الٰہ الا اللہ**'' کا اور ''**اللہ اکبر**'' کا اور ''**الحمدللہ**'' کا اور ''**سبحان اللہ**'' کا ورد کیا کرو'' (احمد، بیہقی وطبرانی فی الکبیر)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے ہر نیک عمل کی عظمت اور محبوبیت اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوسرے (عام) دنوں کے مقابلہ میں زیادہ بڑھی ہوئی ہے، اور خصوصیت کے ساتھ چند اذکار واوراد ایسے ہیں جن کی ان ایام میں کثرت رکھنی چاہئے اور وہ اذکار یہ ہیں (۱) **لا الٰہ الا اللہ** (۲) **اللہ اکبر** (۳) **الحمدللہ** (۴) **سبحان اللہ**۔ ان کلمات میں اللہ تعالیٰ کی توحید، اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور کبریائی، اللہ تعالیٰ کی حمد اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کی گئی ہے، گویا کہ یہ کلمات اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کا اجمالی مجموعہ ہیں، اگر ان کلمات کی تشریح شروع کی جائے تو اوراق ختم ہوجائیں، زندگیاں گزر جائیں مگر ان کلمات کی کما حقہٗ تشریح وتفصیل بیان نہ ہوسکے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وَاعْلَمْ اَنَّهٗ يُسْتَحَبُّ الْاِكْثَارُ مِنَ الْاَذْكَارِ فِيْ هٰذَا الْعَشْرِ زِيَادَةً عَلٰى غَيْرِهٖ

وَيُسْتَحَبُّ ذَالِكَ فِيْ يَوْمِ عَرَفَةَ اَكْثَرَ بَاقِي الْعَشْرِ (الاذكار النووية)

یعنی یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مستحب ہے اور ذی الحجہ کے دن اس عشرہ کے باقی دنوں سے بھی زیادہ ذکر کرنا افضل ہے (الاذکار النوویہ)

تفسیر درِ منثور میں بیہقی کے حوالہ سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ:

”اللہ تعالیٰ نے تمام شہروں میں سے مکہ مکرمہ کو منتخب فرمایا اور زمانوں میں سے اشہرحرام (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کے مہینوں) کو منتخب فرمایا، اور مہینوں میں سے محبوب ترین مہینہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذی الحجہ کا مہینہ ہے اور ذی الحجہ کے مہینہ کا پہلا عشرہ اس سے بھی زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے دنوں میں سے جمعہ کے دن کو محبوب قرار دیا اور راتوں میں سے شب قدر کو اور دن رات کے اوقات میں فرض نمازوں کے اوقات زیادہ محبوب قرار دیئے اور کلاموں میں **لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر ، سبحان اللہ اور الحمدللہ** کو سب سے زیادہ پسند فرمایا“ (تفسیر درمنثور ج۴)

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ مندرجہ بالا احادیث وروایات پر عمل کرتے ہوئے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں گناہوں سے بچتے ہوئے زیادہ سے زیادہ نیک اعمال جمع کرنے اور سمیٹنے کی فکر کریں اور مذکورہ بالا اذکار کا جتنا ممکن ہو سکے چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے معمول بنالیں۔ایک روایت میں ہے کہ:

”دنیا کے افضل ترین دن ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے دن ہیں“ (رواہ البزار عن جابر، قال الہیثمی فی موضع اسنادہٗ حسن وفی آخر رجالہٗ ثقات، فیض القدیر للمناوی ج۲)

امام مناوی رحمہ اللہ اس فضیلت کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں،

لِاجْتِمَاعِ اُمَّهَاتِ الْعِبَادَةِ فِيْهِ وَهِيَ الْاَيَّامُ الَّتِي اَقْسَمَ اللّٰهُ بِهَا فِي التَّنْزِيْلِ بِقَوْلِهٖ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ، وَلِهٰذَا سُنَّ الْاِكْثَارُ مِنَ التَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالتَّحْمِيْدِ فِيْهِ وَنِسْبَتُهَا اِلَى الْاَيَّامِ كَنِسْبَةِ مَوَاضِعِ النُّسُكِ اِلٰى سَائِرِ الْبُقَاعِ (فیض القدیر حوالہ بالا)

”ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اُمّہاتُ العبادۃ (تمام عبادتوں کی مائیں) جمع ہیں (یعنی حج، قربانی، عیدالاضحیٰ وغیرہ) اور انہی دنوں کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسم کھائی ہے، چنانچہ فرمایا ”والفجر ولیال عشر“ اور اسی وجہ سے اس عشرہ میں کثرت سے

لا الٰہ الا اللہ ، اللہ اکبر ، سبحان اللہ اور الحمدللّٰہ وغیرہ کا ورد کرنا سنت ہے، اور اس عشرہ کی نسبت دوسرے دنوں کے مقابلہ میں ایسی ہی ہے، جیسا کہ حج کے احکام ادا ہونے کے مقامات (بیت اللہ، سعی کی جگہ، منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ) کی نسبت زمین کے دوسرے حصوں کے مقابلہ میں ہے“

پہلے عشرہ میں روزے رکھنا

مشہور محدث امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ریاض الصالحین میں یہ باب قائم فرمایا ہے: بَابُ فَضْلِ الصَّوْمِ وَغَيْرِهِ فِي الْعَشْرِ الْاُوْلٰى مِنْ ذِي الْحِجَّةِ“ یعنی یہ باب ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں روزہ وغیرہ کی فضیلت کے بارے میں ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے:

”مَامِنْ اَيَّامٍ اَحَبُّ اِلَى اللهِ تَعَالٰى اَنْ يُّتَعَبَّدَ لَهٗ فِيْهَا مِنْ عَشْرِ ذِى الْحِجَّةِ يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ فِيْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ “(بحواله كنزالعمال ج ۵)

”یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے اعتبار سے ذی الحجہ کا پہلا عشرہ محبوب ترین دنوں میں سے ہے، اس کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے“

امام ترمذی نے اگرچہ اس حدیث کو غریب قرار دیا ہے، لیکن اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

مَنْ صَامَ اَيَّامَ الْعَشْرِ كُتِبَ لَهٗ بِكُلِّ يَوْمٍ سَنَةً غَيْرَيَوْمِ عَرَفَةَ فَاِنَّهٗ مَنْ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ كُتِبَ لَهٗ صَوْمُ سَنَتَيْنِ (كنزالعمال ج ۸ بحواله ابن نجارعن جابر)

ترجمہ: ”جس نے ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے دنوں میں روزہ رکھا تو اس کو ہر روزہ کے بدلہ میں ایک سال کے روزوں کے برابر ثواب دیا جائے گا، سوائے نو ذی الحجہ کے روزہ کے، کہ اس کا ثواب دو سال کے روزوں کے برابر عطا کیا جائے گا“

اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا کہ ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں روزے رکھنا مستحب ہے (عمدۃ الفقہ)

البتہ نو ذی الحجہ کے روزہ کی فضیلت کئی صریح اور صحیح احادیث سے ثابت ہے اور وہ اس عشرہ کے دوسرے

دنوں کے روزے سے بھی زیادہ ہے۔

۹/ذی الحجہ کے روزہ کی فضیلت

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَۃَ قَالَ ''یُکَفِّرُ السَّنَۃَ الْمَاضِیَۃَ وَالْبَاقِیَۃَ'' (مسلم فی الصیام واللفظ لہٗ مسنداحمد)وقد روی المنذری ھذا الحدیث من وجوہ فی الترغیب والترھیب ج ۲ ص۶۷تا۶۹ .

''حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سے عرفہ (یعنی ۹ ذی الحجہ) کے روزہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس کے بارے میں آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا ''(۹ ذی الحجہ کا روزہ رکھنا) ایک سال گذشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے''

عرفہ کے دن روزے کی فضیلت اور بھی کئی احادیث وروایات میں آئی ہے، جن میں سے چند روایات بطورِ نمونہ ملاحظہ ہوں: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

عَدْلُ صَوْمِ یَوْمِ عَرَفَۃَ بِسَنَتَیْنِ سَنَۃً مُقْبِلَۃً وَسَنَۃً مُتَأَخِّرَۃً (رواہ دارقطنی،کنزالعمال ج ۵ ص ۶۷رقم حدیث۱۲۰۸۵ اعن ابن عمرقال السیوطی فی الجامع الصغیر ج ۴ تحت رقم حدیث۵۴۰۷ صحیح)

''یعنی نو ذی الحجہ کا روزہ دو سال کے روزوں کے برابر ہے، ایک سال آئندہ کے اور ایک سال گزشتہ کے''

صَوْمُ یَوْمِ عَرَفَۃَ یُکَفِّرُ سَنَتَیْنِ مَاضِیَۃً وَمُسْتَقْبِلَۃً وَصَوْمُ عَاشُوْرَآءَ یُکَفِّرُسَنَۃً مَاضِیَۃً (رواہ مسنداحمد،مسلم ،ابوداؤد عن ابی قتادۃ ، کنزالعمال ج ۵ ص ۶۷رقم حدیث ۱۲۰۸۱)

''نو ذی الحجہ کا روزہ دو سال (کے صغیرہ گناہوں کی معافی) کا کفارہ بن جاتا ہے، ایک سال گذشتہ کے اور ایک سال آئندہ کے، اور عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ ایک سال گذشتہ (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ بن جاتا ہے''

صَوْمُ یَوْمِ عَرَفَۃَ کَفَّارَۃُ السَّنَۃِ الْمَاضِیَۃِ وَالْمُسْتَقْبِلَۃِ (رواہ طبرانی فی الاوسط عن ابی سعید کنزالعمال ج ۵ ص۶۷رقم حدیث۱۲۰۸۲)

ترجمہ: ''نو ذی الحجہ کا روزہ گذشتہ اور آئندہ سال (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ ہے''

مَنْ صَامَ یَوْمَ عَرَفَۃَ کَانَ لَہٗ کَفَّارَۃُ سَنَتَیْنِ (رواہ الطبرانی عن ابن مسعود، کنزالعمال ج

۵ ص ۵۷رقم حدیث ۱۲۱۱۲)

ترجمہ: ''جس نے نو ذی الحجہ کا روزہ رکھا تو یہ اس کے دو سال (کے صغیرہ گناہوں) کا کفارہ ہو جائے گا''

لہٰذا ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں جتنے بھی ہو سکیں روزے رکھ کر اور خصوصیت و اہمیت کے ساتھ نو ذی الحجہ کا روزہ رکھ کر عظیم فضائل حاصل کرنا چاہئیں۔

پہلے عشرہ میں بال اور ناخن نہ کاٹنا

قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد قربانی کرنے تک اپنے ناخن نہ کاٹے اور سر، بغل اور ناف کے نیچے، بلکہ بدن کے کسی حصہ کے بال بھی نہ کاٹے چنانچہ حدیث میں ہے:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِذَارَاَیْتُمْ ھِلَالَ ذِی الْحِجَّةِ وَاَرَادَاَحَدُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلْیُمْسِکْ عَنْ شَعْرِہٖ وَاَظْفَارِہٖ (مسلم فی الاضاحی واللفظ لہٗ، ترمذی، نسائی، ابوداؤد،ابن ماجہ،دارمی فی الاضاحی واحمد)

﴿ترجمہ﴾ ام المؤمنین حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب ذی الحجہ کا چاند نظر آجائے (یعنی ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہو جائے) اور تم میں سے کسی کا قربانی کرنے کا ارادہ ہو تو وہ جسم کے کسی حصہ کے بال اور ناخن نہ کاٹے'' (مسلم ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

لیکن یاد رہے کہ یہ حکم مستحب درجہ کا ہے ضروری درجہ کا نہیں لہٰذا اگر کوئی شخص قربانی سے پہلے بال یا ناخن کٹالے تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے اور اس سے قربانی میں کوئی خلل نہیں آتا البتہ قربانی سے پہلے اگر چالیس روز گذر گئے ہوں تو پھر ناخن کاٹنا اور ناف کے نیچے اور بغل کے بالوں کی صفائی ضروری ہے، یاد رہے کہ کم از کم ایک مٹھی کی مقدار داڑھی رکھنا ہمیشہ واجب ہے اور اس سے کم کرنا یا مونڈنا باتفاقِ امت جائز نہیں۔

✪......نو ذی الحجہ کی فجر سے لے کر تیرہ ذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد مرد، عورت، مقیم ومسافر، حاجی وغیر حاجی، تنہا اور جماعت سے نماز پڑھنے والے ہر ایک پر ایک مرتبہ تکبیر تشریق پڑھنا واجب ہے اور مسبوق ولاحق مقتدی پر بھی بقیہ نماز سے فراغت پر یہ تکبیر کہنا واجب ہے، اور تکبیر تشریق یہ ہے: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ''

مقالات ومضامین

محمد رضوان صاحب

حج سے متعلق چنداصلاح طلب پہلو

نام ونمود کے لئے حج کرنا

بعض لوگ حج وعمرہ نام ونمود، نیک نامی اوراپنی مالداری ظاہر کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اوراسی لئے جانے سے پہلے ہی ان کی طرف سے اپنے حج کرنے کا عام اعلان کردیا جاتا ہے، دعوتوں کی پارٹیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ کوئی آرہا ہے کوئی جارہا ہے، گھر میں بھی بے پردہ عورتوں اورمردوں کا ہجوم ہوتا ہے (جس میں بدنظری اور بے پردگی کا گناہ بھی عام ہوتا ہے) اورایک شور ہنگامہ آرائی کا سماں برپا ہوتا ہے۔

آخر حج ایک فریضہ ہے جیسے نماز روزہ ایک فریضہ ہے، اس میں شور، ہنگامہ کی کیا ضرورت ہے، پھر جولوگ اس قسم کی ہنگامہ آرائی میں مبتلا ہوتے ہیں ان لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ نماز کا اہتمام ہے. نہ روزے اورزکوٰۃ کا اورنہ ہی دوسرے گناہوں سے بچنے کا۔ اگر حج اللہ کا حکم سمجھ کراوراللہ کوراضی کرنے کے لئے کیا جارہا ہے توکیا نماز، روزہ، زکوٰۃ اورگناہوں سے بچنا حکمِ خداوندی نہیں ہے؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ان چیزوں پرعمل نہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس قسم کا شوراور ہنگامہ اورحاجی، الحاج وغیرہ جیسے مشہوراور بڑے القاب نماز روزہ اورزکوٰہ کی ادائیگی اورگناہوں سے بچنے میں نہیں ملتے اورنہ ہی بڑے مالدار ہونے کی شہرت ہوتی ہے، بلکہ یہ دوسرے اعمال خاموشی سے ادا ہوجاتے ہیں اس لئے ان احکام کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی۔ حالانکہ دکھلاوے اورریاکاری سے ثواب سے محرومی، عذاب میں گرفتاری ہوتی ہے اوروہ دنیا جس کی تلاش میں دکھلاوا کیا گیا وہ بھی نہیں ملتی اوراگر ملتی بھی ہے وہ بھی چندروز کے بعد موت اورفناء کے گھاٹ اتر جاتی ہے، اورپھر یہ انسان اس کا مصداق ہوجاتا ہے کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

حدیث شریف میں ہے کہ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے'' (بخاری ومسلم) اورجب نیتوں میں اخلاص نہ رہا بلکہ اپنی شہرت اورنام طلبی پیدا ہوگئی تو پھر حج وعمرہ کی مقبولیت کہاں سے حاصل ہوگی؟ کئی احادیث میں ریا اوردکھلاوے کو شرک فرمایا گیا ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ ''تم پر (یعنی اُمت پر) میں سب سے زیادہ شرکِ اصغر (یعنی چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ شرکِ اصغر (یعنی چھوٹا شرک) کیا ہے؟ آپ نے فرمایا دکھاوا'' (مشکوٰۃ) ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ خداوند عالم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس نے کوئی عمل ایسا کیا جس میں میرے کسی غیر کو شریک کرلیا تو اس کو اس کے عمل کے ساتھ چھوڑ دوں گا (یعنی اس عمل کا کوئی اجر نہ دوں گا) اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ جلَّ شانہٗ نے فرمایا میں اس سے بری ہوں اور وہ عمل اسی کے لئے ہے جس کے لئے اس نے کیا ہے (مشکوٰۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ جُبُّ الحزن (غم کے گڑھے) سے پناہ مانگو عرض کیا گیا یا رسول اللہ! جُبُّ الحزن (یعنی غم کا گڑھا) کیا ہے؟ فرمایا دوزخ میں ایک گڑھا ہے، جس سے روزانہ چار سو مرتبہ دوزخ بھی خود پناہ مانگتی ہے، صحابہ نے پوچھا اس گڑھے میں کون داخل ہوں گے؟ فرمایا وہ عبادت گزار جو اپنے اعمال کا دکھاوا کرتے ہیں (مشکوٰۃ)

اس لئے حج کرنے والے اشخاص کو اپنی نیتوں میں (اخلاص پیدا کرنا چاہئے اور نام ونمود، اور دکھلاوے سے بڑے اہتمام کے ساتھ بچنا چاہئے۔

قرآن وسنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے عمل میں وزن پیدا کرنے والی بنیادی چیزیں دو ہیں ایک اخلاص دوسرے صدق۔ اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ جو عمل کیا جائے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی بھلائی ہو اور صدق یہ ہے کہ جو عمل کیا جارہا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو، لہٰذا نیت میں اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حج کرنے سے پہلے حج کے مسائل اور احکام اچھی طرح سیکھ لئے جائیں۔

حاجی کے گلے میں ہار اور پھول پتیاں

بعض جگہ حاجی کو رخصت کرتے وقت گلے میں مختلف قسم کے ہار پہنائے جاتے ہیں اور سر کے اوپر پھول پتیاں وغیرہ بکھیری جاتی ہیں، شرعاً یہ چیزیں بھی خلافِ سنت اور قابلِ ترک ہیں، اس قسم کے ہار ڈالنا قرآن وسنت اور صحابۂ کرام وسلفِ صالحین سے کہیں ثابت نہیں، مشرکین اپنے بتوں پر پھول چڑھاتے ہیں اور بدعتی لوگ ان کی حرص میں قبروں اور مزارات پر چڑھاتے ہیں۔ اب زندہ لوگوں اور حج کرنے والوں پر بھی چڑھائے جانے لگے، اس کی کوئی اصل معلوم نہیں ہوتی۔ اس رسم میں مندرجہ ذیل

خرابیاں بھی پائی جاتی ہیں۔

(۱)...... یہ رسم کافروں، فاسقوں اور فیشن پرستوں نے ایجاد کی ہے اور انہی میں زیادہ رائج ہے، اور حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے (ابوداؤد واحمد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص کفار وفساق کی وضع اختیار کرے گا وہ گناہ میں ان کا شریک ہوگا۔

(۲)...... عام طور پر یہ طریقہ صرف ایک رسم اور نمود ونمائش کے طور پر رائج ہے اور رسم ورواج ونام ونمود سے بچنا ضروری ہے۔

(۳)...... حاجی کی شان یہ ہے کہ وہ زیب وزینت اور اس قسم کی نمود ونمائش سے پاک وصاف ہوکر عاجزی وانکساری والی حالت پیدا کرے اور یہ ظاہر ہے کہ مذکورہ رسم اس شان کے خلاف ہے۔

(۴)...... اگر احرام کی حالت شروع ہوگئی ہو اور پھولوں میں خوشبو ہو تو ان کا گلے میں ڈالنا اور ان کی خوشبو کا جسم اور لباس پر لگنا نیز اس خوشبو کا سونگھنا ممنوع ہے (اگرچہ صرف اتنے عمل سے کفارہ وغیرہ لازم نہیں آتا)

(۵)...... اگر نوٹوں کا ہار (جیسا کہ بعض لوگ نوٹوں کا ہار پہناتے ہیں) اور ان پر تصاویر بنی ہوئی ہوں تو اس حالت میں خاص کر انکا گلے میں لٹکانا درست نہیں، کیونکہ تصاویر کا گلے میں لٹکانا بُت پرستوں کے مشابہ ہے۔

(۶)...... عام طور پر اس عمل اور رسم میں اسراف اور فضول خرچی کا ارتکاب ہوتا ہے اور فضول خرچی کا گناہ ہونا واضح ہے۔

(۷)...... اس عمل سے حج کرنے والے کے دل میں عجب وتکبر اور دکھلاوا پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے جس سے حج مقبول کے ثواب سے محرومی کا خطرہ ہے۔

اس قسم کی خرابیوں کی وجہ سے اس رسم سے بچنا ضروری ہے (ماخذۂ زبدۃ المناسک مع عمدۃ المناسک، فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۳۲ وغیرہ باضافہ وتغیر)

حاجی کو رخصت کرتے وقت اور واپسی پر تصویر سازی

بعض لوگ حاجی کو رخصت کرتے وقت مختلف مراحل پر احرام وغیرہ کی حالت میں تصویریں بناتے ہیں، تاکہ اس منظر کو یادگار کے طور پر محفوظ رکھا جاسکے اور دوسرے لوگوں کو بھی دکھلایا جاسکے۔

حالانکہ تصویر سازی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت مبغوض عمل ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ فرماتے

ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جن لوگوں کو سخت ترین عذاب ہوگا ان میں تصویر بنانے والے بھی ہیں (صحیح بخاری، صحیح مسلم) اور یادگار کے طور پر رکھنا یا دوسروں کو دکھانا ایسی ضرورت اور مجبوری نہیں جس میں تصویر کی اجازت دی جاسکے۔

عورت کا شرعی محرم کے بغیر حج یا عمرے کے سفر پر جانا

بعض عورتیں حج وعمرہ جیسی مقدس عبادت کا آغاز اس گناہ کے ساتھ کرتی ہیں کہ شرعی محرم کے بغیر ہی چل پڑتی ہیں حالانکہ ایسا کرنا شرعاً جائز نہیں، سخت گناہ کی بات ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہرگز کوئی مرد کسی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور ہرگز کوئی عورت سفر نہ کرے جب تک اس کے ساتھ کوئی محرم نہ ہو، یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! فلاں فلاں غزوہ میں میرا نام لکھ لیا گیا ہے اور میری بیوی حج کرنے کو نکل چکی ہے (لہٰذا میں کیا کروں؟ اس کے جواب میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث شریف سے تین اہم باتیں معلوم ہوئیں، پہلی یہ کہ کوئی مرد کسی بھی نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ رہے اور اس کی وجہ دوسری حدیث میں اس طرح بیان کی گئی ہے کہ کوئی مرد جب کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو وھاں ان دونوں کے علاوہ تیسرا شیطان بھی ضرور ہوتا ہے (ترمذی شریف)

اور وہ شیطان دونوں کے جذبات ابھارتا اور دلوں میں غلط کام کا وسوسہ ڈالتا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو خواتین غیر محرم کے ساتھ یا بغیر محرم کے تنہا حج کا سفر کرتی ہیں اس خرابی کا بھی قوی اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ کہیں نہ کہیں اور کسی نہ کسی طرح خلوت ضرور لازم آتی ہے۔

دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ''کوئی عورت بغیر محرم کے ہرگز سفر نہ کرے'' اور اس حدیث میں چھوٹے، بڑے، قریب اور دور کے سفر کی کوئی قید و پابندی نہیں لگائی گئی اس لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ تھوڑا سفر بھی محرم کے بغیر نہ کیا جائے، اگرچہ ممنوع وہ سفر ہے جو اڑتالیس میل یا اس سے زیادہ کا ہو۔

تیسری اہم بات یہ معلوم ہوئی کہ ایک صحابی کا نام غزوہ میں شریک ہونے اور جہاد کے لئے لکھا جاچکا تھا مگر اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو جہاد کے بجائے بیوی کے ساتھ حج کرنے کا حکم دیا اور بیوی کے بغیر محرم حج پر جانے کو گوارا نہیں فرمایا اور اس کے مقابلہ میں جہاد میں شریک نہ ہونے کو گوارا فرمایا، یہ اس زمانے کی بات

ہے جو خیر القرون کا زمانہ تھا اور صحابۂ کرام جیسی عظیم اور پاکیزہ جماعت حج میں شریک ہوتی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ ایسا کوئی سفر کرے جو تین دن (یعنی ۴۸ میل) یا اس سے زیادہ ہو، مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا باپ ہو یا اس کا بیٹا ہو یا شوہر ہو یا بھائی ہو یا (کوئی دوسرا) محرم ہو (صحیح مسلم ج ا ص ۴۳۴)

تشریح: مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو اپنے محرم یا شوہر کے بغیر ۴۸ میل یعنی سوا ستتر کلو میٹر یا اس سے زیادہ کا سفر کرنا جائز نہیں سخت گناہ ہے کہ بغیر اپنے محرم کے سفر نہ کرنے کو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے کے ساتھ بیان کیا ہے، جس کی مخالفت سے کتنی سخت تنبیہ اور وعید معلوم ہوتی ہے اور حدیث شریف میں چونکہ بغیر محرم کے سفر کرنے کی عام ممانعت آئی ہے اسی لئے علمائے کرام اور محققین نے فرمایا ہے کہ سفر کسی طرح کا ہو، یعنی دین کے لئے ہو مثلاً حج وعمرہ وغیرہ کے لئے، یا دنیا کے لئے (بلکہ دین کے سفر کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں اس حکم کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے جیسا کہ نماز کے اندر گناہ کرنا نماز کے باہر گناہ کرنے سے زیادہ شدید ہوتا ہے) اور یہ سفر کسی طرح سے ہو، یعنی ریل سے ہو یا موٹر کار سے، پانی کے جہاز سے ہو یا ہوائی جہاز وغیرہ سے، اور عورت کسی طرح کی ہو، یعنی سفر کرنے والی عورت جوان ہو یا بوڑھی اور اکیلی ایک عورت ہو یا بہت ساری عورتوں کا قافلہ ہو ممانعت سب صورتوں میں ہے (والتفصیل فی کتب الفقہ والفتاویٰ)

ایک عورت کا محرم کسی دوسری عورت کے لئے معتبر نہیں

بعض اوقات کسی ایک عورت کے ساتھ اس کا اپنا محرم یا شوہر موجود ہوتا ہے، اور کوئی دوسری عورت (جس کا یہ شخص اپنا محرم نہیں ہوتا) اس پہلی عورت سے کسی قسم کا تعلق یا رشتہ داری ہونے کی بنیاد پر اپنے آپ کو بھی ساتھ میں شامل کر کے اس شخص کو اپنا محرم تصور کر لیتی ہے، (جیسے سالی اپنی بہن کے ساتھ ہونے کی وجہ سے بہنوئی کو اپنے لئے بھی محرم کے قائم مقام سمجھ لیتی ہے) اور سمجھتی ہے کہ اب مجھے علیحدہ سے اپنے براہِ راست محرم کی ضرورت نہیں، حالانکہ یہ خیال اور سوچ بھی قطعاً غلط ہے کیونکہ شرعی لحاظ سے محرم وہ معتبر ہوگا جو اپنا محرم ہو کسی دوسری عورت کا محرم ہونا کافی نہیں خواہ وہ عورت اپنی کتنی قریبی رشتہ والی کیوں نہ ہو کیونکہ حدیث شریف میں براہِ راست اپنے محرم کے ہونے کی صاف قید لگی ہوئی ہے، درمیان کی عورت کے واسطہ سے کچھ فرق نہیں پڑتا یہ غلط فہمی بہت سے لوگوں اور عورتوں کے ذہن میں جمی ہوئی ہے اور آسانی سے نکلتی نہیں۔

عورتوں کا حج کے موقعہ پر اور آمد ورفت میں بے پردگی کا مظاہرہ

عورتوں کو احرام کی حالت میں بھی نامحرموں سے پردہ کرنا لازم اور ضروری ہے، اور جو یہ بات مشہور ہے کہ حج یا عمرہ میں پردہ نہیں یہ غلط اور دین سے ناواقفیت کی علامت ہے، حالت احرام میں بلاشبہ چہرے پر کپڑا لگنے سے بچنے کا حکم ہے، لیکن چہرہ پر کپڑا نہ لگانا اور چیز ہے اور نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولنا دوسری چیز ہے، حکم یہ ہے کہ عورت احرام کی حالت میں چہرہ پر کپڑا نہ لگنے دے، لیکن اس سے یہ کیسے لازم آیا کہ نامحرموں کے سامنے چہرہ کھولے رہے؟

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر (مزدلفہ سے منیٰ کو واپس ہوتے ہوئے) فضل بن عباس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری پر پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اسی عرصہ میں قبیلہ بنی خثعم کی ایک عورت (مسئلہ معلوم کرنے کے لئے) بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی، فضل بن عباس اس عورت کی طرف دیکھنے لگے اور وہ عورت ان کو دیکھنے لگی (چونکہ نظر کی حفاظت مرد اور عورت دونوں کیلئے ضروری ہے اور حج جیسی مقدس عبادت کے موقع پر تو اس کی حفاظت اور زیادہ ضروری ہے، اس لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فضل بن عباس کا چہرہ پکڑ کر دوسری طرف کو پھیر دیا (جس سے دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے سے محفوظ ہو گئے) اس کے بعد اس عورت نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ بلاشبہ اللہ کا فریضہ یعنی حج میرے بوڑھے والد کے ذمہ لازم ہو گیا ہے (اور وہ اس قدر بوڑھے اور ضعیف ہیں کہ) سواری پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے ہیں تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں ”باپ کی طرف سے حج کرلو“ (بخاری شریف)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حج کے سفر میں مردوں اور عورتوں کو بدنظری سے بچتے رہنا ضروری ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ”حج کے موقعہ پر، عرفہ کے دن ایک (نوجوان) شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا وہ نوجوان عورتوں پر نظریں ڈالنے لگا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے برادر زادے! بلاشبہ یہ وہ دن ہے کہ جو شخص (آج) اپنے کانوں اور آنکھوں کو اور اپنی زبان کو قابو میں رکھے گا (یعنی ان اعضاء کو گناہوں سے بچائے گا) اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے (ترغیب وترھیب بحوالہ مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث میں مغفرت کی بشارت اعضاء کی حفاظت کرنے پر سنائی گئی ہے اور حج کے موقعہ

پر نظر کی حفاظت کا اور غیر محرم کی طرف نظر نہ ڈالنے کا صاف ذکر ہے، جس سے نامحرم کو نہ دیکھنے اور پردہ کرنے کا حکم ثابت ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ (سفر حج میں) ہمارے قریب سے حاجی لوگ گزرتے تھے اور ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھے ہوئے تھیں (چونکہ احرام میں عورت کو منہ پر کپڑا لگانا منع ہے اس لئے ہمارے چہرے کھلے ہوئے تھے اور چونکہ پردہ کرنا حج میں بھی لازم ہے) اس لئے جب حاجی لوگ ہمارے برابر سے گزرتے تو ہم بڑی سی چادر کو سر سے گرا کر چہرے کے سامنے لٹکا لیتیں اور جب حاجی لوگ آگے بڑھ جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتی تھیں (مشکوٰۃ ص ۲۳۶ بحوالہ ابوداؤد، وشرعی پردہ)

فائدہ: اس حدیث سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ نامحرموں کو چہرہ دکھانا یا دیکھنا احرام کی حالت میں بھی منع ہے، اور نامحرم سامنے ہونے کی صورت میں کسی بڑی چادر یا ایسی چیز سے چہرہ چھپا کر پردہ کرنا ضروری ہے جو چہرے پر نہ لگے۔

کیا عورت کے احرام کا کوئی کپڑا مخصوص ہے؟

عورت کو احرام کی حالت میں اصل حکم یہ ہے کہ اس کے چہرے پر کوئی کپڑا وغیرہ نہ لگے، اس پابندی کے علاوہ خواتین کو لباس کے بارے میں اور کوئی بھی پابندی نہیں ہے، جو لباس عام حالات میں پہنتی ہیں وہی لباس احرام کی حالت میں بھی پہننا جائز ہے، بہت سی عورتیں احرام کی حالت میں سفید رنگ کے کپڑے پہننا ضروری سمجھتی ہیں، یہ غلط ہے۔ اسی طرح بہت سی عورتیں مخصوص قسم کے رومال کو جو سر پر باندھا جاتا ہے احرام سمجھتی ہیں، حالانکہ عورت کے لئے احرام میں کوئی خاص کپڑا شریعت نے مقرر نہیں کیا، صرف اتنا ضروری ہے کہ چہرے کو کپڑا نہ لگے۔ اس لئے سر پر باندھنے والے رومال کو ضروری یا احرام سمجھنا غلط ہے، اگر کوئی عورت سر کے بالوں کے پردہ اور بال ٹوٹنے سے محفوظ رکھنے کے لئے باندھ لے تو کوئی حرج نہیں لیکن چونکہ آجکل اکثر عورتیں اسی کو احرام سمجھتی ہیں یا کم از کم ضروری خیال کرتی ہیں اس وجہ سے اس سے بچنا ہی بہتر ہے، علاوہ ازیں اس رومال کو باندھنے میں عورتیں مندرجہ ذیل خرابیوں میں بھی مبتلاء ہوتی ہیں۔

(۱)......اس رومال کو پیشانی اور چہرے کے حصہ پر باندھ لیتی ہیں جبکہ چہرے کو کپڑا لگنے سے بچانا احرام کی حالت میں ضروری ہے خواہ چہرے کے پورے حصہ پر لگایا جائے یا بعض حصہ پر (چہرے کے جس حصہ کو وضو میں دھونا ضروری ہے اس پر کپڑا لگانا منع ہے)

(۲)......بعض عورتیں وضو کے وقت بھی یہ رومال نہیں کھولتیں اس کے اوپر سے سر کا مسح کر لیتی ہیں جس سے نہ وضو ہوتا ہے اور نہ نماز (ماخذہٗ احسن الفتاویٰ ج ۴ص ۶۷۵ تغیر)

طواف کے وقت مختلف دعائیں پڑھنا

بہت سے لوگ طواف کرتے ہوئے مختلف قسم کی دعائیں پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور باآوازِ بلند پڑھنے کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں، جس میں مردوں کے علاوہ بہت سی خواتین بھی مبتلا ہیں اور بعض لوگ تو اجتماعی انداز میں آوازیں ملا کر ترنم کے ساتھ دعائیں پڑھنے کا التزام کرتے ہیں۔ کسی ایک کو اپنا مقتدا بنا لیتے ہیں جو ان کو مختلف دعائیں کہلواتا ہے اور دوسرے خواتین وحضرات پھر اس کے ساتھ ساتھ دھراتے ہیں، حالانکہ شریعت نے طواف کی حالت میں کوئی خاص دعا مقرر نہیں کی جس کا پڑھنا لازم اور ضروری ہو اور اس کے بغیر طواف نہ ہوتا ہو یا ناقص اور ادھورا ہوتا ہو۔ اگر طواف کے دوران کچھ بھی نہ پڑھا جائے بلکہ خاموشی کے ساتھ خشوع وخضوع کو ملحوظ رکھتے ہوئے پورا کر لیا جائے تو طواف صحیح ہو جاتا ہے اور اس میں کسی قسم کی کمی اور گناہ بھی نہیں ہوتا۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ خاموش رہنے کے بجائے ذکر واذکار اور دعا میں مشغول ہونا بہتر اور افضل ہے، لیکن اس میں بھی کوئی خاص دعا مقرر نہیں، بلکہ جس دعا اور ذکر میں دل لگے اور جس دعا کی اپنے لئے ضرورت محسوس کرے خشوع وخضوع اور اخلاص کے ساتھ آہستہ آہستہ آواز میں کر لے۔ علمائے کرام نے بعض دعائیں کتابوں میں لکھی ہیں مذکورہ شرائط کے ساتھ وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ مگر اس طرح بلند آواز میں پڑھنا جس سے دوسروں کے ساتھ اپنے آپ کو بھی تکلیف یا خلل واقع ہو جائز نہیں۔ اور خواتین کا باآوازِ بلند پڑھنا اور بھی زیادہ برا ہے کیونکہ عورت کو بلاضرورت اپنی آواز نامحرموں کو سنانا جائز نہیں اور طواف میں آواز بلند کرنا کوئی ضروری نہیں جیسا کہ پیچھے گزرا، اور مسجدِ حرام میں کسی گناہ کا کرنا بہت بڑی شدت رکھتا ہے، جو لوگ اجتماعی طور پر جتھوں کی شکل میں دعائیں پڑھنے کا التزام کرتے ہیں اس میں اور بھی خرابیاں ہیں۔ مثلاً بعض اوقات ہجوم ہوتا ہے اور دوسروں کو ساتھ رکھنے کی وجہ سے رکنا پڑتا ہے، یا بیتُ اللہ کی طرف سینہ یا پشت ہو جاتی ہے جو مستقل گناہ ہے، پس جب کہ کسی خاص دعا کا پڑھنا ضروری ولازم نہیں تھا اس کی خاطر اتنی ساری خرابیوں میں مبتلاء ہونا کونسی عقلمندی اور فائدے کی بات ہے (طریقہ حج وعمرہ واحسن الفتاویٰ تغیر)

عرفات میں مسجدِ نمرہ میں خطبہ سننے کو ضروری سمجھنا

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ عرفات میں مسجد نمرہ میں جو خطبہ دیا جاتا ہے اور پوری دنیا میں نشر ہوتا ہے، حج

کرنے والے کے لئے اس کو جا کر سننا ضروری ہے اور اگر یہ خطبہ نہ سنا جائے تو وقوفِ عرفہ صحیح نہیں ہوتا یا ناقص ہوتا ہے اور نہ سننے میں گناہ ہوتا ہے یہ سوچ غلط ہے، اپنے مقام پر رہتے ہوئے وقوف کر لینا کافی ہے خواہ خطبہ کی آواز بھی سنائی نہ دے، اور مسجد نمرہ جانے آنے اور اپنے خیمے، سامان اور ساتھیوں وغیرہ تک بعافیت واپس پہنچنے میں آجکل بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں، اس لئے خطبہ سننے کے لئے مسجد نمرہ جانے کا اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں۔

عرفات میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھنا

بعض لوگ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی کر کے پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ عرفات میں بہرحال ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھی جاتی ہے خواہ تنہاء پڑھیں یا جماعت کے ساتھ اور خواہ اپنے خیمے میں جماعت کریں یا مسجد نمرہ میں جا کر جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ حالانکہ عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی پڑھنا فقہ حنفی کے مطابق واجب اور ضروری نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ سنت ہے، دوسری بات یہ ہے کہ ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھنا اس وقت جائز اور صحیح ہے جبکہ چند شرائط پائی جائیں اور آجکل وہ تمام شرائط عام طور پر نہیں پائی جاتیں مثلاً ایک شرط یہ ہے کہ امامِ وقت (یعنی امام المسلمین) یا اس کے نائب کی اقتداء میں یہ نمازیں پڑھی جائیں لہٰذا اگر اپنے خیموں میں تنہا یا با جماعت نماز ادا کی جائے گی تو یہ شرط نہیں پائی جائے گی لہٰذا اس طرح ظہر اور عصر کو ملا کر نماز پڑھنا صحیح نہیں اور اگر مسجد نمرہ میں جا کر با جماعت نماز پڑھی جائے تو وہاں اگرچہ امام المسلمین یا اس کا نائب تو ہوتا ہے لیکن یہ امام آجکل عموماً مقیم ہونے کے باوجود ظہر اور عصر کی نمازوں میں قصر کرتا ہے جبکہ جمہور صحابہ اور فقہ حنفی کے مطابق مقیم امام کو یہاں قصر کرنا جائز نہیں اور حنفی مقتدی کی نماز (خواہ وہ مقتدی مسافر ہو یا مقیم) اس کے پیچھے اس صورت میں صحیح نہیں ہوگی۔ علاوہ ازیں اپنے خیمے سے نکل کر مسجد نمرہ تک پہنچنے اور وہاں سے واپس اپنے خیمہ میں آنے میں بہت سا وقت خرچ ہو جاتا ہے اور پیدل آنے جانے میں کافی حد تک تکان بھی ہو جاتا ہے (جس کی وجہ سے وقوف اور حج کے دوسرے اعمال میں کمزوری واقع ہوتی ہے) نیز بعض حاجی صاحبان راستہ بھول جانے کی وجہ سے اپنے خیموں تک نہیں پہنچ پاتے جس کے نتیجہ میں ساتھیوں اور اپنے آپ کے پریشان ہونے اور سامان وغیرہ کے گم ہو جانے کا بھی قوی اندیشہ ہوتا ہے اور عام طور پر یکسوئی و دلجمعی نہیں رہتی کہ دل اپنے سامان یا ساتھیوں کی طرف اٹکا رہتا ہے۔ پس ان تمام پریشانیوں اور خرابیوں سے بچنے کا آجکل راستہ یہی ہے کہ اپنے اپنے خیموں میں ظہر اور عصر علیٰحدہ علیٰحدہ

اپنے اپنے وقتوں میں ادا کی جائے اور یکسوئی و دلجمعی کے ساتھ وقوف کیا جائے (ماخوذ از عامۃ کتب الفقہ والفتاویٰ)

بلا شرعی عذر کے دوسرے سے رمی کرانا

دس، گیارہ اور بارہ ذی الحجہ یعنی تینوں دنوں کی رمی کرنا مرد وعورت سب پر واجب ہے اس کے چھوڑ دینے پر دم لازم ہے مرد، عورت، بیمار و ضعیف سب کو خود جا کر اپنے ہاتھ سے رمی کرنی چاہئے کسی دوسرے کو اپنا نائب بنا کر رمی کرانا بلا شرعی عذر کے جائز نہیں۔ آجکل اس مسئلہ میں بہت غفلت ہو رہی ہے، معمولی، معمولی باتوں کی وجہ سے دوسروں کے ذریعہ سے رمی کرالی جاتی ہے خاص طور پر خواتین تو اس معاملہ میں بہت ہی غفلت ولا پرواہی کا شکار ہیں اور عام طور پر مردوں کے واسطہ سے اپنی رمی کروا کر فارغ، مطمئن اور بے فکر ہو جاتی ہیں۔ ایسا کرنا بالکل جائز نہیں۔ اس سے دام واجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے خواتین وحضرات یہ سنگین غلطی ہرگز نہ کریں، وہاں کسی کی باتوں میں بھی نہ آئیں اور نہ ہی دیکھا دیکھی دوسروں کے اس غلط طرز عمل سے متأثر ہوں۔ بلا شرعی عذر کے اپنا واجب چھوڑ کر گناہ گار نہ ہوں اور اپنے حج کو ناقص نہ کریں، البتہ شرعی عذر ہو تو دوسرے کو کہہ کر اور اس کو اپنا نائب بنا کر رمی کرانا جائز ہے۔

رمی کے بارے میں معذور کون کہلائے گا؟

رمی کے بارے میں شرعی عذر یعنی جس میں دوسرے کے ذریعہ رمی کرانا جائز ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ اتنا بیمار یا کمزور ہو کہ وہ کھڑے ہو کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا اور جمرات تک (گاڑی، چیئر کرسی، یا کسی کی پیٹھ وغیرہ پر) سوار ہو کر جانے میں بھی سخت تکلیف یا مرض (جو پہلے سے موجود ہے) بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہے، پیدل چلنے کی طاقت نہیں اور جمرات تک جانے کے لئے کوئی بھی سواری نہیں ملتی (معلم الحجاج بتغیر) ایسا شخص شرعاً معذور ہے، یہ اگر دوسرے شخص کو اپنی رمی کا وکیل / نمائندہ یا نائب بنا دے اور وہ پھر اس کی طرف سے رمی کر دے تو جائز اور صحیح ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھ لیں کہ آج کل دین کے احکام سے غفلت اور بے اعتنائی کی وجہ سے کم ہمتی یا ذرا سی بیماری و کمزوری میں بہت سے خواتین وحضرات بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں جو کہ صحیح نہیں لہٰذا حقیقت میں ایسی معذوری کا ہونا ضروری ہے جس میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہو یا مذکورہ تفصیل کے مطابق معذوری پائی جائے اور یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص دور دراز ملک سے سفر کر کے حرمین شریفین بلکہ وہاں سے منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ پہنچ سکتا ہے اور اپنے ملک واپسی کا بھی انتظام کرنا ہی ہے اس کے لئے

جمرات تک جانا کوئی بعید نہیں خصوصاً آج کے دور میں جبکہ ہر قسم کی سہولیات اور سواریاں (چیر کرسی وغیرہ) بآسانی مہیا ہو جاتی ہیں کوئی بھی مشکل کام نہیں جبکہ رمی کرنے والا خود بھی منیٰ میں موجود ہو جہاں کہ رمی کی جاتی ہے، لیکن ع خواجہ اگر تو ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں۔

ہجوم کی وجہ سے دوسرے سے رمی کرانا

بعض حضرات اور خاص کر خواتین ہجوم یعنی رَش کو عذر بنا کر کسی دوسرے کے ذریعہ سے اپنی رمی کرا لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہجوم میں ہم جیسے کس طرح رمی کر سکتے ہیں؟ حالانکہ شرعی عذر کے بغیر دوسرے سے رمی کرانے کی اجازت نہیں۔ اور ہجوم کا ہونا شرعی عذر میں داخل نہیں (عذر کی تفصیل پیچھے گزر چکی) اگر ہجوم کو بنیاد بنا کر کسی مرد یا عورت نے رمی نہیں کی اور دوسرے کے ذریعہ کرادی تو یہ رمی معتبر نہیں ہوگی اور دم لازم ہوگا اور رمی نہ کرنے کا گناہ علیحدہ ہوگا۔ رہا ہجوم کے ڈر کا مسئلہ تو اس کا حل یہ ہے کہ اولاً تو خوامخواہ کا وہم کافی نہیں اگر ہمت اور حوصلہ کو استعمال نہ کیا جائے تو سہل سے سہل کام بھی دشوار معلوم ہوتا ہے اور اگر واقعی ایسا سخت ہجوم ہو تو ایسی صورت میں ہجوم ختم ہونے پر شام یا رات وغیرہ کو رمی کرنی چاہیئے اور شریعت کی طرف سے دی ہوئی رات کی سہولت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۳۵، خیر الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۳۳ زبدۃ و معلم الحجاج)

تکان کی وجہ سے دوسرے سے رمی کرانا

بعض حضرات عرفات و مزدلفہ وغیرہ کے معمولات کی وجہ سے تھکے ماندے ہوتے ہیں وہ یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ اب اتنی طاقت و قوت نہیں کہ خود جا کر رمی کریں۔ اس لئے اپنی رمی دوسرے سے کراتے ہیں، خوب سمجھ لیجئے کہ صرف تھکے ہوئے ہونا بھی شرعی عذر میں داخل نہیں جب تک کہ گذشتہ تفصیل کے مطابق معذوری نہ پیدا ہو۔ لہٰذا تھکے ہوئے ہونے کو عام حالات میں عذر خیال کر کے دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں، جب ایک شخص اپنے وطن سے دور دراز کا سفر کر کے مکہ/مدینہ، منیٰ اور وہاں سے عرفات پھر مزدلفہ اور وہاں سے منیٰ میں پہنچ سکتا ہے تو اب منیٰ میں رہتے ہوئے جمرات تک پہنچنا ان تمام مراحل کے مقابلہ میں کوئی مشکل کام نہیں، پس اس قسم کے نفسانی حیلوں کو بنیاد بنا کر حج کی عظیم سعادت سے محرومی بہت بڑی نادانی اور ناعاقبت اندیشی کی علامت ہے۔

سخت ہجوم میں رمی کرنا

بعض لوگ افضلیت حاصل کرنے یا کراہت سے بچنے کے لئے، یا بلا وجہ صرف جلد ذمہ داری سے بری

ہونے اور دسویں تاریخ کو احرام سے جلدی نکلنے کے خیال سے سخت ہجوم اور رش کے وقت گھس کر کسی نہ کسی طرح دھکا پیل کر کے کنکریاں مارنے کا بہت اہتمام کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں ہر سال رمی کے دوران متعدد موتیں واقع ہوجاتی ہیں۔اس طرح ہجوم کے اندر گھس کر رمی کرنے میں کئی خرابیاں اور گناہ لازم آتے ہیں مثلاً:

(۱)......سخت ہجوم میں جان جانے یا سخت تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے، جبکہ جان بچانا فرض ہے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا جائز نہیں، قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ: وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (بقرہ) ''یعنی اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو''

(۲)......سخت ہجوم میں اپنے آپ سے دوسروں کو تکلیف پہنچنے یا جان جانے کا خطرہ ہے جبکہ کسی مسلمان کو تکلیف پہنچانا یا اس کی موت کا سبب بننا گناہ ہے۔

(۳)......سخت ہجوم میں اطمینان وسکون کے ساتھ کنکریاں مارنے کا موقع میسر نہیں آتا جس کے نتیجہ میں کنکریاں صحیح مقام پر نہیں لگتیں اور رمی کی صحیح ادائیگی کا پورا ہونا باقی رہ جاتا ہے۔

(۴)......سخت ہجوم میں رمی کرنے میں رمی کی تمام سنتوں کا لحاظ نہیں ہو پاتا اور الٹ سلٹ کسی نہ کسی طرح مار کر بلکہ جان بچا کر نکلنے کی فکر سوار رہتی ہے۔

لہٰذا سخت ہجوم میں کنکریاں مارنے سے پرہیز کرنا چاہئے، زور آور اور طاقت ور لوگوں خاص کر نوجوانوں کو اگر اپنی طاقت وقوت پر گھمنڈ ہو تو کم از کم دوسروں کا ہی خیال کر لینا چاہئے۔لہٰذا جب ہجوم کم یا ختم ہوجائے اس وقت کنکریاں مارنے جائیں، عام طور پر شام کے وقت سورج غروب ہونے سے پہلے ہجوم نہیں ہوتا، اس وقت کنکریاں مارنے جائیں، اس وقت بھی زیادہ ہجوم ہو تو انتظار کریں جب ہجوم نہ رہے اس وقت ماریں خواہ مغرب یا عشاء کے بعد۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی ضروری ہے کہ رات میں کنکریاں مارنا اس صورت میں مکروہ ہے جب بغیر عذر کے ایسا کیا جائے اور عذر کی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔اور مندرجہ بالا خرابیوں سے بچنے کی وجہ سے رات میں رمی کرنا امید ہے کہ عذر میں داخل ہوگا۔یہ بھی یاد رکھیں کہ مندرجہ بالا خرابیوں کا ارتکاب کر کے مستحب وقت کی مطلوبہ فضلیت ہرگز حاصل نہیں ہوسکتی، جہاں تک احرام سے جلد فراغت کا تعلق ہے تو اس بارے میں سمجھ لیجئے کہ اولاً تو حج جیسی مقدس ومعظم عبادت کی زندگی میں بار بار توفیق نہیں ہوتی لہٰذا یہ

پابندیاں زندگی میں بار بار نہیں آتیں۔ دوسرے جب حج کی خاطر دور دراز کے سفر کی مشقتیں برداشت کی ہیں اور اس سے پہلے بھی احرام وغیرہ کی پابندیاں انجام دی ہیں تو اب صرف چند گھنٹوں کے لئے احرام کی پابندیاں نبھانا کونسا مشکل ہے؟ اور جب احرام بھی نہ ہو (جیسا کہ عام طور پر گیارہویں اور بارہویں تاریخ کی رمی کرتے وقت احرام نہیں ہوتا، تب تو یہ احرام کی پابندی کا عذر بھی باقی نہیں رہتا، اس کے باوجود پھر بھی خوامخواہ کی جلد بازی میں پڑ کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا کہاں کی عقلمندی ہے کیونکہ اس صورت میں تو احرام والا عذر بھی نہیں رہا (حج وعمرہ باضافہ وترمیم)

حج اور عیدالاضحیٰ کی قربانی میں فرق

بہت سے ناواقف لوگ عیدالاضحیٰ اور حج کی قربانی (یعنی دمِ شکر) میں فرق نہیں سمجھتے اور حج کی قربانی کو عام عیدالاضحیٰ والی قربانی سمجھ کر کرتے ہیں، جو غلط ہے کیونکہ یہ دونوں قربانیاں الگ الگ ہیں چنانچہ حجاج کرام حج تمتع کرنے کے بعد جو جانور دسویں یا گیارہویں، بارہویں تاریخ میں منیٰ یا حرم کی حدود میں قربان کرتے ہیں وہ دم شکر کہلاتا ہے اور یہ قربانی حج کے شکریہ میں کی جاتی ہے اور جو عیدالاضحیٰ کی قربانی ہوتی ہے وہ ہر مقام پر رہنے والے صاحب نصاب مقیم شخص پر واجب ہے۔ حاجی پر سفر کی وجہ سے عیدالاضحیٰ کی قربانی واجب نہیں۔ البتہ اگر کوئی حاجی قربانی کے دنوں میں یعنی دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ میں وہاں شرعی مقیم ہے کہ پوری نماز پڑھ رہا ہے اور قربانی کے دنوں میں وہ عیدالاضحیٰ کی قربانی کے نصاب کا مالک ہے تو اس پر دمِ شکر (حج کی قربانی) کے علاوہ عیدالاضحیٰ کی قربانی بھی واجب ہے یہ عیدالاضحیٰ کی قربانی وہ خواہ منیٰ یا حرم کی حدود میں کرے یا حرم کی حدود سے باہر کسی بھی جگہ میں ذبح کرے یا اپنے وطن میں کرادے۔ کیونکہ عیدالاضحیٰ کی قربانی حج یا منیٰ کے ساتھ خاص نہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی شخص نے دمِ شکر (خاص حج کی قربانی) کو عیدالاضحیٰ والی قربانی سمجھ کر کیا تو اس کا دم شکر ادا نہیں ہوگا اور وہ اس کے ذمہ بدستور باقی رہے گا۔ اور اگر دم شکر ادا کرنے سے پہلے احرام کھول دیا، خواہ عیدالاضحیٰ والی قربانی کر چکا ہو تو اس پر دمِ شکر کے علاوہ ایک اور دم بھی ترتیب کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے لازم ہو جائے۔ پھر اگر اس شخص نے ایام نحر یعنی ۱۰/۱۱/۱۲/ ذی الحجہ کے اندر یہ دم شکر ادا نہیں کیا تو تاخیر کی وجہ سے تیسرا دم بھی لازم ہو جائے گا، اس طرح اسے عیدالاضحیٰ کی قربانی سمیت چار قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ اور حج مبرور ومقبول سے محرومی کا بھی خدشہ ہوگا (احسن الفتاویٰ۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل، طریقہ حج وعمرہ بتغیر)

حاجیوں کا بینک کے ذریعہ قربانی کرنا

آج کل سعودی عرب میں حجاجِ کرام کے لئے قربانی کا اہتمام بینک کے ذریعے کیا جانے لگا ہے، بہت سے لوگ آسانی کے لئے بینک میں رقم جمع کرا دیتے ہیں اور بینک کی طرف سے رسید حاصل کر لی جاتی ہے۔جس میں عام طور پر دسویں تاریخ کو قربانی کا وقت درج ہوتا ہے اور تقریباً تمام حجاج کرام کو ایک ہی وقت بتلایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات تو قابلِ غور یہ ہے کہ لاکھوں حاجیوں کی خاص ایک مقررہ وقت پر قربانی ہونا سمجھ سے بالاتر ہے۔خدشہ ہے اس وقت سے پہلے ہو جائے یا بعد میں، پھر اگر قربانی خاص اس وقت پر ہوگئی تو ضروری نہیں کہ دسویں تاریخ کی رمی اس وقت سے پہلے کر کے فراغت حاصل کر لی گئی ہو۔جبکہ فقہ حنفی کے (مفتیٰ بہٖ قول کے) مطابق دسویں تاریخ میں حاجی کو مندرجہ ذیل تینوں عمل ترتیب وار کرنا واجب ہیں:

(۱)......سب سے پہلے رمی (یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں مارنا) (۲)......اس کے بعد دمِ شکر والی قربانی کرنا (۳)......اس کے بعد سر کے بال کٹا کر احرام سے باہر ہونا۔اس ترتیب کی خلاف ورزی کرنے سے دم لازم آجاتا ہے۔[۱] پس اگر یہ قربانی پہلے ہوگئی اور رمی بعد میں کی یا قربانی سے پہلے بال کٹا لئے یا رمی اور بال پہلے کٹا لئے اور قربانی دونوں کے بعد ہوئی تو ان تینوں صورتوں میں دم واجب ہو جائے گا۔

لہٰذا اس قربانی کا انتظام ایسے طریقہ پر کرنا واجب ہے کہ یہ قربانی پہلے دن کی رمی کے بعد اور بال کٹانے سے پہلے ادا ہو۔اور بینک میں قربانی کرانے سے اس ترتیب پر عمل مشکل ہے، علاوہ ازیں بینک کے ذریعے قربانی کرانے میں اس کا بھی یقین نہیں کہ جو جانور اپنی طرف سے ذبح کیا گیا ہے اس میں فقہ حنفی کے مطابق قربانی کے جانور والی تمام شرائط موجود ہیں یا نہیں اور حکومتی سطح پر تمام شرعی اصولوں کو ملحوظ رکھنا اتنے وسیع پیمانہ پر خطرہ سے خالی نہیں۔

بینک کے ذریعہ قربانی کرنے کا عذرِ لنگ

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ بینک کے ذریعہ حج کی قربانی کرنے سے گوشت ضائع ہونے سے بچ جاتا ہے، کیونکہ سعودی حکومت کی طرف سے گوشت کو غرباء وضرورتمندوں تک پہنچانے کا اہتمام وانتظام کیا جاتا ہے اور اپنے طور پر قربانی کی جائے تو عام طور پر گوشت کام میں نہیں آتا اور ضرورتمندوں تک نہیں پہنچتا۔

---

[۱] (اقول وفیه روایات ثلاثة عن ابی حنیفه رحمه الله ولکن هذه الروایة احوط (وراجع للتفصیل درس ترمذی ج ۳ ص ۱۵۱، ۱۵۲)

اس سلسلہ میں سمجھ لینا چاہئے کہ حج کے شکرانہ میں کی جانے والی قربانی میں اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی رضاء اوراس کے شکر میں ذبح کرنا اورخون بہانا ہے نہ کہ گوشت حاصل کرنا، پس یہ مقصود شرعی طور پر ذبح کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے خواہ گوشت استعمال میں آئے یا نہ آئے، دوسرے منیٰ وغیرہ میں ایسے حضرات موجود ہوتے ہیں جو اس گوشت کو استعمال میں لے آتے ہیں یا ضرورتمندوں تک پہنچادیتے ہیں جانور ذبح کر کے ان کو سپرد کیا جاسکتا ہے۔

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ دسویں تاریخ میں اتنے اعمال انجام دینے ہوتے ہیں کہ حاجی تھک ہار کر اس قابل نہیں رہتا کہ خود منیٰ وغیرہ میں جا کر جانور خریدے اور پھر ذبح کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو شروع سے لے کر حج کے تمام اعمال ہی میں مشقت ہے یہ صرف جانور ذبح کرنے کے ساتھ ہی خاص نہیں اوراسی مشقت پر حج کے اتنے عظیم فضائل کا وعدہ ہے، دوسرے جو شخص حج کی غرض سے ایک ملک سے دوسرے ملک اور پھر مکہ سے منیٰ، عرفات، مزدلفہ وغیرہ پہنچ سکتا ہے تو اس کے لئے منیٰ میں رہتے ہوئے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں جانا کوئی ناممکن کام نہیں، خصوصاً جبکہ قربانی کے لئے ہر ایک شخص کا فرداً فرداً جانا بھی ضروری نہیں بلکہ اپنے میں سے کسی ایک صحت منداور طاقتور شخص کوئی افراد اپنا نمائندہ اور وکیل بنا کر بھیج سکتے ہیں جو قربانی کے ضروری مسائل سے واقف ہو اور وہ شخص منیٰ میں ان حضرات کی طرف سے قربانی کر کے آجائے یا قربانی کر کے اطلاع دیدے اور پھر یہ سب لوگ بال کٹا کر احرام کھولدیں۔

تیسرے اگر یہ تمام طریقے مشکل یا ناممکن ہوں تو آخری مرحلہ میں یہ مسئلہ بھی ہے کہ دمِ شکر کی قربانی کا یہ جانور خاص منیٰ کی حدود میں ذبح کرنا ضروری نہیں بلکہ سنت ہے البتہ حرم کی حدود میں ذبح کرنا ضروری ہے لہٰذا منیٰ کے علاوہ حرم کی حدود میں کسی بھی جگہ یہ جانور ذبح کیا جاسکتا ہے، جس کے لئے یہ طریقہ بھی اختیار کیا جاسکتا ہے کہ پہلے سے جانور خرید کر حرم کی حدود میں کوئی جگہ خاص کر لی جائے اور ضرورتمندوں کا بھی انتخاب کرلیا جائے اور پہلے دن کی رمی کے بعد ذبح کردیا جائے۔ یہ عمل زیادہ سے زیادہ سنت کے مطابق نہیں ہوگا لیکن اس میں وہ خرابیاں لازم نہیں آئیں گی جو بینک کے ذریعہ قربانی کرانے سے لازم آتی ہیں اور پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔

بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ اگر بینک کے ذریعے قربانی کا مذکورہ طریقہ صحیح نہیں تو وہاں کی حکومت کی طرف سے اس کا کیوں انتظام ہوتا ہے؟ اور کیا وہاں علماء کرام موجود نہیں؟ اور بہت سے وہاں

کے علماء بھی اس کا فتویٰ دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو شریعت کے مقابلہ میں کسی قانون کی کوئی حیثیت نہیں جس طرح سعودی عرب کے علاوہ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک کے تمام قوانین اسلام کے مطابق نہیں اسی طرح سعودی عرب کے ہر ہر قانون کو بذاتِ خود حجت اور شریعت کے عین مطابق نہیں قرار دیا جاسکتا، دوسرے حنبلی مسلک زیادہ تر رائج ہے، لیکن فقہ حنفی کے مطابق یہ طریقہ صحیح نہیں، فقہ حنفی کے دلائل کتابوں میں موجود ہیں اور وہ اپنی جگہ قوی اور مضبوط ہیں اور فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والے شخص کو اس مسئلہ میں فقہ حنبلی پر چلنا اور عمل کرنا صحیح نہیں۔

خواتین اور مسجدِ حرام و مسجدِ نبوی کی نماز

آج کے پرفتن اور دین سے ناواقفیت کے دور میں جہاں حج کے سلسلہ میں بہت سی خرابیاں سامنے آرہی ہیں ان میں سے ایک اہم غلطی یہ بھی ہے کہ حج پر جانے والی خواتین یہ سمجھتی ہیں کہ ان کو مسجدِ حرام یا مسجدِ نبوی میں جاکر نماز پڑھنا ضروری ہے، یا یہ کہ اگر وہ وہاں رہتے ہوئے اپنی قیام گاہ پر نماز پڑھیں گی تو گناہ گار یا کم از کم حج وعمرہ وغیرہ کے ثواب سے محروم سمجھی جائیں گی۔۔اور اگر کوئی خاتون وھاں اپنی رہائش گاہ پر نماز پڑھ لیتی ہے تو اس کو بہت معیوب اور بُرا خیال کیا جاتا ہے۔

حالانکہ یہ بات صحیح نہیں .... پہلی بات تو یہ ہے کہ جس طرح اپنے وطن میں عورتوں کو تنہا نماز گھروں میں پڑھنا افضل ہے اسی طرح مکہ ومدینہ میں بھی عورتوں کے لئے اپنی نماز گھروں اور رہائش گاہوں میں تنہا بغیر جماعت کے پڑھنا افضل ہے اور مکہ ومدینہ میں نماز کا جو ثواب مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کا ہے وہ عورتوں کو وہاں اپنی رہائش گاہوں پر پڑھنے میں اس سے زیادہ ملتا ہے جو مردوں کو مسجد میں ملتا ہے۔

بعض احادیث میں عورتوں کو جماعت میں آنے کی اجازت ملتی ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی بہترین اور افضل نماز وہی ہے جو مسجد میں آنے کے بجائے گھر کے اندر ادا کی جائے۔

(۱)......امُّ المؤمنین حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں کی سب سے اچھی مسجد ان کے گھر کا گوشہ ہے (مسند احمد ج۶ ص۲۹۷، متدرک حاکم ج۱ ص۲۰۹)

(۲)......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت کی نماز اس کے شب باشی (رات گزارنے والے) کمرے میں پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے اس نماز سے جو اس کے حجرے میں ہو اور اس کی نماز اس کے گھر کی کوٹھڑی میں افضل ہے اس کے شب

باشی کے کمرے سے (ابوداؤد ج اص ۹۱)

(۳)......ایک مرتبہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ "میں جانتا ہوں کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا پسند کرتی ہو لیکن تمہاری وہ نماز جو تمہارے شب گذاری کے کمرے میں ہو وہ تمہارے لئے بہتر ہے تمہاری اس نماز سے جو تمہارے حجرے میں ہو اور تمہارے حجرے کی نماز تمہارے گھر کی نماز سے بہتر ہے اور تمہارے گھر کی نماز تمہارے محلّہ کی مسجد کی نماز سے بہتر ہے"۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے ان صحابیہ نے اپنے گھر میں سب سے الگ تھلگ ایک تاریک گوشہ کو نماز کے لئے منتخب کیا اور عمر بھر اسی جگہ نماز پڑھتی رہیں (مسند احمد ج ۶ ص ۳۷۱)

(۴)......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر آج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان باتوں کو دیکھتے جو لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں تو عورتوں کو ضرور مسجد میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روکی گئیں (ابوداؤد ج اص ۹۱)

(۵)......حضرت ابوعمرو شیبانی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکال رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اپنے گھروں میں لوٹ جاؤ۔ وہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہیں (الکبیر للطبرانی، آثار السنن ج اص ۶۳)

غور کیجئے......یہ اس زمانے کی بات ہے جو خیر القرون کا دور تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جو تبدیلیاں ہوئیں ان کی وجہ سے صحابہ کرام عورتوں کو مسجد میں جانے پر پابندی لگانے لگے تو آج کا زمانہ جو شر وفتن، حالات کی ناسازگاری اور بے پرواہی کا زمانہ ہے کیونکر اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے خیر القرون کے دور میں مسجد نبوی کے اندر اپنی پاکیزہ اقتداء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے زیادہ خواتین کو اپنے گھر نماز پڑھنے کی فوقیت وافضلیت بیان فرمائی ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ حکم خواتین کے لئے سب مسجدوں کے لئے عام ہے لہٰذا خواتین جو یہ اعتراض کرتی ہیں کہ یہ حکم مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کے علاوہ دوسری مسجدوں کے لئے ہے اس اعتراض کی حقیقت بھی واضح ہوگئی۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ گزشتہ تفصیل بھی اس صورت میں ہے جب کہ عورت باپردہ ہو کر خوشبو لگائے بغیر اور

زیب وزینت سے بچ کر مردوں سے علیحٰدہ مسجد میں نماز پڑھے اور آنے جانے میں بھی مردوں سے اختلاط اور میل ملاپ نہ ہو۔لیکن اگر مسجد میں یا آتے جاتے راستہ میں مردوں سے اختلاط اور ملاپ ہو یا وہ زیب وزینت کے ساتھ مسجد میں آئیں یا بے پردگی کا مظاہرہ کریں تو پھر اسکی قطعاً اجازت نہیں بلکہ اسکے ناجائز اور گناہ ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔ پس آج کے دور میں تو مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی میں نماز پڑھنے اور اس کے لئے آنے جانے میں مندرجہ بالا شرائط کی پابندی اور رعایت بھی شاید بھولے سے ہوتی ہو۔لہٰذا خواتین کو اپنے اس عمل سے باز آنا چاہیے (بذل المجہود بتغیر ج۱ص۳۱۹)

اگر خواتین کسی وقت بیت اللہ کو دیکھنے یا طواف کرنے کی غرض سے مسجدِ حرام میں یا صلوٰۃ وسلام کی غرض سے مسجدِ نبوی میں آئیں اور جماعت کا وقت ہو جائے اور وہ جماعت میں شامل ہو کر نماز باجماعت پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جائے گی، لیکن ایسی حالت میں بھی عورت مردوں کے درمیان نہ کھڑی ہو، اگر عورت مردوں کے درمیان ساتھ مل کر کھڑی ہو اور اس طرح باجماعت نماز پڑھے تو بہت سی صورتوں میں تین مردوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، دائیں، بائیں کے دومَردوں کی اور پیچھے سیدھ میں ملی ہوئی صف میں کھڑے ہوئے شخص کی، اور اس کا سبب یہ عورت بنی، جس کا گناہ اس کو ملے گا اور بے پردگی ہوئی تو اس کا گناہ الگ ہوگا، نیز کوئی بدنظری میں مبتلا ہوا تو اس کا گناہ سبب بننے کی وجہ سے عورت کو بھی ملے گا۔

بالفرض بغیر ارادے کے کوئی عورت اتفاقیہ طور پر خاص نماز کے وقت مَردوں کی صفوں کے درمیان پھنس جائے اور نکلنا دشوار ہو اور مَردوں سے الگ نماز پڑھنے کی جگہ نہ ملے یا طواف کرنے کے درمیان نماز کھڑی ہو جائے تو اس وقت اس کو خاموشی کے ساتھ بغیر نماز کے جہاں بھی ہو بیٹھ جانا چاہیے، نماز کی نیت کر کے مردوں کے بیچ اور درمیان میں مل کر ہرگز نہ کھڑی ہو، جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر تنہا وہیں وہ اپنی نماز ادا کرے، عورتوں کو بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے بھی ایسے وقت جانے کی کوشش کرنی چاہیے جب نماز کا وقت نہ ہو اس وقت نسبتاً رش اور بھیڑ بھی کم ہوتی ہے۔

اور اگر اتفاقاً نماز کا وقت ہو جائے تو اذان ہوتے ہی جلدی جلدی طواف پورا کر کے فارغ ہو جائے یا طواف درمیان میں چھوڑ دے، اور جتنے چکر رہ گئے ہیں وہ نماز کے بعد جہاں سے چھوڑے تھے وہیں سے پورے کر لے، یا اسی طواف کو از سرِنو دوبارہ کر لے، بہر حال گناہ سے بچنا بے حد ضروری ہے (ماخوذ بتغیر از بصائر وعبر حصہ دوم ص۵۳۹ وص۵۴۰ مولانا بنوری رحمہ اللہ واحسن الفتاوٰی ج۳ ص۳۴)

مقالات ومضامین

محمد امجد حسین صاحب

زلزلوں کے مراکز کی تلاش

۳/رمضان المبارک، ۸/اکتوبر بروز ہفتہ کو وطنِ عزیز میں آنے والے زلزلے سے شمال مغربی سرحدی صوبہ (NWFP) کے ہزارہ ڈویژن اور مانسہرہ ڈویژن کے اضلاع ایبٹ آباد، مانسہرہ، بٹگرام، کوہستان اور سوات کے متصل ضلع شانگلہ اور خود سوات اور آزاد کشمیر کے صدر مقام مظفرآباد سمیت دیگر اضلاع باغ، راولاکوٹ وغیرہ میں جو قیامتِ صغریٰ برپا ہوئی وہ انسانی تاریخ کے دردناک حادثات اور عبرت انگیز واقعات میں ایک نئے باب کا اضافہ ہے۔

ویسے تو زلزلوں کی تاریخ بہت پُرانی ہے، معلوم انسانی تاریخ (جس سے ماضی کے محض چند ہزار سال کے حالات پر ہی بمشکل روشنی پڑتی ہے) میں مختلف ملکوں، علاقوں اور خطوں میں تباہ کن زلزلوں کے بکثرت واقعات ملتے ہیں، اگر تاریخی اخبار و واقعات کی زیادہ جستجو کی جائے اور پچھلے دوڈھائی ہزار سال کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے خصوصاً زمانہ مابعد الاسلام کی تاریخ کا جو زیادہ مرتبط، مرتب اور مفصل ہے تو اس عرصے میں جس کثرت اور تواتر سے زمین کے مختلف حصوں میں تباہ کن زلزلوں کی خبریں ملتی ہیں ان پر گزشتہ زمانے کو قیاس کیا جائے (اور بنیادی امورِ فطرت وطبعیات کی یکسانی کی وجہ سے اس قیاس کا قرینِ قیاس نہ ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں) تو ہزاروں سال پر مشتمل انسانی تاریخ میں شائد ہی کوئی صدی ایسی ملے جو کسی بڑے زلزلے یا آسمانی قدرتی آفت سے خالی ہو۔

قرآن مجید گزشتہ اقوام کی تاریخ کا اس روئے زمین پر سب سے مستند مأخذ ہے، قرآن مجید نے اس سلسلہ میں جو کچھ بیان کیا ہے اور جس حد تک بیان کیا ہے وہ عبرت وبصیرت کا بہترین مرقع اور جامع ترین نقشہ ہے، کیوں نہ ہم قرآن سے ہی اس معاملے میں راہنمائی لیں، آخر کو ہمارے رب نے قرآن مجید کے ان قصوں کے ذریعے پہلوں کے اچھے بُرے اعمال اور ان کے اچھے بُرے انجام سے باخبر کر کے ہمیں یہی تو سمجھانا چاہا ہے کہ آئندہ بھی فطرت کے ضابطے یہی رہیں گے اور جن اعمال کا جو نتیجہ پہلوں کے حق میں نکلتا رہا ہے آئندہ بھی یہ اعمال یہی برگ وبار لائیں گے۔

قرآن مجید نے عہدِ عتیق کی ایک نہایت باجبروت اور بزعمِ خویش سپر پاور قوم قومِ ثمود کے متعلق خبر دی ہے:

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِیۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِیۡنَ [1] (الاعراف آیة۷۸)

کہ ''اس قوم کو زلزلہ نے آن پکڑا تو اپنے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے''

اس کے علاوہ ایک موقعہ پر قرآن مجید نے ماضی کی کئی تاریخ ساز اقوام اور افراد کا نام بنام ذکر کر کے اور ان کے ناقابلِ معافی جرائم اور قبیح ترین اعمال کا تذکرہ کر کے آگے ان کے بارے میں خبر دی کہ یہ سب اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے جرائم کی پاداش میں مختلف عذابوں میں مبتلا ہو کر دنیا سے بے نام ونشان ہوئے، یہ سب عذاب جو نام بنام اس موقعہ پر قرآن مجید نے بیان فرمائے ہیں [2] سب وہی ہیں جن کو آج ہم قدرتی آفات کا نام دے کر اپنے انسانی جرائم پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نام نہاد دانشور جن کا فکر وفلسفہ وحیِ الٰہی سے محروم نیچر و مادیت کے پجاری اقوامِ مغرب سے مستعار لیا ہوا ہوتا ہے، وہ اپنے ان مادہ پرست مقتداؤں کی تقلید میں بڑی مہارت اور پرکاری سے ان قدرتی آفات کے محض مادی اسباب کا کھوج لگاتے ہیں اور بڑی عرق ریزی سے ان اسباب کی روک تھام اور ان کے اثرات سے حفاظت کے فارمولے ارشاد فرماتے ہیں اور حکومتیں ان ماہرین کی تحقیقات کو سامنے رکھ کر اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر ان قدرتی آفات کا قبل الوقوع ہی سدِّ باب کرنے کا بزعمِ خویش پورا پورا انتظام کرتی ہیں اور بعد الوقوع آئندہ کے لئے ان کی روک تھام کے لئے منصوبہ بندی ہوتی ہے، یہ مادی انتظامات کی حد تک حفاظت کا سامان کر کے فریب خوردہ انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔

حالانکہ عذابِ الٰہی یا بالفاظِ دیگر قدرتی آفات کے سلسلے میں یہ طرزِ عمل پہلی گمراہی کے بعد دوسری گمراہی ہے، پہلی گمراہی بدعملی، مادیت پرستی، ہویٰ وھوس کی بندگی اور خدا فراموشی تھی، جس نے عذابِ الٰہی میں مبتلا ہونے کے یہ بُرے دن دکھائے۔

اور دوسری گمراہی اس دنیوی عذاب سے عبرت پکڑ کر عذاب کے روحانی اسباب کا ازالہ نہ کرنا ہے، گذشتہ

---

[1] اسی طرح کی آیت ''فکذبوہ'' کے اضافہ کے ساتھ سورہ عنکبوت آیت ۳۷ بھی ہے۔

[2] قرآن مجید کی سورہ عنکبوت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قومِ نوح، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم، قومِ لوط، قومِ شعیب، قومِ عاد، قومِ ثمود اور افراد میں سے فرعون، ہامان اور قارون اور قومِ ثمود کے نوجھتوں کا ذکر ان کے جرائم کے تذکرے کے ساتھ کرنے کے بعد فرمایا ہے: فَكُلًّا اَخَذۡنَا بِذَنۡۢبِهٖ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَخَذَتۡهُ الصَّيۡحَةُ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ خَسَفۡنَا بِهِ الۡاَرۡضَ ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اَغۡرَقۡنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظۡلِمَهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ (العنکبوت آیة ۴۰) کہ ''ان سب کو ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا، پس ان میں سے بعض پر تو آندھی بھیجی اور بعض کو کڑک اور خوفناک چیخ کے ذریعے ہلاک کیا اور بعضوں کو زمین میں دھنسایا اور بعضوں کو غرقاب کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم زیادتی نہیں کی بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے''

اقوام کے متعلق قرآن مجید کے بیان کردہ ان قصص میں اس پہلو سے بھی ہدایت کا پورا سامان موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے باغی اقوام وافراد کو ان دنیوی مصائب اور سختیوں میں مبتلا کر کے ان سے چاہتے کیا ہیں؟ اور عذاب میں مبتلا ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی اس چاہت پر پورا نہ اترنے والوں پر کیا حکم لگاتے ہیں، ملاحظہ ہو:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰـهُمْ بِالْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ. فَلَوْلَا اِذْ جَاءَ هُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (انعام آیت ۴۲،۴۳)

''اور ہم نے دیگر امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو گزری ہیں پیغمبر بھیجے تھے، سو ہم نے اُن کو (انبیاء کی تعلیمات کو نہ ماننے کی وجہ سے) معاشی اور جسمانی مصائب میں مبتلا کیا تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں (رجوع الی اللہ اور عاجزی وخودسپردگی اختیار کریں) سو جب ان کو ہماری یہ سزا پہنچ چکی تو وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے (نافرمانی سے باز کیوں نہ آئے تاکہ ان کے گزشتہ جرائم معاف ہو جاتے؟) لیکن اُن کے قلوب سخت ہی رہے اور شیطان ان کے اعمالِ بد کو ان کی نظر میں آراستہ کر کے دِکھلاتا رہا''

ان دونوں آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے گزشتہ قوموں کی تاریخ کے تناظر میں اپنا یہ قانون واضح فرمایا ہے کہ ہم ہر قوم کے پاس آسمانی تعلیمات بھیج کر ان کی ہدایت کا سامان کرتے ہیں پھر جو قوم آسمانی تعلیمات سے رُوگردانی اختیار کر کے اتباعِ خواہشاتِ نفسانی اور مَن مانی کی راہ اختیار کرتی ہے، جو کفر اور سرکشی کی اصل جڑ ہے تو اوّلاً ہم دنیوی زندگی میں ہی عبرت وبصیرت دلانے کے لئے انہیں مختلف جسمانی اور معاشی ومادی مسائل اور آلام ومصائب میں مبتلا کرتے ہیں، کہ اسی سے دنیا کی بے ثباتی کا احساس پیدا ہو اور مادی ونفسانی دھندوں سے نکل کر وہ احکامِ الٰہیہ کی اتباع پر آمادہ ہوں لیکن گزشتہ قوموں کی تاریخ گواہ ہے کہ انسانوں نے ان دنیوی آفات ومصائب میں مبتلا ہو کر بھی مان کر نہیں دیا اور اس رب کے سامنے خودسپردگی اختیار نہیں کی۔ اس لئے دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطورِ شکوہ کے بنی آدم کی اس تیرہ بختی کا ذکر کیا ہے کہ مبتلائے رنج ومحن ہو کر بھی اپنی شیطانی، نفسانی اور حیوانی ہٹ کیلئے رہے کہ رنج ومحن سے نکلنے کے لئے مادیت کی راہ سے دنیا جہان کی ہر تدبیر اختیار کرلیں گے لیکن نہیں متوجہ ہوں گے تو

اصل مرض یعنی کفراور سرکشی اوراس کے اصل علاج یعنی رجوع الی اللہ کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔

یہ شکوہ کرنے کے بعداس حکیم رب نے ان خدافراموش انسانوں کے اصل روگ اور مرض کا ذکر کیا ہے کہ اصل میں ایک لمبی عمرخواہش پرستی اور خدافراموشی میں گزارنے کے سبب ان کے دلوں سے قبولیتِ حق کی استعداد ہی ختم ہوکردل ان کے سخت ہوگئے ہوتے ہیں، پھران مفلوج اور بے حس دلوں میں احساس اورادراک کا کوئی شمہ بھی باقی نہیں رہتا جو اِن میں مادّہ کے ماوراء حقائق اورروحانی عوامل کا شعور بیدار کرے۔ اوراس احساسِ زیاں کے پیدا ہونے کا رہا سہا امکان عقلی درجے میں اس صورت میں بھی ممکن تھا کہ یہ اپنی طرزِ زندگی میں خطا کا امکان تسلیم کرکے اپنی ذات، صفات اور عادات کا جائزہ لیتے لیکن اس راستے پر شیطان ان کے آڑے آیا کہ اس نے ان کے قبیح سے قبیح افعال واعمال تک کو جواللہ تعالیٰ کو ناپسند اورحقیقی انسانی فطرت کے خلاف ہوتے ہیں، مزیّن کرکے اور بنا سنوار کران کے سامنے پیش کردیا جس سے یہ مطمئن ہوگئے کہ ہم تو مکمل طور پر روشن خیال اور زمانہ کے تقاضوں سے ہم آہنگ لوگ ہیں، خرابی اور خسارے کا اگرامکان ہے تو ان رجعت پسندوں اور بنیاد پرستوں کی طرزِ زندگی اوراعمال وافعال میں ہوگا جو مذہبی خولوں میں بند ہیں اوراپنی عادات، اطواراوراعمال وافعال پرانہوں نے ان دیکھی طاقتوں کے پہرے بٹھا رکھے ہیں اور مذہبی حدود وقیود سے باہر قدم بھی وہ نہیں نکالتے تاکہ ترقی کی راہیں ان پر کُھلیں۔

اس طرح کا مضمون سورہ اعراف کی آیت ۹۴، ۹۵ میں بھی مذکور ہے وہاں مزید یہ اضافہ ہے کہ سختی اور تنگی کی صورت میں ابتلاء اورآزمائش کے اس مرحلے سے گزرکر بھی جب وہ ٹس سے مَس نہیں ہوتے تو پھر ہم ان کی آزمائش کے لئے اس سختی کے بعد دنیوی نعمتوں کی کشائش اورآسودگی ان پر کردیتے ہیں جس میں مَست ومستغرق ہوکر وہ پچھلی تنگیوں اور مصیبتوں کو بھول جاتے ہیں اوران کے بعد والے لوگ اس دنیوی آسودگی اور فراوانی میں اتنے بدمست ہوجاتے ہیں کہ اس گزشتہ ابتلاء اورآزمائش کے بارے میں یوں راگ الاپنا شروع کردیتے ہیں کہ وہ تو محض ایک اتفاقی حادثہ تھا جو ہمارے بڑوں کو پیش آیا، زمانہ کے ان اتفاقی حوادث سے کیا گھبرانا، اب تو ہر طرح آسودگی اور موج میلے ہیں۔

یہ وہ وقت ہوتا ہے جب وہ مادّیت، خواہشِ نفسانی کی اتباع اور خدافراموشی کی انتہا کو پہنچے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس وقت پھر ہم ان کو ناگہاں اس طور پر پکڑتے ہیں کہ عقل اس کی کوئی توجیہ کرنے سے عاجزآجاتی ہے، ان کے سب مادی انتظامات، تمام انجینئرنگ اور ساری سائنس دھری کی دھری رہ جاتی ہے

آیات ملاحظہ ہوں:

وَمَا اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَةٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَهۡلَهَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمۡ يَتَضَرَّعُوۡنَ. ثُمَّ بَدَّلۡنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الۡحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوۡا وَّقَالُوۡا قَدۡ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذۡنٰهُمۡ بَغۡتَةً وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ (الاعراف ۹۴،۹۵)

''اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ پھر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری (مادّی ومالی پریشانیاں اور جسمانی مصائب و بیماریاں وغیرہ) میں نہ پکڑا ہو تاکہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں (رجوع الی اللہ اختیار کریں) پھر ہم نے اس تباہ حالی کو خوش حالی سے بدل دیا یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو تنگی اور آسودگی (دونوں قسم کے حالات) پیش آئے تھے (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب معاملہ اس مرحلہ پر پہنچتا رہا) تب ہم نے ان کو اچانک ہی (اس طور پر) پکڑ لیا کہ اُن کو خبر بھی نہ تھی (اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ اس طرح بھی پکڑ آ سکتی ہے)''

لمحۂ فکریہ!!!

حضرات! زلزلے، سیلاب، طوفان، آندھیاں اور دیگر جزوی وعمومی قدرتی آفات کی تاریخ اس فنا کے گھر میں اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود انسانی حیات کی تاریخ اس خاکدانِ ارضی میں قدیم ہے، وحیِ الٰہی کی روشنی سے محروم اور آسمانی ہدایات سے نابلد قوموں اور افراد کا نظریہ ان تمام قدرتی آفات اور جانی ومالی آزمائشوں کے بارے میں آج بھی وہی ہے جس کا نقشہ قرآن مجید نے مذکورہ آیات میں گزشتہ قوموں کے حوالے سے کھینچا ہے، کہ وہ اس کی توجیہ محض مادی اسباب سے کرتے ہیں اور اپنی ذات وصفات اور اعمال وافعال کی کوئی کڑی بھی اس سلسلۂ حوادث کے ساتھ نہیں جوڑتے، حالانکہ انسان ہی ہے جو جوہرِ عقل سے آراستہ ہونے، اختیار وارادہ کا مالک ہونے اور غیر معمولی کائناتی تصرفات کی صلاحیت رکھنے کی وجہ سے اس دنیا کے نظام پر اثر انداز ہونیوالی سب سے ممتاز مخلوق ہے اور اس کائنات کی بیشتر مخلوقات جمادات، نباتات، حیوانات اس انسان کے ارادہ واختیار کے سامنے مسخر و بےبس ہیں اور اس کی خدمت ونفع رسانی کے لئے آمادہ وسرگرم ہیں بلکہ اس کی خدمت میں تو بہت سی وہ مخلوقات بھی مشغول ہیں جن کی تسخیر سے یہ عاجز ہے حالانکہ ان لاتعداد اور عظیم الشان مخلوقات کا انسان کے لئے مسخر ہونے اور اس کی

خدمت ونفع رسانی میں مشغول ہونے میں اس کی اپنی سعی ومحنت اور کسی ذاتی کمال کا کوئی دخل نہیں تو جس اَن دیکھی قوت نے اس ظلوم وجہول انسان کو کائنات میں یہ ممتاز مرتبہ عطا کیا ہے اور اسے مخدومِ کائنات بنایا ہے، وہی ذات اپنے مقصدِ تخلیق سے روگردانی کی صورت میں انسان پران کائناتی لطیف وکثیف مخلوقات کو مسلط کر کے اسے نمونۂ عبرت بھی بنا سکتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں مومن وکافر کی سوچ ونظریہ میں بُعد المشرقین واقع ہوجاتا ہے، کافر اور مادہ پرست کی سوچ اور طرزِ زندگی تو اس تباہی اور عذاب کی حالت سے گزر کر بھی وہی ہوتی ہے جو گزشتہ آیات میں سابقہ امتوں کے منکرین کی بتلائی گئی ہے، جبکہ اہلِ ایمان جن کے پاس حضور نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا جامع ومکمل اور آفاقی دین قرآن وسنت کی شکل میں موجود ہے ان کا نظریہ وعقیدہ تو وہ ہوتا ہے جو قرآن مجید نے سمجھایا ہے کہ آخرت وبرزخ کے ساتھ ساتھ خود اس دنیوی زندگی میں بھی انسان کے ساتھ معاملہ اس کے اعمال کے اعتبار سے کیا جاتا ہے۔

قرآن نے ہمیں سمجھایا ہے کہ انسان کی اول وآخر حقیقت عبد اور بندہ ہونے کی ہے اور اس کی زندگی کا مقصد عبودیت اور بندگی کے تقاضوں کو بجالانا ہے، اس کی رہنمائی کے لئے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک پیغمبروں اور رسولوں کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے جاری فرمایا ہے اور ہزاروں سال گزر گئے کہ ان انبیاء کی اتباع کر کے عبودیت کے تقاضے پورے کرنے یا انبیاء کی دعوت سے روگردانی کر کے بغاوت کا راستہ اختیار کرنے کے دو ہی سلسلے انسانی دنیا میں جاری وساری ہیں، پہلا راستہ کامیابی والا ہے، اپنی بنیادوں اور فطرت کے اصولوں پر چلانے والا ہے، دوسرا راستہ اپنی اصلیت کو فراموش کرنے، نفس وشیطان کی پیروی کرنے اور فطرت سے بغاوت کرنے کا ہے، اس راستے پر چلنے والے ہمیشہ ناکام ہوئے ہیں۔

ان ناکام ہونے والوں کی ناکامی کا عمل مہلتِ عمل اور آزمائش کے ایک معتد بہ دورانیے کے بعد خود اسی دنیا سے شروع ہوتا رہا ہے، اور پہلے راستے پر چلنے والوں کی کامیابی کا عمل بھی ایک مختصر آزمائش کے بعد خود اس دنیا کی زندگی سے ہی شروع ہوا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ محض نمونہ کے طور پر دونوں راستوں پر چلنے والوں کے لئے کامیابی وناکامی کی پہلی قسط اس دنیا میں ہی جاری فرماتے رہے ہیں، فطرت کا ضابطہ آج بھی یہی ہے اور آئندہ بھی یہی رہے گا،

جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیتِ کریمہ سے واضح ہے:

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا (فاطر آیۃ ۴۳)

’’تو کیا یہ اسی دستور وقانون کے منتظر ہیں جو پہلی قوموں کے ساتھ ہوتا رہا، پس آپ اللہ کے دستور اور قانون کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور آپ اللہ کے دستور اور قانون کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے‘‘

فطرت کا یہ ضابطہ آج کے دور کی نفسیات کے بہت مطابق ہے کیونکہ آج کا روشن خیال انسان تجربہ اور مشاہدہ کا غلام ہے، آج کے سائنس کی بنیاد تجربہ ومشاہدہ پر ہے، اللہ تعالیٰ نے کامیابی وناکامی کے دونوں راستوں کے تجربے ومشاہدے کا ایک حد تک دنیا میں ہی انتظام فرما دیا ہے، تو نباتات اور جمادات میں تجربہ اور مشاہدہ کے نقشِ قدم پر چلنے والا انسان دنیا میں حیاتِ انسانی کے بار بار کے ان روحانی تجربات سے آنکھ کیوں بند کر لیتا ہے؟ عاد وثمود اور قومِ لوط کے کھنڈرات پر تو وہ اس حوالے سے بہت تحقیق کرتا ہے اور تاؤسعتِ امکان اپنی صلاحیتیں کام میں لاتا ہے کہ یہ قومیں تاریخ کے کس دور میں گزری ہیں اور ان کا جغرافیہ کیا تھا، اور ان کے تہذیب وتمدن کی تشکیل کس طرح ہوئی، اسی طرح موہنجوداڑو، ہڑپہ اور ٹیکسلا وغیرہ میں تباہ شدہ قوموں کے کھنڈرات زمین سے برآمد وآشکارا کرنے میں وہ سال ہا سال کی محنت اور جدوجہد کر کے زمین کے بخیے اُدھیڑتا رہا ہےلیکن اس ساری تحقیق اور ریسرچ میں اس کے نزدیک اگر کوئی پہلو قابلِ غور نہیں تو وہ یہ پہلو ہے کہ ان قوموں کی ہلاکت میں قدرتی آفات یا زمینی وسماوی اسباب کے علاوہ خود ان کے اپنے اعمال اور طرزِ زندگی کو اور ان کے روحانی احوال کو کتنا دخل تھا؟

ہائے خدا فراموش انسان کی خود فراموشی! کہ وہ مادے میں اتنا اُلجھ گیا کہ مادے کے اس پار اسے کچھ سُجھائی ہی نہیں دیتا، وہ فطرت کے اس مستحکم ضابطے اور اصول کو جو حضرت نوح کے زمانے کے عالمگیر سیلاب سے لے کر سونامی کے طوفان اور امریکہ کے سیلاب تک اور قومِ ثمود کے زلزلے سے لے کر سرحد وکشمیر کے موجودہ زلزلے تک ہزاروں سال کا سفر ایک ہی تسلسل سے طے کر رہا ہے، اسی طرح اتفاقاتِ زمانہ اور گردشِ ایّام کا نام دے رہا ہے جس طرح پچھلی اُمتوں کے منکرین دیتے تھے، بڑی عبرت کا مقام ہے کہ قرآن مجید کی حامل امت کے بہت سے افراد قرآن مجید میں سب کچھ واضح ہونے کے بعد بھی مغالطے

میں پڑے ہوئے ہیں اور نام نہاد دانش فروشوں اور مادر پدر آزاد میڈیا کی تقلید میں وہی ذہنیت اور طرزِ عمل اپنا رہے ہیں جو ہمیشہ سے اللہ کے باغیوں اور کافر قوموں کا طریقہ رہا ہے، عذاب اور آزمائش سے گزرنے کے باوجود اس طرزِ عمل کا کیا انجام ہوتا ہے وہ گزشتہ آیات میں واضح کر دیا گیا ہے۔

کیا ابھی ہمارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ہم اپنے رب کی منشاء کے مطابق تضرع اور رجوع وانابت اختیار کریں؟ ایسی اجتماعی وانفرادی توبہ کریں جس طرح قومِ یونس نے کی تو عذاب کے آثار شروع ہونے کے باوجود آنے والا عذاب ان سے ٹل گیا اور ان کے اس طرزِ عمل کو اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا؟ کب تک ہم زلزلوں، سیلابوں اور طوفانوں کے صرف کائناتی اسباب، برّی و بحری محرّکات اور زیرِ زمین تصرفات ہی تلاش کرتے رہیں گے اور قدرت کی طاقتوں کو چیلنج کرتے ہوئے محض زلزلہ پروف عمارتیں بنانے پر اکتفا کریں گے؟ کیا ہماری یہ زلزلہ پروف عمارتیں قومِ عاد و ثمود کے ان سنگین قلعوں اور چٹانوں میں تراشے ہوئے محلّات سے زیادہ پائیدار ہوں گی جو آندھی اور ہوا جیسی لطیف مخلوق کے بپھرے ہوئے جھونکوں کے سامنے تارِ عنکبوت کی طرح بے اعتبار ثابت ہوئے؟ کیوں نہ ہم ان مادی اسباب سے زیادہ ان زلازل وحوادث کے روحانی اسباب تلاش کریں بلکہ تلاش تو قرآن نے کر کے دیدیے ہیں بس ہم ان پر غور کر لیں اور اپنا جائزہ لیں۔ اگر ہم ذرا سنجیدگی اور انصاف سے گزشتہ قوموں کے متعلق قرآن مجید کے فراہم کردہ اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھیں گے تو ہمیں صاف نظر آئے گا کہ ان قدرتی حوادث کے زیرِ زمین یا فوق الجبال یا تحت البحر مراکز سے زیادہ بڑے مراکز خود ہمارے زیرِ نفس ہیں۔ خود ہمارا معدہ بحرِ ہند سے زیادہ عمیق ہے اور اس میں پرورش پانے والے طوفان کئی سونامی برپا کر سکتا ہے، بیوروکریسی کی کرپشن، سرکاری ملازمین کی بدعنوانیاں، ذخیرہ اندوزوں اور بلیک مارکیٹنگ والوں کی سینہ زوریاں، کارخانے داروں اور صنعت کاروں کی بد دیانتیاں اور ناقص مصنوعات خصوصاً کھانے پینے کی مضرِ صحت اشیاء کی تیاری و ترسیل، افسر شاہی اور وزراء وامراء کے اللّے تللّے اور قومی معاملات میں کمیشن خوری، حکامِ وقت اور ڈکٹیٹروں کا سرکاری خزانہ کو ذاتی جائیداد سمجھ کر گلچھرے اڑانا، دکانداروں کا ڈنڈی مارنا اور ناپ تول میں کمی کرنا کیا یہ سب میدہ کی گہرائیوں سے اٹھنے والے ہمہ جہتی طوفان نہیں؟

ان میں سے کونسا طوفان سونامی طوفان سے چھوٹا طوفان ہے؟ کیا ملک کے طول وعرض میں گلی کوچوں میں، منڈی اور بازار میں، تھانے اور کچہری میں، آفس وعدالت میں، میدے کی تہوں سے اٹھنے والے کرپشن

اور بددیانتی کے ان زلزلوں کے جھٹکے جو ہر آن بہمہ شان جاری ہیں، ۳ رمضان کے زلزلے سے ہلکے ہیں؟ اوران کی تباہی بالاکوٹ اور مظفرآباد کی تباہی سے کچھ کم ہے؟

ع وہی فتنہ ہے بس یہاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے

اس طرح بے حیائی، اباحیت پرستی، اخلاقی وانسانی قدروں کی پائمالی اور میڈیا خصوصاً الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مادر پدر آزادی کی عام تشہیر واشاعت اور دین اسلام کی صاف وشفاف تعلیمات اور واضح وصریح احکام میں کتر بیونت، نقب زنی اور تحریف کا ڈنکے کی چوٹ پر ارتکاب کرنا جو کھلا الحاد وزندقہ ہے اور صریح بغاوت وسرکشی ہے یہ سب کچھ روشن خیالی، معتدل اسلام، اور تجدد پسندی کے نام پر اس پاک وطن میں ہورہا ہے، اور وطنِ عزیز کے اکثر وبیشتر اجتماعی اداروں اور مقتدر حلقوں پر سیکولر ذہنیت ومزاج کی چھاپ لگی ہوئی ہے۔

یہی سب کچھ روحانی اعتبار سے ہمارے اعمال کے وہ منتشر جھٹکے تھے جو ۳ر رمضان کو یکجا ہوئے تو زمین کانپ گئی، یار لوگ کہنے لگے کہ بس زمین کی پلیٹیں ہل گئی تھیں، زیرِ زمین گیسیں زیادہ جمع ہوگئی تھیں، پہاڑ اپنی آگ اور اندرونی حرارت کے الاؤ برداشت نہ کرسکے تو پھٹ پڑے، اس لئے یہ آفت آئی۔ لیکن ہم مردانہ وار ان آفتوں کا مقابلہ کریں گے اور آئندہ کے لئے ایسے اقدامات کئے جائیں گے کہ زمین تو لرزہ براندام ہوجائے مگر ہمارا بال بھی بیکا نہ ہو، ہماری کسی دیوار میں ایک دراڑ بھی نہ پڑے۔

ذرا سوچا جائے کیا یہ وہی طرزِ عمل نہیں جو قومِ عاد وثمود نے اختیار کیا تھا اور پھر اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ قدرت کی طرف سے قیامت خیز زلزلے کی صورت میں اس الٹی میٹم اور انتباہ پر بھی ہم نہیں چونکتے اور نہیں سنبھلتے، اور حسبِ معمول اپنی ڈگر پر چلتے رہے اور اسی سابقہ روش کو اختیار کئے رہے، جیسا کہ زلزلہ کے بعد کے حالات گواہ ہیں کہ سرکاری سطح پر اور عمومی واجتماعی طور پر من حیث القوم ہم نے ان روحانی اسباب وعوامل کی طرف متوجہ ہونے کی ادنیٰ ضرورت بھی محسوس نہیں کی، جو کچھ سرگرمی اور جوش جذبہ پیدا ہوا اور جاری ہے، مادی انتظامات اور تلافی مافات اور متاثرین کی امداد واعانت تک ہے، خود اپنے بے لگام نفس کو جو زلزلے کا اصل مرکز ہے اس کو لگام نہیں پہنائی اور اس سرکشی وبغاوت سے باز نہ آئے، جس نے ہمیں یہ برے دن دکھائے بلکہ میڈیا کے ذریعے قوم میں پیدا ہونے والے اس احساس زیاں کو کچلا اور دبایا جارہا ہے، جو اس زلزلے کو مادی اسباب سے زیادہ گناہوں اور نافرمانی کا شاخسانہ قرار دے کر اصلاحِ اعمال کی فکر

پیدا کرتا ہے۔

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِاللّٰہِ وَمَانَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْھِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْھُمْ فَاسِقُوْنَ (الحدید آیت ۱۵)

ترجمہ: ''کیا اہلِ ایمان کے لئے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں (یہود و نصاریٰ) کی طرح نہ ہو جائیں جن کو اس سے پہلے کتاب ملی تھی پھر ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا، پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور بہت سے آدمی ان کے (آج بھی) کافرو نافرمان ہیں''

جہاں میں عبرت کے ہر سو نمونے مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کیا کبھی غور سے دیکھا بھی ہے تونے جو کبھی معمور تھے وہ محل ہیں اب سونے
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

مقالات ومضامین محمد رضوان صاحب

متأثرینِ زلزلہ کا تعاون کیجئے مگر!

نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر کے مسلمان اپنی زکاۃ، صدقات اور عطیات سے دل کھول کر پاکستان میں متأثرینِ زلزلہ کے لئے مالی تعاون فراہم کررہے ہیں اور قربانی کے موقع پر قربانی کے گوشت اور کھالوں کی مد سے بھی تعاون کی صدائیں بلند ہورہی ہیں، مزید براں سیاسی اور غیر سیاسی حلقوں کی طرف سے یہ آوازہ بھی سرِ عام بلند ہورہا ہے کہ زلزلہ کی تباہی کے اثرات دور کرنے میں پانچ سال یااس سے زیادہ کا عرصہ لگ سکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ پانچ سال یااس سے زائد عرصہ تک عوام کو اپنی زکاۃ وصدقات اور چرمہائے قربانی وغیرہ کی مدات سے متأثرینِ زلزلہ کا تعاون کرتے رہنا چاہئے۔

متأثرینِ زلزلہ کے ساتھ مالی تعاون بہت خوش آئند بات اور امرِ خیر کی علامت ہے، لیکن اس موقعہ پر کچھ دیگر امور ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ بدقسمتی سے قومی ایثار وقربانی اور اتحاد ویگانگت کے اس فقید المثال موقع پر ان بنیادی امور سے غفلت برتی گئی، جس کا بہت کچھ نقصان ہوا اور آئندہ مزید خرابیوں اور نقصانات کا قوی اندیشہ ہے، اس لئے بجائے اس کے کہ وقت گذرنے کے بعد ہم ان بھاری غلطیوں کا احساس کریں پہلے ہی ان غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہئے۔

(۱)......حالیہ زلزلہ پوری انسانیت اور خاص کر مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی عبرت وبصیرت ہے، اس لئے اس سے عبرت حاصل نہ کرنا اور مالی تعاون کو کافی سمجھنا درست نہیں، یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ رب العزت کو جو اپنے بندوں اور خاص طور پر مؤمنین سے رحم وکرم اور مہربانی کا تعلق ہے وہ کسی سے مخفی نہیں، حدیث کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے محبت ورحمت کے سو حصے پیدا کئے جن میں سے صرف ایک حصہ پوری کائنات میں تقسیم فرمایا، اور اس ایک حصہ ہی کا اثر ہے کہ جو ماں اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے، جانور اپنے بچے سے محبت کرتے ہیں اور جو بھی کائنات میں محبت اور ہمدردی کے نمونے اور مثالیں پائی جاتی ہیں جن کو ہم شمار میں بھی نہیں لاسکتے وہ اسی ایک حصہ کا اثر ہیں اور ننانوے حصے اللہ ربُّ العزت نے اپنے پاس رکھے ہیں جس کا مظاہرہ اس کی طرف سے پوری کائنات کے ساتھ ہوتا ہے (مسلم ج۲ص۳۵۶) ورنہ انسانوں کے عمل ایسے نہ تھے کہ ان کو اس کائنات میں سکون کا سانس لینے کا موقع دیا جاتا۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک کے رحمت والے عشرہ میں ہولناک زلزلہ بھیج کر لوگوں سے ان کی جان، مال، اولاد، گھر بار سب چیزیں واپس لے لیں، ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے اور جس طرح ناسمجھ بچہ اپنی کم علمی اور ناسمجھی کے باعث کڑوی دوا، اور آپریشن کے وقت ڈاکٹر کی چیر پھاڑ کو محبت اور مہربانی کے خلاف سمجھتا ہے، مگر معالج اور بڑوں کی نظروں میں یہی ناگوار اور ناپسندیدہ چیز عین محبت اور ہمدردی کی علامت ہوتی ہے، اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ظاہر میں ناپسندیدہ نظر آنے اور محسوس ہونے والے واقعات بندوں کی بھلائی اور خیر کے لئے واقع ہوتے ہیں مگر بندے اپنی کم علمی اور ناسمجھی کے باعث ان کو محبت اور رحمت کے خلاف سمجھتے ہیں، اس لئے قدرت کے فیصلے کو حکمت پر مبنی سمجھتے ہوئے برحق سمجھنا چاہئے، اور ظلم وغیرہ جیسی نسبتیں اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔

اب جبکہ قدرت نے حکمت کی وجہ سے حالیہ زلزلہ کی صورت میں بے شمار لوگوں کی جان، مال واپس لے لی ہے، پوری دنیا کے انسان جمع اور متفق ہو کر بھی ان چیزوں کی اور خاص طور پر فوت شدہ انسانوں کی جانوں کی تلافی نہیں کر سکتے، لہٰذا ان حالات میں مالی تعاون پر اکتفاء کرنے کو کافی سمجھنا درست نہیں، بلکہ زلزلہ جو بندوں کے امتحان و آزمائش اور ان کے گناہوں کے وبال اور تنبیہ کے طور پر آتا ہے، اس مقصد کو بھی سمجھنا چاہئے اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتے ہوئے توبہ واستغفار میں مصروف کرنا چاہئے۔

(۲)......مسلمان کی جان، مال کی حفاظت سے کہیں زیادہ ضروری اس کے ایمان واسلام کی حفاظت ہے، متاثرینِ زلزلہ کے مالی اور جانی تعاون کے بہانے سے بے شمار غیر مسلم اور اسلام دشمن تحریکیں میدان میں کود پڑی ہیں اور جان ومال کے تحفظ اور سلامتی کی آڑ میں برابر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکے ڈالنے میں مصروف ہیں، دوسری طرف تعاون کرنے والے مسلمان حضرات متاثرینِ زلزلہ کا مالی تعاون کرنے پر اکتفاء کئے بیٹھے ہیں اور صرف مالی تعاون کرنے کو اپنی ذمہ داری ادا ہونے کے لئے کافی سمجھ رہے ہیں، اسی کے ساتھ فقر وفاقہ اور تنگدستی ومفلسی کے باعث بے شمار مسلمانوں کے ایمان متزلزل ہوتے دکھائی دے رہے ہیں اور کفریہ کلمات کے ارتکاب اور قدرت کے فیصلے پر شکوے شکایات کے واقعات مسلسل سامنے آرہے ہیں۔

ان حالات میں دیگر مسلمانوں پر یہ اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان زلزلہ سے متاثر مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اور پیدا شدہ شکوک وشبہات کے ازالہ کی جدوجہد اور کوشش کریں، اس سلسلہ میں اہلِ علم

حضرات کی بھی یہ ذمہ داری ہے کہ مادیت اور روحانیت کے درمیان کشمکش کے دور میں دینی علم کی روشنی میں وساوس واوہام کی تردید کریں اور اس موقعہ پر اپنی توجہ کو اس پہلو پر بھی بطورِ خاص مرکوز رکھیں کہ اسلام دشمن اور کفریہ تحریکوں وتنظیموں کی طرف سے اسلام اور ایمان کے بارے میں جو وساوس موجودہ اور ظاہری حالات کے پیشِ نظر مسلمانوں کے دل ودماغ میں بٹھانے کی منظّم سازشیں ہورہی ہیں، ان کا مؤثر سدّ باب کیا جائے...... ورنہ موجودہ حالات میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کی صورت میں بہت سے مسلمانوں کا ایمان خطرے میں پڑ سکتا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا کہ خطرے میں پڑ چکا ہے، جس کی وجہ سے آخرت میں مؤاخذہ کا قوی خطرہ ہے، اس سلسلہ میں ماضی قریب میں متحدہ ہندوستان میں ''شدھی'' اور ''سنگھٹن'' جیسی ارتدادی تحریکوں کا برپا ہونا اور علمائے حق کا ہمت اور حوصلہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنا موجودہ اہلِ علم کے لئے واضح نمونہ ہے، تاریخ سے اُس وقت کے اہلِ حق کے طرزِ عمل سے روشنی حاصل کر کے آج کے اہلِ علم متعدد عملی اقدامات کر سکتے ہیں [۱]

(۳)...... ہماری قوم کے مزاج کے بارے میں ''بھیڑ چال'' کی مثال مشہور ہے، ہماری قوم کا جب کسی چیز کی طرف رُخ اور توجہ ہوتی ہے تو اس وقت دوسری تمام چیزوں سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں اور عربی کی یہ کہاوت ان کی حالت پر سچی اترتی ہے کہ:

''حَفِظْتَ شَيْئًا وَغَابَتْ عَنْکَ اَشْيَاءُ''

''کہ آپ نے ایک چیز کو محفوظ کر لیا اور بہت ساری چیزیں آپ کی نظر سے غائب ہو گئیں''

مصائب وآفات کے وقت ہماری قوم کا جوش وجذبہ بہت قابلِ قدر اور قابلِ دید ہوتا ہے، پاکستان کے قیام سے لے کر اب تک ہماری قوم نے مختلف مواقع پر جس جوش وجذبہ کے ساتھ قربانیاں دی ہیں اگر وہ منظّم انداز میں ہوتیں اور جوش کے ساتھ ہوش سے، اور جذبہ کے ساتھ علم سے کام لیا جاتا تو اب تک معاملہ کہیں سے کہیں پہنچ چکا ہوتا، لیکن ہماری قوم کا جذبہ ہوش سے زیادہ جوش میں اور علم سے زیادہ جہل کی تحریک پر وجود میں آتا رہا ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر تدابیر غیر مؤثر اور غیر نتیجہ خیز ثابت ہوتی رہی ہیں۔ سینکڑوں مرتبہ دغابازوں اور مداریوں نے ہماری قوم کو قربانی کا بکرا بنا کر اپنے مذموم مقاصد حاصل کئے۔

---

[۱] یہ بات بڑی خوش آئند اور باعثِ اطمینان ہے کہ وفاق المدارس العربیہ کی طرف سے اہلِ علم حضرات این جی اوز جیسی تنظیموں کی اہلِ اسلام اور اسلامی ممالک کے خلاف سازشوں کی سرکوبی کے لئے سرگرمِ عمل ہو چکے ہیں، مذکورہ اہلِ علم حضرات کی طرف سے یہ بڑے حوصلہ افزا اقدامات ہیں، اللہ تعالیٰ ان اقدامات کو مخلصانہ کوششوں کے ساتھ مؤثر اور نتیجہ خیز بنائیں۔

حالیہ زلزلہ کے موقعہ پر بھی ہماری قوم نے جس جوش وجذبہ کے ساتھ متأثرینِ زلزلہ کا تعاون کیا ہے، اس کا نہ صرف ملکی سطح پر اعتراف کیا گیا بلکہ پوری دنیا نے اس جذبے کو سراہا اور مسلمانوں کے اسلامی شعور کا اعتراف کیا لیکن اس موقعہ پر بھی ہماری قوم سے مذکورہ اصولی غلطیاں سرزد ہونے کے مناظر سامنے آئے ہیں، جن کا مختصر خاکہ درج ذیل سطور میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے:

✪......زلزلہ آنے کے ساتھ ہی ہمارے عوام وخواص کی طرف سے فوراً مختلف قسم کی امدادی اشیاء کی ترسیل غیر منظّم انداز میں جوش وجذبہ کے ساتھ شروع ہوگئی، مگر وہ امدادی اشیاء جو زیادہ تر زکاۃ وصدقات وغیرہ کی مَد سے ارسال کی جارہی تھیں وہ صحیح اور اپنے اصل مصرف تک نہیں پہنچ سکیں، ایک دم سے اشیاء کا اتنا انبار جمع ہوگیا کہ مستحقین کے استعمال میں نہ آنے یا ان کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ان امدادی اشیاء کا بہت بڑا حصہ ضائع ہوگیا، بہت سا قیمتی لباس اور دیگر امدادی اشیاء گزرگاہوں یا کھلے میدانوں میں رُلتی رہیں۔

✪......تواتر سے ملنے والی مصدقہ خبروں کے مطابق، پیشہ ور سائلوں اور بھکاریوں کی بہت بڑی تعداد زلزلہ متأثرین کا حلیہ بنا کر سامنے آگئی اور اس نے متأثرینِ زلزلہ کے لئے آنے والی امداد کی مختلف اشیاء کے ذخیرے جمع کر کے رکھ لئے۔

✪......زلزلہ کے فوراً بعد قوم میں مصیبت زدگان کے ساتھ تعاون کی جو ملک گیر تحریک پیدا ہوئی اس کی ایک شکل ہر کوچے اور ہر چوراہے میں لگنے والے امدادی کیمپ تھے لیکن افسوس کہ دغا بازوں اور لٹیروں نے یہاں بھی چور دروازہ نکال لیا اور امدادی کیمپ بنا کر قوم کے جذبۂ ایثار پر ڈاکہ مارتے ہوئے زلزلہ زدگان کی امداد کے نام پر خوب مال کمایا اور اپنے گھر بھرے۔

✪......مختلف ٹرسٹ، ہسپتال اور نہ جانے کون کون سے گم نام ادارے متأثرینِ زلزلہ کے تعاون کے نام سے فنڈ جمع کرتے رہے اور اب تک کررہے ہیں، متأثرینِ زلزلہ کے نام پر تعاون حاصل اور اکٹھا کرنے والے افراد اور اداروں کی اتنی بڑی تعداد سامنے آئی کہ اس کے مقابلہ میں متأثرینِ زلزلہ کی تعداد بھی کم معلوم ہونے لگی (جس کا بخوبی اندازہ گلی، محلے میں لگنے والے اسٹالوں، مختلف قسم کے آویزاں اشتہاروں اور بینروں سے اور ذرائع ابلاغ پر مسلسل آنے والے اشتہارات اور سیاسی حلقوں، کھلاڑیوں، اداکاروں، موسیقاروں کی ٹیموں کی طرف سے فنڈ جمع کرنے کے نرالے طریقوں پر مشتمل واقعات سے ہوسکتا ہے) ماہرین اور تجربہ کاروں کی

رائے کے مطابق اگر یہ سارا تعاون امانت داری کے ساتھ اصل مستحقین تک پہنچ جاتا تو شاید متأثرین کی اصل ضروریات پورا ہونے کے لئے کفایت کرسکتا تھا اور اس سے کئی تباہ شدہ نئے شہر آباد ہو سکتے تھے۔

✪……امدادی اشیاء سے لدے ٹرکوں کی لوٹ مار، اور غیر مستحق وزورآور لوگوں کا امدادی اشیاء مسلسل جمع کر کے کمزور اور محروم لوگوں کے حق کو دبانا، بلکہ چھین لینا ایک معمول بنا رہا۔

✪……ذرائع ابلاغ اور دوسرے مختلف طریقوں سے رمضان المبارک کے پورے ماہ متأثرینِ زلزلہ کو زکوٰۃ وصدقات کے سب سے زیادہ اور اہم مستحق اور عمدہ ترین مصرف کا اتنا چرچا کیا گیا (جواب تک جاری ہے) کہ اس کی وجہ سے اچھے اچھے دینداروں اور اہلِ علم حضرات کی نظروں سے اپنے محلّہ، اپنے علاقہ، اور رشتہ داروں کی طرف سے توجہ ہٹ گئی اور وہ مستحقین راہ ہی دیکھتے رہ گئے جن کے گھروں کے چراغ لوگوں کی زکاۃ وصدقات کے ذریعہ سے ہی روشن ہوا کرتے تھے۔ اسی طرح دینی مدارس وجامعات کے ساتھ مستقل طور پر تعاون کرنے والا وہ محدود مٹھی بھر طبقہ جو اس سے پہلے سب سے اہم اور عمدہ مصرف دینی مدارس وجامعات کو خیال کرتا تھا اور پوری دنیا کی مخالفت اور دینی مدارس وجامعات کو نیست ونابود کرنے کی کوشش کرنے والی طاقتوں کے مقابلہ میں دینی مدارس کا تعاون کر کے دینی علم کے ذریعہ انسانیت کو روحانی موت سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا کرتا تھا اس نے بھی نقارخانہ کی آواز سے متاثر ہو کر دینی مدارس وجامعات کے بجائے متأثرینِ زلزلہ ہی کی طرف اپنے ہر قسم کے تعاون کا رُخ موڑ لیا، اور اب عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی، اس کے گوشت اور چرمہائے قربانی کے ذریعہ سے بھی متأثرینِ زلزلہ کے تعاون کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں، جس کے نتیجہ میں دینی مدارس وجامعات غیر معمولی طور پر متأثر ہیں اور اس بات سے کوئی بھی عقلمند مسلمان بے خبر نہیں ہے کہ متأثرینِ زلزلہ کا تعاون نہ کرنے سے زیادہ سے زیادہ انسانیت کی جسمانی ہلاکت اور جسمانی موت کے خطرات لاحق ہو سکتے تھے، مگر دینی مدارس وجامعات کا تعاون نہ کرنے سے انسانیت کی روحانی ہلاکت اور روحانی موت کے خطرات لاحق ہو رہے ہیں۔ کیونکہ دینی علم کے بغیر انسان روحانی طور پر مردہ ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں دینی مدارس وجامعات ہی مصروف عمل ہیں جبکہ زلزلہ متأثرین کی امداد میں عوام کے ساتھ دینی مدارس وجامعات کے مخالف حکمرانوں سمیت کفار بھی شریک ہیں اور روحانی موت کا نقصان جسمانی موت سے زیادہ شدید ہوتا ہے

(۴)……زکوٰۃ کی ادائیگی ایک اہم فریضہ ہے جس کے لئے شریعت نے صرف ایک مصرف کی تعیین نہیں

کی بلکہ اس میں کچھ وُسعت رکھی ہے جس کی ایک وجہ یہی ہے کہ اگر کسی کو ایک مصرف دستیاب نہ ہو سکے تو وہ دوسرے اور تیسرے مصرف میں زکاۃ ادا کر دے اور زکاۃ کی ادائیگی صحیح معنیٰ میں عمل میں آ جائے اور ظاہر ہے کہ متأثرینِ زلزلہ کی مالی امداد اور وہ بھی خاص زکاۃ وصدقات کے ذریعہ سے کرنا زکاۃ کی ادائیگی کی طرح کا فریضہ نہیں، اور اگر بالفرض متأثرینِ زلزلہ کا مالی تعاون ضروری بھی ہو جب بھی زکاۃ کی صحیح مصرف میں ادائیگی اس سے زیادہ اہم ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زکاۃ کو ادا فرمانے کا حکم دیا ہے، صرف کسی بھی مستحق و غیر مستحق کو دیدینے یا کسی بھی جگہ پھینک دینے کی اجازت نہیں دی۔

شرعی مسئلہ کی رو سے ہر متاثرِ زلزلہ کا زکوٰۃ کا مستحق ہونا ضروری نہیں اور نہ ہی ہر مستحقِ زکوٰۃ کا متاثر ہونا ضروری ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی زکاۃ کا مستحق ہو تو زکاۃ اسی کو ادا کرنی چاہئے، لیکن اگر کوئی مستحق نہیں مگر زلزلہ وغیرہ جیسی آفات سے متأثر ہے اس کو زکاۃ ادا نہیں کی جاسکتی۔

ہمارے یہاں عرصہ سے عوام میں یہ غلط تأثر عام ہے کہ زکاۃ ایک سفید پوش اور صحت مند، برسرِ روزگار انسان کو نہیں دی جاسکتی اگرچہ وہ کتنا ہی غریب کیوں نہ ہو، لیکن اگر کوئی معذور، اپاہج، وغیرہ ہو تو وہ زکاۃ کا مستحق ہے خواہ وہ اندر سے کتنا ہی امیر کیوں نہ ہو، اسی غلط تأثر کی وجہ سے بلا امتیاز وتفریق ہر قسم کے متأثرینِ زلزلہ کی زکاۃ وصدقات کی مد سے امداد کی جاتی رہی، حالانکہ متأثرینِ زلزلہ میں امیر وغریب، سید وغیر سید سب ہی قسم کے لوگ شامل ہیں ان کو زکاۃ دیتے وقت اس امتیاز کو ملحوظِ خاطر رکھنے کا خاطر خواہ اہتمام سامنے نہیں آیا اور زکاۃ کی ادائیگی کے لئے غریب، مستحق کو مال کا مالک بنانے کی جو ضروری شرط ہے، اس شرط کا لحاظ بھی عام طور پر نہیں کیا گیا۔

اور آخری درجہ میں اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ جس کی زکاۃ وصدقات سے امداد کرنا مقصود ہے وہ زکاۃ وصدقات کا مستحق ہے، تب بھی اپنی زکاۃ وصدقات کو ایسے غیر ذمہ دار طبقات کے حوالے کرنا کہ جن میں نہ تو خوفِ خدا اور فکرِ آخرت ہو اور نہ ہی شرعی مسائل سے واقفیت، یہ بھی اپنی زکاۃ وصدقات کو خطرے میں ڈالنا ہے، البتہ اگر زکاۃ وصدقاتِ واجبہ کے بجائے عطیات وغیرہ سے متأثرینِ زلزلہ کا ذمہ دارنہ طریقہ پر تعاون کیا جائے تو کئی شرعی خرابیوں سے حفاظت ہوسکتی ہے۔

لہٰذا متأثرینِ زلزلہ کا مالی تعاون ضرور کیا جائے مگر مندرجہ بالا شرعی ضوابط اور زمینی ومعروضی حقائق کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی

گزشتہ کئی سالوں سے ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی کا نظم قائم ہے، جس میں بہت سے حضرات شرکت فرماتے ہیں، حسبِ سابق اس سال بھی ادارہ غفران میں اجتماعی قربانی کا نظم قائم کیا گیا ہے، ادارہ غفران میں ہونے والی اجتماعی قربانی سے متعلق جو ہدایات وشرائط جاری کی گئی ہیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

(1) مالِ حلال سے حصہ ڈالنے کا اہتمام فرمائیں ورنہ سب کی قربانی ناقص ہونے کا اندیشہ ہے، جس کا پورا پورا وبال مال حرام سے شرکت کرنے والے پر ہوگا (2) شرکت کنندہ کی جانب سے ادارہ کی انتظامیہ جانور کے خرید اور تعیین سے لے کر آخری مراحل تک وکیل کی حیثیت سے مجاز ہوگی پیشگی اجازت ہونی چاہئے تاکہ شرعی طریقہ پر قربانی صحیح ہوجائے (3) سری بنانے کا انتظام نہیں ہوتا (4) پائے حصہ میں شامل کر کے گوشت کے ساتھ ملائے جاتے ہیں (5) ادارہ کی طرف سے حصہ داران سے کوئی معاوضہ نہیں لیا جاتا (6) اجتماعی قربانی کی کھالیں بطور صدقہ ادارہ غفران کے مصارف میں جمع ہوکر ثواب دارین کا باعث ہوجاتی ہیں (7) قربانی کے دن ادارہ سے رابطہ رکھا جائے اور بروقت اپنے حصہ کا گوشت حاصل کرلیا جائے اس سلسلے میں کوتاہی کرنے سے انتظامیہ کو مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور بدنظمی کی نوبت آتی ہے (8) جانور کے چارہ پانی اور دیگر تمام اخراجات بھی قربانی کی قیمت میں شامل ہوتے ہیں، ادارہ کی طرف سے سستے جانور خریدنے کی ممکنہ کوشش ہوتی ہے تاہم مارکیٹ کے اعتبار سے قیمت میں اتار چڑھاؤ ایک بدیہی چیز ہے، اس لئے اجتماعی قربانی کے تمام جانور یکساں قیمت کے نہیں ہوتے۔ پہلے دن قربانی کے جانوروں کی تعداد مکمل ہونے پر دوسرے تیسرے دن قربانی ادا کی جاتی ہے اس لئے پہلے دن باری نہ آنے پر کسی قسم کی تشویش نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ دوسرے تیسرے دن گوشت وغیرہ بنانے میں زیادہ سہولت رہتی ہے۔

ترغیب: اپنی قربانی کے ذبح کے وقت موجود رہنا اور حسبِ حیثیت شرکت وتعاون کرنا شرعاً ایک پسندیدہ عمل ہے اس فضیلت کے حصول کی بھی کوشش کرنی چاہئے تاہم ادارہ کی طرف سے قربانی کے وقت موجود رہنا ضروری نہیں۔

مزید تفصیلات کے لئے ادارہ غفران سے رجوع فرمائیے۔

بسلسلہ : تاریخی معلومات طارق محمود صاحب/سعید افضل صاحب

ماہِ شوال: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□......**ماہِ شوال ۱۰۵ھ**: میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے عمر بن ھبیرۃ کو عراق کی گورنری سے معزول کر کے خالد بن عبداللہ القسری کو ان کی جگہ عراق کا گورنر مقرر کیا (الکامل لابن عدی ج۴ ص ۳۷۰، تاریخِ طبری ج۴ ص ۱۸۹)

□......**ماہِ شوال ۱۱۰ھ**: میں امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، بوقتِ وفات آپ کی عمر ۸۰ سال کے لگ بھگ تھی، آپ کے والد حضرت انس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے، امام ابنِ سیرین رحمہ اللہ ثقہ، جلیل القدر فقیہہ خوابوں کی تعبیر کے ماہر تھے، ''تعبیر الرؤیا'' آپ کی یادگار و نادر روزگار کتاب اور خوابوں کی تعبیر کا انسائیکلوپیڈیا ہے، آپ کی ولادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی (المنتظم لابنِ جوزی ج۷ ص۱۴۰، طبقات ابن سعد ج۲ ص۱۶۵، تقویم تاریخی ص۲۳ میں سنِ وفات ۱۱۰ھ مذکور ہے)

□......**ماہِ شوال ۱۳۸ھ**: میں اموی شہزادہ عبدالرحمٰن الداخل جو کہ عباسیوں کے ہاتھوں اموی خلافت کا خاتمہ ہونے کے بعد عباسیوں کے مظالم کے آگ و خون کے دریا کو عبور کر کے اندلس پہنچا، اولوالعزم شہزادے نے اپنی لیاقت ذہانت وفطانت اور مردانگی کے جوہر دکھاتے ہوئے اندلس میں عظیم الشان پائیدار دوسری اموی سلطنت کی بنیاد رکھی، جو آٹھ سو سالوں تک ظلمت کدہ یورپ میں اسلام کی شمع فروزاں روشن کیئے رہی، اسلامی اندلس نے یورپ کو تہذیب وتمدن علوم وفنون سائنس و آرٹس کی وہ لازوال سوغاتیں عطا کیں جس نے یورپ کو جینے کا قرینہ دیا، لیکن آہ یورپ کی احسان فراموشی ؎

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں ان کو زباں ملی تو ہم پہ برس پڑے

ھسپانیہ مرحوم پر اقبال کے لہو رنگ مرثیہ کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو:

ہسپانیہ تو خونِ مسلمان کا ایک امیں ہے مانندِ حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تیری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں
روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں
پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حناء کی باقی ہے ابھی رنگ مرے خونِ جگر میں

(تقویمِ تاریخی ص ۳۵، تاریخِ ملت ج۱ ص ۷۴۷، بالِ جبریل نظم ہسپانیہ)

﴿بقیہ صفحہ 125 پر ملاحظہ فرمائیں﴾

Iqra Ghar.com

بسلسلہ: تاریخی معلومات طارق محمود صاحب/سعید افضل صاحب

ماہِ ذیقعدہ: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۲۵ھ:** میں حضرت عبید بن وھب بن مسلم رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ نے طلبِ علم ۱۷ سال کی عمر میں شروع کیا، شعبان ۱۹۷ھ میں مصر میں آپ کی وفات ہوئی (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص۶۳)

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۲۵ھ:** میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی وفات ہوئی، آپ اپنے والد سے صرف ۱۴ سال چھوٹے تھے، اپنے والد سے شکل اتنی ملتی تھی کہ لوگ باپ بیٹے میں فرق نہیں کر سکتے تھے، یہاں تک آپ کے والد کے بال سفید ہوگئے، سب سے پہلے آپ ہی نے خلافتِ عباسیہ کا نعرہ بلند کیا ۶۰ یا ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی (المنتظم لابنِ جوزی ج۷ص۲۴۵)

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۳۲ھ:** میں عراق کے امیر ابو خالد یزید بن عمر بن ھبیرۃ الفرازی کو قتل کیا گیا، قتل کے وقت عمر ۴۵ سال تھی، عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس کا واسط شہر میں محاصرہ کیا، اوراس کو امان دی، لیکن بعد میں وعدہ خلافی کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا (العبر فی خبر من غبر ج۱ص۱۷۷)

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۴۳ھ:** میں بصرہ کے محدث سلیمان بن طرخان رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث کی سماعت کی، امام شعبہ رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب آپ کوئی حدیث بیان کرتے تو آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا (العبر فی خبر من غبر ج۱ص۱۹۴)

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۸۱ھ:** میں عیسیٰ بن ابو جعفر منصور کا انتقال ہوا (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص۶۳)

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۹۱ھ:** میں حضرت خالد بن حیان الخراز رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ نے جعفر بن برقان اور فرات بن سلمان سے حدیث کی سماعت کی (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص۱۹)

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۹۳ھ:** میں حضرت محمد بن جعفر ابو عبداللہ البصری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کا لقب ''غندر'' ہے (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص۲۲۸)

□...... **ماہِ ذیقعدہ ۱۹۴ھ:** میں امام ابو بشر اسماعیل بن علیۃ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حضرت فھذ بن ھارون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جب بصرہ میں داخل ہوا تو بصرہ میں علمِ حدیث کے اندر ابنِ علیۃ سے افضل کوئی نہ تھا (العبر فی خبر من غبر ج۱ص۳۱۰، المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص۲۲۷ میں ان کا سنِ وفات ۱۹۳ھ لکھا ہے)

بسلسلہ : نبیوں کے سچے قصے

محمد امجد حسین صاحب

حضرت صالح علیہ السلام اور قومِ ثمود (قسط ۸)

سورہ اعراف کی آیات قومِ ثمود کے متعلق جو پیچھے ذکر ہوئی تھیں ان کی تشریح وتفسیر کے سلسلہ میں ایک بحث تو ناقۃُ اللہ (اللہ کی اونٹنی) کی تھی جو گزشتہ قسطوں میں تفصیل سے آچکی اور اس ضمن میں معجزہ کے متعلق بھی کسی قدر تفصیل سامنے آگئی، دوسری بحث ان آیات میں قوم کے جبار ومتکبرین کا جو کہ کفار تھے، قومِ کے ضعفاء وغرباء اہلِ ایمان سے مکالمہ ومباحثہ پر مشتمل ہے، اب اس کی قدرے تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

اللہ کے باغی امراء ورؤساء اور اہلِ ایمان غرباء وضعفاء

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحاً مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ (الاعراف آیت ۷۵)

”کہنے لگے قومِ صالح کے متکبرین سرداران لوگوں سے جن کو ضعیف سمجھا جاتا تھا یعنی جو اس قوم میں سے ایمان والے تھے، کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو اس کے رب نے مبعوث فرمایا ہے؟ بولے! ہم کو تو جو (پیغام) وہ لے کر آیا ہے اس پر یقین ہے“

”المَلأُ“ کی وضاحت

”المَلأُ“ کی اصطلاح قرآن مجید نے سابقہ اُمتوں کے جبارین ومتکبرین صاحبِ حیثیت وثروت اربابِ اقتدار کفار کے لئے استعمال کی ہے، یہی طبقہ قرآنی قصص وآیات میں ہر نبی کے مقابلے میں پیش پیش نظر آتا ہے۔ حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب، حضرت موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام کی دعوتِ حق اور تبلیغ رسالت کے مقابلے میں یہی طبقہ طاغوت وطاغوتی نظام کا ہراول دستہ رہا ہے، جن کے ہاتھوں ایک طرف ان تمام اولوالعزم وجلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو سخت صدمے پہنچے حتیٰ کہ انبیاء کو شہید کرنے سے بھی یہ نہیں چوکے، چنانچہ حضرت زکریا وحضرت یحییٰ علیہم السلام وغیرہم انبیاءِ بنی اسرائیل کی شہادتوں کی خونچکاں داستانیں انہی کے تیغِ ستم سے رقم ہوکر ناشکرے انسان کی سیاہ بختی کا نشان بنیں جیسا کہ سورہ مائدہ نیز سورہ آلِ عمران میں بنی اسرائیل کے خونخوار درندوں کے اس گھناؤنے جرم کا ذکر ہے:

كُلَّمَا جَاءَ هُمْ رَسُوْلٌ بِّمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقاً كَذَّبُوْا وَفَرِيْقاً يَّقْتُلُوْنَ (المائدہ آیت ۷۰)

کہ ''جب جب بھی ان کے پاس رسول وہ تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے جوان کی نفسانی خواہشات کے خلاف تھیں تو انبیاء میں سے ایک جماعت کو انھوں نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا'' (جاری ہے......)

مدفنِ اعظم

روپڑا تجھ پہ خزاں بھی اے بہاروں کی زمیں

(ابوعشرت وقاص مانسہروی)

مخمصے میں مبتلا، اے کوہساروں کی زمیں
دکھ مجھے اپنا سنا تو بھی چناروں کی زمیں
جن کے دم سے تھا نمایاں ملک وملت کا وقار
حاملِ دینِ متیں ان غازیوں کی شہسواروں کی زمیں
جا بجا چشمے رواں ہر سمت دواں تھے جہاں
اے کنوؤں نالوں ندیوں آبشاروں کی زمیں
کپکپانا، تھرتھرانا، ڈگمگانا کہاں
ماجرا ہے یہ کیا اے جوئباروں کی زمیں
ہیں مکیں جو بے مکاں تو وہ مکاں ہیں بے نشاں
''مُتْرِفِیْن'' ہیں کلبۂ احزاں مزاروں کی زمیں
بستیوں اور کھیتیوں کے ہم کہاں ڈھونڈیں نشاں
بے نوا ہیں جب پرند بھی مرغزاروں کی زمیں
یہ ترانے سے کیوں بلبل تیرا جی بھر گیا
پھٹ گیا گل کا جگر اے لالہ زاروں کی زمیں
جب پڑا ماتم چمن کے ہر شجر پر بے گماں
روپڑا تجھ پہ خزاں بھی اے بہاروں کی زمیں
اب رہا باقی نہ غنچے نہ گلستاں کا نشاں
ہیں گلاب چہرے کہاں وہ گلعذاروں کی زمیں
شامتِ جرم وگناہ ہیں امتِ مرحومہ کے
یہ زلازل یہ حوادث دلفگاروں کی زمیں
رب کے در سے ہم بھٹک کر اندھیاروں کی نذر ہیں
ہے انابت کی گھڑی یہ بے قراروں کی زمیں
ہو فضل ہم پہ الٰہی بجاہِ آنحضور ﷺ
اس بلا سے ہو خلاصی، غمگساروں کی زمیں

بسلسلہ: صحابہ کے سچے قصے

انیس احمد حنیف

صحابیٔ رسول حضرت ابوسُفیان بن حارث رضی اللہ عنہ

رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے دس بیٹے تھے سب سے بڑے حضرت حارث بن عبدالمطلب تھے جوان کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے انہی حارث بن عبدالمطلب کی اولاد میں ابو سفیان بن حارث بھی تھے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اتنی مشابہت رکھتے تھے کہ لوگ غلطی کھا کر انہی کو محمد کہہ دیتے...... رسول اللہ ﷺ کے ہم عمر بھی تھے...... دونوں نے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ بھی پیا، یوں دونوں ایک دوسرے کے رضاعی بھائی بھی تھے...... دونوں کے والد ایک دوسرے کے سگے بھائی تھے یوں یہ بھی ایک دوسرے کے بھائی قرار پائے

بعثتِ نبوی سے قبل رسول اللہ ﷺ سے بہت الفت رکھتے تھے لیکن ادھر آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا اور ادھر لوگوں کی نظریں بدلنا شروع ہوئیں پیار کرنے والوں کا پیار ختم ہوگیا، محبت کرنے والے عداوت پر اتر آئے اسی بدلتے موسم نے ابوسفیان کے دل سے بھی بہارِ محبت کے تمام برگ وگل اُجاڑ دیئے...... اب نہ انہیں رشتے ناطے کا خیال رہا نہ رضاعت کا لحاظ...... چالیس سال کچھ کم عرصہ نہیں ہوتا، پھر بچپن، لڑکپن اور جوانی کی مسلسل محبتیں تو ویسے بھی لازوال سمجھی جاتی ہیں...... لیکن یہاں تو صرف ترکِ محبت ہی پر اکتفا نہیں تھا بلکہ اظہارِ نفرت کا بھی شمار نہ رہا...... ہر موقع پر، ہر میدان میں، ہر انداز سے، جب بھی جہاں بھی جیسے بھی ممکن ہوتا اندر کی دشمنی اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کرتی رہی...... شاعر ہونے کے ناطے اس دور کی میڈیا وار (media war) میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا...... یوں محسوس ہوتا تھا جیسے یہ نفرت وعناد، مقصدِ حیات بن چکی ہے...... بیس سال کا طویل دور اسی دشمنی میں راکھ بن گیا...... کہ ایک صبح مکہ میں یہ خبر پھیلی کہ محمد ﷺ مکہ کی طرف بڑھ رہے ہیں اور وہ مکہ فتح کرنے آرہے ہیں...... موسم ایک بار پھر کروٹ لے چکا تھا لیکن اب کی بار ہواؤں کا رخ دوسری جانب کو تھا، دل مرعوب تھے، جس دل کی مٹی میں ذرا بھی نم تھا وہ محبت واطاعت کے گل وگلزار سے مہک رہا تھا...... بنجر دل بھی خاموش اندھیروں کی طرح سمٹ سمٹا کر رعب کی بلکہ کائنات کی اٹل حقیقت کے سورج کے سامنے اپنی موت آپ مر رہے تھے...... ابوسفیان کے کانوں تک یہ بات پہنچی تو بیوی سے کہنے لگے، محمد (ﷺ) آیا چاہتے ہیں، تم لوگ یہاں سے نکل چلو...... لیکن

یہاں تو پہلے ہی بہار آچکی تھی جواب ملا، سرتاج!......عرب وعجم اُن کی اطاعت قبول کر رہے ہیں اور آپ ابھی تک اپنی معاندانہ روش پر قائم ہیں حالانکہ آپ پر تو بھائی ہونے کے ناطے اُن کی مدد ونصرت کا زیادہ حق ہے...... یوں لگا جیسے ابوسفیان کی کھوئی ہوئی یادداشت واپس آگئی ہو بیس سال بیشتر کے تمام جذبات ایک مرتبہ پھر دل میں موجزن ہونے لگے لیکن اب کی بار ایک اور احساس ان جذبات میں نمایاں تھا اور وہ تھا پشیمانی کا احساس

تم ہی تو میری جان تھے، تم ہی تو تھے پہچاں مری تم ہی سے خود کو کاٹ کر، میں نے ستم یہ کیا کِیا
بچپن کی چاہت چھوڑ کر، دِل کی وہ نسبت توڑ کر راہوں کو خود جُدا کِیا، آہ یہ میں نے کیا کِیا

غلام سے کہہ کر سواری تیار کروائی اور اپنے بیٹے جعفر کو ساتھ لے کر تلاشِ محبت میں نکل کھڑے ہوئے، جعفر کی والدہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کی صاحبزادی جمانہ تھیں، اتنی نسبتوں کے ساتھ قبولیت کی امید اور ٹھکرائے جانے کا خوف......انہی خیالات میں کھوئے ہوئے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے...... آقا ﷺ نے چہرہ دوسری طرف کرلیا......آہ......دل پر گویا بجلی سی گری......ہمت کر کے دوسری طرف کو آئے تو آقا ﷺ نے چہرہ مبارک پھر دوسری طرف کرلیا......صحابہ نے گرفتار کرلیا تو اپنی قرابت داری اور احسان کے واسطے دے کر اپنی جان بچائی......

آخر ام المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو درمیان میں ڈالا انہوں نے آقا ﷺ سے سفارش کی......یا رسول اللہ ﷺ! اپنے چچازاد کو مایوس نہ کیجیے......دُکھ ابھی تازہ ہی تو تھے، ارشاد ہوا......مجھے ایسے چچازاد کی ضرورت نہیں جنہوں نے میری آبروریزی میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی......ابوسفیان نے یہ سُنا تو دِل برداشتہ ہو گئے......انہوں نے اپنے بیٹے کے ساتھ دربدر مارے مارے پھرنے اور بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دے دینے کو رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی میں زندہ رہنے پر ترجیح دے لی......

یہی قسمت ہے گر اپنی تو ہم بَن باس ہوویں گے اگر وہ ہم سے رُوٹھے ہیں تو ہم دنیا سے روٹھیں گے
اِسی دُھتکار کے صدمے کو سر کا تاج رکھیں گے گزر جائیں گے دنیا سے، تڑپ کر جان دے دیں گے

اللہ کے رسول ﷺ کو اُن کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ کا دل بھر آیا

اُسے کہو کہ میں اپنے الم بھلاتا ہوں اُسے کہو کہ وہ خود پر کوئی ستم نہ کرے
اُسے کہو کہ اُسے معاف کردیا میں نے اُسے کہو مری ناراضگی کا غم نہ کرے

Idara Ghufran

آخر ایک ہی دادا کے پوتے تھے......خون کا رشتہ...... پھر پرُانی محبت کا تعلق......پھر رحمتِ نبوی کا تقاضا ......آقا ﷺ کا دل محبت سے بھر آیا......اجازت ملی تو دونوں باپ بیٹے حاضرِ خدمت ہوئے......

السلام علیک یا رسول اللہ ...... اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد اَن محمدًا عبدہ و رسولہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ انہیں وضو اور سنت کی تعلیم دے کر دوبارہ حاضر کیا جائے، جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ غسل کر کے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں نماز پڑھائی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مسلمانوں میں یہ اعلان کر دیا جائے کہ اللہ اور اُس کا رسول، ابوسفیان سے راضی ہیں پس وہ بھی ان سے راضی ہو جائیں

مکہ رمضان المبارک ۸ھ میں فتح ہوا اور اگلے ماہ یعنی شوال میں غزوہ حنین کا معرکہ پیش آیا حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو گویا اپنے گزشتہ بیس برس کے رویے کی تلافی کا موقع ہاتھ آ گیا آپ اُن چند صحابہ کرام میں شامل ہیں جو اُس دن ثابت قدمی سے نبی کریم ﷺ کے گرد موجود رہے یہاں تک کہ شمشیرِ بے نیام ہاتھ میں لئے اپنے گھوڑے کی پیٹھ سے کود کر دشمن پر مردانہ وار حملہ آور ہوئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ جانبازی دیکھی تو آقا ﷺ کی توجہ ادھر مبذول کراتے ہوئے عرض کیا، اپنے چچازاد بھائی کی خطاؤں کو معاف کر دیجئے، ارشاد ہوا میں نے معاف کر دیا اللہ بھی ان کی اُن تمام عداوتوں کو جو یہ میرے ساتھ کر چکے ہیں معاف فرمائے، پھر آپ ﷺ نے نہایت شفقت میں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا، میری عمر کی قسم تم میرے بھائی ہو...... یہ اعزاز پا کر انہوں نے فرطِ محبت وعقیدت سے آقا ﷺ کے قدم مبارک چوم لئے اور اُن کی سواری کی لگام تھام کر دشمن کے سامنے سینہ سپر ہو گئے......اس جانثاری پر آقا ﷺ کی طرف سے انہیں اسداللہ و اسدالرسول کا معزز خطاب عطا ہوا جو ان سے پہلے سید الشھداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی عطا ہو چکا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا نبی کریم ﷺ کا وصال ہو چکا تھا یہ حادثہ جانکاہ سبھی مسلمانوں کے لئے نہایت درد و کرب کا باعث تھا لیکن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا غم سب سے مختلف تھا بچپن کی محبت و رفاقت، پھر درمیان میں بیس سال مسلسل نفرت و عداوت اور پھر دوبارہ تجدیدِ وفا......لیکن اس کے بعد کتنا کم وقت تھا، ابھی تو دل کی پیاس بھی نہ بجھی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اپنے پاس بلا لیا...... ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا جینا بھی آقا ﷺ کے بعد دو بھر تھا

(بقیہ صفحہ ۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں)

بسلسلہ اصلاحِ معاملہ

جناب منظور احمد صاحب (فیصل آباد)

آدابِ تجارت (قسط ۸)

(۱۴)......قرض کی اچھے انداز سے ادائیگی کا اہتمام کرنا

ضرورت کے وقت شریعت نے ضرورت کی بقدر قرض لینے کی اجازت دی ہے البتہ قرض لینے والے کے لئے چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱)...... یہ کہ قرض اس نیت سے لے کہ جتنا جلد ہوسکا اسے ادا کروں گا کیونکہ اگر کوئی شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ادائیگی میں مدد ملتی ہے اور دنیا میں ہی اس سے بری ہوجاتا ہے اگر کسی وجہ سے دنیا میں ادا نہ ہوسکے تو اللہ تعالیٰ اس کے قرض خواہ کو کسی طرح راضی کر کے اسے معاف فرمادیتے ہیں اور اگر اس نیت سے قرض لے کہ اسے ادا نہ کروں گا تو ایسا شخص شریعت کی نظر میں چور ہے نہ اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی میں مدد فرماتے ہیں اور نہ وہ اس سے بری ہوتا ہے، قبر وحشر میں اس سے اس کی باز پُرس ہوگی اور اس سے بدلہ لیا جائے گا۔

✿......حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کوئی قرض لیا اور اس کے دل میں اسے ادا کرنے کی نیت تھی پھر وہ اسی حالت میں مرگیا تو اللہ تعالیٰ اس سے درگزر فرمادیں گے، بعض روایات میں آتا ہے کہ اس کی طرف سے قیامت کے دن ادا کردیں گے اور جس شخص نے قرض لیا اور دل میں ادائیگی کی نیت نہ تھی تو اس سے قرض خواہ کا بدلہ لیں گے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ اس سے فرمائیں گے کیا تو نے یہ گمان کیا تھا کہ میں اپنے بندے کا حق (تجھ سے) نہیں لوں گا۔ چنانچہ (اس کے بدلے میں) اس کی نیکیاں لے کر دوسرے کی نیکیوں میں ڈالی جائیں گی، اگر اس کی نیکیاں نہ ہوں گی یا ختم ہوجائیں گی تو دوسرے کے گناہ اس کے ذمہ ڈال دیئے جائیں گے (ترغیب حدیث نمبر ۲۶۲۹ ج ۴ ص ۵۳)

✿......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لوگوں کے مال واپس کرنے کے ارادے سے لئے اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے واپسی کا انتظام فرمادیں گے اور جس شخص نے لوگوں کے مال واپس نہ کرنے کے ارادے سے لئے اللہ تعالیٰ اس میں ہلاکت ڈال دیں گے (ترغیب بحوالہ بخاری حدیث نمبر ۲۶۳۰ ج ۴ ص ۵۳)

✿......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جس شخص کی ادائیگیٔ قرض کی نیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے ایک نگہبان اور مددگار مقرر کر دیا جاتا ہے اور اس کے لئے رزق کا مناسب انتظام کر دیا جاتا ہے (ترغیب بحوالہ بخاری حدیث نمبر ۲۶۳۲ ج ۲ ص ۵۴)

✿......حضرت عمران بن حصین فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اکثر قرض لیا کرتی تھیں جس کی وجہ سے ان کے گھر کے لوگوں نے ان کو ملامت کی اور ان پر ناراض ہوئے تو انہوں نے فرمایا میں قرض لینا نہیں چھوڑوں گی کیونکہ میں نے اپنے پیارے محبوب ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص اس حال میں قرض لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ اسے ادا کرنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا قرض دنیا میں ضرور ادا کرا دیتے ہیں۔

✿......حضرت صہیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جو شخص اس نیت سے قرض لیتا ہے کہ میں اسے ادا نہ کروں گا تو اللہ تعالیٰ سے چور کی صورت میں ملے گا۔

✿......حضرت صہیب رحمہ اللہ ہی سے دوسری روایت میں منقول ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور نیت یہ تھی کہ اس کو مہر نہ دے گا تو وہ زانی ہونے کی حالت میں مرے گا اور جس شخص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی اور نیت یہ تھی کہ اس کی قیمت ادا نہیں کرے گا تو وہ خائن ہونے کی حالت میں مرے گا اور خائن جہنم میں جائے گا (ترغیب حدیث ۲۶۳۴ ج ۲ ص ۵۴)

(۲)......قرض لینے والے کو اس بات کا اہتمام بھی ضروری ہے کہ اگر قرض خواہ اسے برا بھلا اور سخت سست کہے تو اسے برداشت کرے اس کے مقابلہ میں اسے جواب نہ دے۔

✿......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورِ اقدس ﷺ سے قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا اور کچھ سخت باتیں کہہ دیں، صحابہ کرام نے اسے بُرا بھلا کہنے کا ارادہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ صاحبِ حق کو کہنے کا حق پہنچتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۵۱) اور بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا قرض خواہ کو اپنے مقروض پر غلبہ حاصل ہوتا ہے جب تک وہ قرضہ ادا نہ کرے (ترغیب حدیث ۲۵۶۶ ج ۲ ص ۳۳)

✿......حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنے لگا اور حضورِ اقدس ﷺ کو سخت کلمات کہے یہاں تک کہ کہنے لگا اگر تم نے میرا قرض ادا نہ کیا تو تمہارے خلاف بغاوت کرونگا، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے ڈانٹا اور کہنے لگے کہ کم بخت تجھے معلوم ہے کہ تو کس سے بات کر رہا ہے؟ تو وہ کہنے لگا میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں اس

پرحضورِاقدس ﷺ نے صحابہ سے فرمایاتم نے صاحبِ حق کا ساتھ کیوں نہ دیا؟ پھرآپ ﷺ نے حضرت خولہ بنتِ قس کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اگرآپ کے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں قرض دے دو ہمارے پاس جب کھجوریں آئیں گی تو ہم تمہیں ادا کردیں گے انہوں نے اسے بخوشی قبول کرلیا تو آپ ﷺ نے ان سے قرض لے کر دیہاتی کا قرض ادا کیا اور اسے کچھ مزید بھی دیا اس پر اعرابی نے کہا آپ نے پورپورا بدلہ دیا اللہ تعالیٰ آپ کوبھی پورپورا بدلہ دیں آپ نے فرمایا ایسے لوگ لوگوں میں سے بہترین ہیں (جو پوراپورا بدلہ دیں) ایسی امت پاکیزہ نہیں ہوسکتی جس میں کمزور شخص بلا جھجھک اپنا حق وصول نہ کرسکے (ترغیب حدیث ۲۶۵۹ ج۲ص ۶۵)

(۳)......مقروض (قرض لینے والا) وعدہ سے پہلے قرض خواہ کے گھر جا کر اپنے ہاتھ سے اس کا قرضہ واپس کرے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِاقدس ﷺ نے تین قسم کے لوگوں کا تذکرہ فرمایا ایک وہ جو دوسرے کا حق اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں اور اپنا حق اچھے طریقے سے مانگتے ہیں، دوسرے وہ لوگ جو دوسرے کا حق بُرے طریقے سے ادا کرتے ہیں اور اپنا حق اچھے طریقے سے طلب کرتے ہیں اور تیسرے وہ جو دوسروں کا حق بھی بُرے طریقے سے ادا کرتے ہیں اور اپنا حق بھی بُرے طریقے سے مانگتے ہیں ان میں سے دوسری قسم کے لوگوں کا معاملہ تو برابر سرابر ہے (یعنی وہ نہ اتنے اچھے ہیں نہ اتنے بُرے) اور ان میں سے سب سے بہتر پہلی قسم کے لوگ ہیں اور سب سے بُرے تیسری قسم کے لوگ ہیں (ترغیب حدیث ۲۵۶۴ ج۲ص ۳۲)

✿......ایک حدیث میں حضورِاقدس ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کا حق اچھے طریقے سے ادا کرتے ہیں (ترغیب حدیث ۲۵۶۱ ج۲ص ۳۱) اس کے علاوہ دوسرے کا حق اچھے طریقے سے ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ کی محبت اس کی مغفرت، اس کی رحمت، اور ادا کرنے والے کی فضیلت، جنت میں داخلے اور دوزخ سے نجات کے بارے میں احادیث خرید وفروخت میں نرمی کے عنوان کے تحت تفصیل سے ذکر کی جاچکی ہیں۔

(۴)......قرض دار کو اس بات کا بھی اہتمام کرنا چاہئے کہ قرض ادا کرتے وقت قرض خواہ کو اس کے قرضے سے زائد کچھ ادا کر کے خوشی کے ساتھ واپس کرے، اس اضافے اور بہتری کی چونکہ دونوں فریقوں کے مابین پہلے سے شرط نہیں ہوتی اس لئے یہ سود نہیں بلکہ احسان ہے اور شریعت کی نظر میں پسندیدہ ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضورِاقدس ﷺ کی خدمت میں اپنے حق کا مطالبہ کرنے کے لئے آیا اور سختی سے مطالبہ کیا تو صحابہ کرام نے اسے بُرا بھلا کہنے کا ارادہ کیا تو حضورِاقدس ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو کیونکہ صاحبِ حق کو بات کرنے کا حق حاصل ہے پھر فرمایا اسے اس کے جانور جیسا جانور دے دو، صحابہ

کرام نے عرض کیا یارسول اللہ اس وقت اس کے جانور سے بہتر جانور ہی ہیں (برابر کوئی نہیں) تو آپ نے فرمایا بہتر ہی اسے دے دو کیونکہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو بہتر ادا کرنے والا ہو (ترغیب حدیث ۲۶۵۲ ج۴ ص۳۱)

✿......حضرت ابورافع فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص سے ایک سالہ اونٹ قرض لیا جب صدقات کے اونٹ آئے تو آپ نے مجھے اس شخص کا اونٹ واپس کرنے کا حکم دیا تو میں نے کہا کہ مجھے اونٹوں میں چار سالہ اونٹوں کے علاوہ کوئی اونٹ نہیں ملا سب اس کے اونٹ سے بہتر ہیں تو آپ نے فرمایا اسے یہی ادا کردو کیونکہ لوگوں میں سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو ادا کرنے میں بہتر ہوں (ترغیب حدیث ۲۶۶۳ ج۴ ص۳۲)

✿......حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کے پاس اپنا حق وصول کرنے کے لئے آیا جس سے آپ نے نصف وسق (غلہ ماپنے کا ایک آلہ) غلہ لیا تھا تو آپ نے اسے ایک وسق غلہ دیا اور فرمایا آدھا وسق تمہارا ہے اور آدھا میری طرف سے ہے پھر ایک شخص مانگنے آیا جس نے وسق دیا تھا تو آپ نے اسے دو وسق دیئے اور فرمایا ایک وسق تو تمہارا حق ہے اور ایک وسق میری طرف سے ہے (ترغیب حدیث ۲۵۶۷ ج۴ ص۳۳)

(۵)......قرض ادا کرنے کی استطاعت (طاقت ہونے) کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا اور بلاوجہ قرض خواہ کو تنگ کرنا ایسا ظلم ہے اور گناہ ہے جو مقروض کی بے عزتی کرنے، زبردستی مال لینے کو حلال قرار دیتا ہے، ایسا شخص اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ اور مبغوض ہوتا ہے لہٰذا قدرت کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے بچنا بھی بہت ضروری ہے ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''**مَطَلُ الْغَنِیِّ ظُلْمٌ**'' ''صاحبِ استطاعت شخص کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے'' (ترغیب حدیث ۲۶۵۳ ج۴ ص۶۳)

✿......حضرت عمرو بن شرید اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا صاحبِ استطاعت شخص کا ٹال مٹول کرنا اس کی بے عزتی اور اس کے مال کو حلال کر دیتا ہے (ترغیب حدیث ۲۶۵۴ ج۴ ص۶۳)

✿......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ صاحبِ استطاعت ظالم کو ناپسند فرماتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کو مبغوض ہوتا ہے (ترغیب حدیث ۲۶۵۶ ج۴ ص۶۴)

حضرت خولہ بنتِ قیس فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کا قرض خواہ اس سے خوش ہو کر واپس گیا اس کے لئے زمین کے تمام جانور اور سمندر کی مچھلیاں رحمت کی دعا کرتی ہیں اور جس کا قرض خواہ اس سے ناراض ہو کر واپس گیا اس کے خلاف ہر دن، ہر رات، ہر ہفتہ اور ہر مہینہ میں ایک ظلم لکھ دیا جاتا ہے

Idara Ghufran

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دن، ہر رات اس کے خلاف ایک گناہ لکھا جاتا ہے (ترغیب حدیث ۲۶۵۷ ص ۶۴ ج ۴)

(۶)......اگر کوشش کے باوجود قرض ادا نہ ہوتا ہو اور نہ ہی قرض خواہ کی طرف سے مہلت مل سکے تو ایسی مشکل میں حضورِ اقدس ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے اور احادیث میں بہت سی دعائیں بیان فرمائی ہیں جن سے قرض کی ادائیگی میں آسانی ہوتی ہے ان دعاؤں کو پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیئے وہ دعائیں یہ ہیں:

(۱) اگر کسی شخص کے اوپر پہاڑ کے برابر قرض ہو تو بھی اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ ادا فرمادیتے ہیں: "**اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ**" (ترغیب بحوالہ ترمذی حدیث ۲۶۶۰ ج ۴ ص ۶۶)

(۲) حضرت ابوامامہ ص حضورِ اقدس ا سے قرضوں اور پریشانیوں کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا کلام نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے پڑھو تو اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانیوں کو دور کردے اور تمہارے قرضے ادا کرادے تو انہوں نے کہا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ ا نے فرمایا صبح شام یہ دعا پڑھا کرو: "**اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْعِجزِ وَالْکَسْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ**" (ترغیب بحوالہ ابوداؤد حدیث ۲۶۶۱ ج ۴ ص ۶۶)

(۳) حضورِ اقدس ا نے حضرت معاذ ص کو ایک دعا سکھائی اور فرمایا کہ اس سے اگر تمہارے اوپر اُحد پہاڑ کے برابر بھی قرض ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا انتظام فرمادیں گے وہ دعا یہ ہے: **اَللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ، تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ، وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ، رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ وَرَحِیْمُھُمَا تُعْطِیْھِمَا مَنْ تَشَاءُ، وَتَمْنَعُ مِنْھُمَا مَنْ تَشَاءُ، اِرْحَمْنِیْ رَحْمَةً تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَةٍ مَّنْ سِوَاکَ** (ترغیب حدیث ۲۶۶۲ ج ۴ ص ۶۷)

(۴) حضرت عیسیٰ ں ایک دعا اپنے ساتھیوں کو خصوصیت سے سکھایا کرتے تھے، حضورِ اقدس ا

نے بھی صدیقِ اکبرؓ کو وہ دعا سکھائی اور فرمایا اگر تم میں سے کسی پر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو تو اس کے پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس کی ادائیگی کا سبب پیدا فرمادیں گے اس دعا کے الفاظ یہ ہیں: ''اَللّٰھُمَّ فَارِجَ الْھَمِّ ،وَکَاشِفَ الْغَمِّ ،وَمُجِیْبَ دَعْوَۃِالْمُضْطَرِّیْنَ ،رَحْمٰنُ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمُھُمَا ،اَنْتَ تَرْحَمُنِیْ فَارْحَمْنِیْ بِرَحْمَۃٍ تُغْنِیْنِیْ بِھَا عَنْ رَحْمَۃٍ مِّنْ سِوَاکَ''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے اوپر قرض تھا تو اس دعا کے پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نفع عطا فرمایا اور میرا وہ قرضہ ادا ہو گیا (ترغیب حدیث ۲۶۶۴ ج ۲ ص ۶۸)

(۵) جب مقروض قرض ادا کرے تو قرض دینے والے کو دعا دینا سنت ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ مخزومی فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ا نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لیا جب آپ کے پاس مال آیا تو آپ نے مجھے قرض ادا فرمایا اور یہ دعا دی: ''بَارَکَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِیْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ اِنَّمَا جَزَاءُ السَّلَفِ الْحَمْدُ وَالْوَفَاءُ''

''اللہ تعالیٰ تمہارے اہل و مال میں برکت عطا فرمائے ،قرض کا بدلہ تعریف کرنا اور اسے ادا کرنا ہے'' (مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص ۲۵۳)

ہمارے بہت سے تاجر حضرات کمپنیوں اور بینکوں سے قرضے لیتے ہیں اور شروع سے ادائیگی کی نیت نہیں ہوتی بلکہ اپنے اثر و رسوخ ،رشوت یا سفارش کے ذریعے اس کو معاف کروالیتے ہیں۔قرض کی ادائیگی کی استطاعت ہونے کے باوجود ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے اور قرض خواہ کو چکر پر چکر لگوائے جاتے ہیں، اس پر اگر وہ کچھ کہے تو برداشت کرنے کی بجائے اس سے لڑائی جھگڑا اور گالم گلوچ شروع ہو جاتی ہے۔مقررہ وقت سے پہلے گھر میں جا کر ادا کرنے یا متعین مقدار سے زیادہ ادا کرنے کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا،قرض کی ادائیگی میں یہ طرز اختیار کرنا جہاں ایک بہت بڑا ظلم اور سخت ترین گناہ ہے وہاں اس کی بڑی خرابی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے آج کوئی شخص دوسرے کو قرض دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا جس کی وجہ سے واقعی ضرورت مند لوگ یا تو قرض نہ ملنے کی وجہ سے اپنی زندگی کی بنیادی ضروریات سے محروم رہتے ہیں یا پھر بینک سے سود پر قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں، لہٰذا ہمیں اپنے اس طرزِ عمل کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ (جاری ہے......)

بسلسلہ: سہل اور قیمتی نیکیاں

محمد ناصر صاحب

نیکی کی ہدایت کرنا اور بُرائی سے روکنا

ایک حدیثِ مبارکہ میں ہے:

مَنْ دَعَاالِیٰ ھُدًی کَانَ لَہُ مِنَ الْاَجْرِمِثْلَ اُجُوْرِمَنْ تَبِعَہُ لَا یُنْقِصُ ذَالِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًاوَمَنْ دَعَاالِیٰ ضَلاَ لَۃٍکَانَ عَلَیْہِ مِنَ الْاِ ثْمِ مِثْلَ آثَامِ مَنْ تَبِعَہُ لَا یُنْقِصُ ذَالِکَ مِنْ اٰثَامِھِمْ شَیْئًا (صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ اوسیئۃ الخ)

یعنی ”جو شخص نیکی کے کام کی طرف لوگوں کو بُلائے تو اس کو ان تمام لوگوں کے ثواب کے برابر ثواب ملتا ہے (جنہوں نے اس کی بتلائی ہوئی نیکی پر عمل کیا) اور عمل کرنے والے لوگوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں کی جاتی اور جو شخص بُرائی کے کام کی طرف لوگوں کو بُلائے تو اُس کو ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ملتا ہے (جنہوں نے اس کے بتلائے ہوئے گناہ پر عمل کیا) اور گناہ کرنے والے لوگوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہیں کی جاتی“ (صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنۃ حسنۃ اوسیئۃ الخ)

اس حدیث مبارکہ میں نیکی کے کاموں کی طرف لوگوں کو بلانے کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جب تک اس نیکی پر عمل کیا جاتا رہے گا اس نیکی کی طرف بلانے والے کو ثواب ملتا رہے گا اور بُرائی کی طرف بُلانے کا یہ نقصان بیان کیا گیا ہے کہ جتنے لوگ بھی اس کی بتلائی ہوئی بُرائی پر عمل کریں گے اس بُرائی کی بنیاد ڈالنے والے یا بُرائی کی طرف بلانے والے شخص کو ان سب لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ ملتا رہے گا۔

اس حدیث مبارکہ میں اس شخص کی تعریف تو ہے جس نے نیکی کی طرف لوگوں کو بُلایا اور پھر لوگوں نے اس کی بتلائی ہوئی نیکی پر عمل بھی کیا لیکن اگر کسی نے نیکی کی طرف بُلایا اور لوگوں نے اس کی بتلائی ہوئی نیکی پر عمل نہ کیا تو ایسے شخص کے بارے میں اس حدیث میں ذکر نہیں، لیکن ایسے شخص کے عمل کی بھی ایک حدیثِ مبارکہ میں تعریف کی گئی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

اَمْرٌبِالْمَعْرُوْفِ صَدَقَۃٌ وَنَھْیٌ عَنْ مُنْکَرٍصَدَقَۃٌ (صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

یعنی ”نیکی کی دعوت دینا بھی صدقہ ہے اور بُرائی سے روکنا بھی صدقہ ہے“ (صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ)

اس حدیث میں صرف نیکی کی دعوت دینے اور بُرائی سے روکنے کو صدقہ یعنی اچھا اور اللہ تعالیٰ کو راضی

کرنے والا عمل فرمایا گیا ہے، چاہے دعوت دینے کے بعد لوگوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور اس کے مطابق عمل کیا یا اُس کی دعوت قبول نہ کی، دونوں صورتوں میں اس تبلیغ کرنے والے کو فائدہ ہوگا۔

لوگوں کو نیکی کی طرف بُلانے اور بُرائی سے روکنے کا قرآن وحدیث میں اور بھی بہت سے مقامات پر ذکر موجود ہے اور یہ کام کرنے والے لوگوں کی بہت تعریف کی گئی ہے، کسی جگہ تو اس کام کے کرنے کا لوگوں کو حکم دیا گیا ہے اور کسی جگہ یہ کام نہ کرنے والے لوگوں کو ڈرایا گیا ہے چنانچہ بُرائی سے روکنے کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ:

اِذَاعُمِلَتِ الْخَطِيْئَةُ فِى الْاَرْضِ كَانَ مَنْ شَهِدَهَافَكَرِهَهَاكَانَ كَمَنْ غَابَ عَنْهَاوَمَنْ غَابَ فَرَضِيَهَاكَانَ كَمَنْ شَهِدَهَا (ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی)

کہ ''جب زمین پر کوئی گناہ کیا جاتا ہے تو جو شخص اس گناہ کو دیکھ رہا ہو لیکن دل سے نفرت کر رہا ہو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس گناہ میں موجود اور شریک نہ ہو بلکہ غائب ہو اور جو شخص اس گناہ (کی مجلس) میں موجود تو نہیں لیکن دل سے اس گناہ کو پسند کرتا ہے تو وہ ایسا ہے جیسے اس گناہ میں شریک ہو'' (ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنھی)

اس حدیث میں بُرائی سے نفرت نہ کرنے کا یہ نقصان بتلایا گیا کہ یہ شخص ایسا ہے جیسے اُس بُرائی میں شریک ہو، لہٰذا ایک مسلمان کے لئے یہ انتہائی ضروری ہے کہ وہ بُرائی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کاموں سے دل میں نفرت رکھے۔ اگر کسی کے دل میں بُرائی کا کام ہونے پر نفرت پیدا نہیں ہوتی بلکہ وہ اس بُرائی کو پسند کرتا ہے اگرچہ اُسے وہ بُرائی کرنے کا موقع نہ بھی ملا ہو تب بھی حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ شخص بُرائی کا کام کرنے میں شریک ہے لہٰذا ہر مسلمان کو تمام گناہوں اور بُرائی کے کاموں سے دل میں نفرت رکھنی چاہئے، یہ بھی نہی عن المنکر یعنی بُرائی سے روکنے کا ایک درجہ ہے، یعنی اپنی ذات کو گناہوں سے روکنا اور گناہ سے نفرت کرنا، مگر اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ گناہ کی برائی اور حقارت تو دل میں ہو لیکن اپنے مقابلہ میں گناہ کرنے والے کی حقارت دل میں نہیں ہونی چاہئے۔

ایک دوسری حدیث میں اس سے اعلیٰ درجہ یہ بتلایا گیا ہے:

مَنْ رَاٰى مُنْكَراً فَاسْتَطَاعَ اَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهٖ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ (ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین)

Idara Ghufran

یعنی ’’تم میں سے جو شخص کوئی ناجائز کام ہوتا ہوا دیکھے اور اُسے بُرائی کو ہاتھ سے روکنے کی طاقت بھی ہو تو اُسے چاہئے کہ اس ناجائز کام کو اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے منع کردے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو (یعنی زبان سے روکنے میں کسی فتنہ کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو) تو پھر اپنے دل سے اس بُرائی اور ناجائز کام کو بُرا سمجھے اور یہ کمزور درجے کے ایمان ہونے کی علامت ہے‘‘ (ابوداؤد)

اس حدیث میں بُرائی سے روکنے کے تین طریقوں کی تعلیم دی گئی ہے، پہلا طریقہ یہ ہے کہ (حکمت بصیرت کے ساتھ) ہاتھ سے اُس بُرائی کو بند کردے، لیکن اگر اس میں کسی فتنے کے پیدا ہونے کا خطرہ ہو مثلاً بُرائی میں مبتلا شخص اس بُرائی سے روکنے والے کی بات نہ مانے گا بلکہ لڑائی جھگڑے پر اُتر آئے گا جس سے فتنہ فساد پیدا ہونے کا خطرہ ہے تو پھر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دوسرے طریقے سے اس بُرائی کو بند کرنے کی کوشش کرے اور وہ ہے زبان سے بُرائی بند کرنا اور اس میں بھی اپنی نیت کی درستگی کے ساتھ طریقہ بھی درست اختیار کرنا چاہئے۔

لیکن اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو نیت اچھی ہو اور بُرائی سے روکنے میں ہمدردی والے الفاظ استعمال کیے جائیں اور ایسے الفاظ استعمال کرنا جس سے دوسرا شخص اپنی ذلت اور رُسوائی محسوس کرے، اس طرح نیکی کی طرف رہنمائی کرنے کا پوری طرح فائدہ حاصل نہ ہوگا بلکہ نقصان کا خطرہ ہے، لہٰذا جب دوسرے کو کوئی نیکی کی بات بتلائی جائے تو اس کے لئے دل میں ہمدردی ہونی چاہئے، اگر دوسرے شخص کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرنا اور اپنی بڑائی ظاہر کرنا مقصد ہوا تو یہ نیکی کی طرف رہنمائی نہیں بلکہ اپنے دل کی بھڑاس نکالنا ہے لہٰذا نیت صحیح رکھنی چاہئے۔

اسی طرح دوسروں کو نیکی کی بات بتلانے کا طریقہ بھی درست ہونا چاہئے، اس طرح سے بُرائی سے روکنا کہ جہاں کسی نے بُرائی اور غلط عمل کیا فوراً اس پر سوار ہوگئے اور گویا لٹھ سی ماردی، اس سے بھی دوسرا شخص اپنی ذلت محسوس کرتا ہے اور بُرائی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا، لہٰذا دین کی بات بتلانے میں برداشت اور خیرخواہی کا جذبہ ہونا چاہئے اور بُرائی میں مبتلا کو بُرائی سے روکنے پر تیار کرنا چاہئے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دین کی طرف رہنمائی کرنے والوں کو ایک انتہائی اہم تعلیم یہ دی گئی ہے:

اُدْعُ اِلیٰ سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ (النحل آیة ١٢٥)

یعنی ''اپنے پروردگار کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دو'' (النحل آیۃ ۱۲۵)

بعض احادیث میں نیکی کی بات نہ بتلانے اور بُرائی سے نہ روکنے پر وعیدیں اور ڈانٹ سنائی گئی ہے چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

مَامِنْ قَوْمٍ يُعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ ثُمَّ يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا ثُمَّ لَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا يُوْشِكُ اَنْ يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ مِنْهُ بِعِقَابٍ اَیْ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا (ابو داؤد، کتاب الملاحم)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس قوم میں بھی گناہ کے کام کیے جارہے ہوں اور قوم کے لوگ اس گناہ کو روکنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں پھر بھی نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی موت سے پہلے ان پر عذاب نازل کردے'' (ابوداؤد، کتاب الملاحم،)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی نافرمانی کی وجہ سے عام طور پر عذاب نہیں بھیجتے، یہاں تک کہ وہ اپنے سامنے نافرمانی کو دیکھیں اور وہ اس کے منع کرنے پر قادر بھی ہوں پھر بھی اس کو نہ روکیں، جب وہ ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ سب عام وخاص کو عذاب میں مبتلا کردیتا ہے (شرح السنۃ بحوالہ دینی دعوت وتبلیغ کے اصول واحکام ص ۳۷)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بُرائی سے روکنا بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات میں سے ایک حکم ہے اور دوسرے احکامات کی طرح اس حکم کو پورا کرنا بھی ضروری ہے اور اس حکم سے لاپرواہی اختیار کرنا دنیا اور آخرت دونوں میں ناکامی اور نقصان پہنچاتا ہے، لہٰذا جیسے پچھلی احادیث میں ہے کہ کسی کو بُرائی کرتے ہوئے دیکھا اور اس کو برائی سے روکنے پر قدرت بھی ہو، چاہے ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے یعنی برائی سے نفرت کرنا اور دوسرے کی اصلاح کی دُعا کرنا، پھر بھی ان میں سے کوئی طریقہ اختیار نہ کیا تو یہ شخص بھی ان کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوسکتا ہے کیونکہ جیسے دوسرے لوگوں نے برائی کی اسی طرح اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نافرمانی کی اور وہ یہ کہ نہی عن المنکر (یعنی برائی سے روکنے) کا حکم پورا نہیں کیا، اب ظاہر ہے جیسے دوسرے لوگوں کو نافرمانی اور گناہ کی سزا ملے گی، اسی طرح بُرائی سے نہ روکنے والے کو بھی سزا ملے گی اور عذاب ہوگا، ایک حدیث میں ہے:

اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (ابوداؤد، کتاب الخراج والفئی والامارۃ)

''یاد رکھو! تم میں سے ہر ایک نگہبان (اور ذمہ دار) ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے

ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا‘‘ (ابوداؤد، کتاب الخراج والفئی والامارۃ)

انسان سب سے پہلے اپنی ذات پھر اپنے بیوی، بچوں، بہن، بھائیوں اور درجہ بدرجہ دوسرے تعلق داروں کا ذمہ دار ہوتا ہے، حتیٰ کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا ایک درجہ میں نگہبان اور ذمہ دار ہے، لہٰذا ہر مسلمان کو اس ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا چاہئے ورنہ اگر اس ذمہ داری کو نہ نبھایا گیا جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ شوہر کو بیوی کے اعمال کی پرواہ نہیں اور باپ کو بیٹے کے اعمال کی پرواہ نہیں، بچی یا بیوی اپنے والد یا شوہر کے سامنے گناہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے عورت کو جتنے پردے کا حکم دیا اتنا پردہ نہیں کرتی لیکن باپ اور شوہر کو اس کی کوئی پرواہ نہیں، بچے اپنے والدین کے سامنے بُرائی کرتے ہیں اور والدین ذرا بھی اولاد کو بُرائی سے نہیں روکتے، اولاد والدین کے سامنے نمازیں ضائع کرتی ہے، وقت فضول کاموں میں ضائع کرتی ہے، گانے گاتی ہے لیکن والدین جنہیں اولاد کو سختی سے اور ہاتھ سے روکنے کی بھی طاقت حاصل ہے وہ اولاد کو گناہوں سے نہیں روکتے، بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی کی دینی تربیت کی پرواہ نہیں اور وہ اپنی اس ذمہ داری سے غافل ہیں، استاد ایک بچے کی روحانی تربیت کرنے والے ہیں لیکن آج کل صرف استاد سبق پڑھانے کی حد تک تو ایک بچے کا ہمدرد ہے لیکن شاگرد کی دینی تربیت کرنے والے بہت کم استاد ہیں، ہر بڑا اپنے سے چھوٹے کو دنیاداری سکھاتا ہے لیکن دینداری سکھانے سے غفلت برتی جارہی ہے حتیٰ کہ بڑے جنہیں چھوٹوں کا نگہبان بنایا گیا تھا چھوٹوں کے ساتھ ملکر بہت سے گناہ کرتے ہیں، ایسی صورت میں حدیث کی رُو سے ایسی قوم پر مرنے سے پہلے عذاب ہی نازل ہوگا۔

لہٰذا ہم سب کو اپنی اس ذمہ داری کا احساس پیدا کرنا چاہئے اور کم از کم اپنے انتہائی ماتحتوں کی دینی تربیت اور اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔

بسلسلہ : آدابُ المعاشرت محمد رضوان صاحب

کھانے پینے کے آداب (چھٹی و آخری قسط)

✪ ...... پانی اور دیگر مشروبات کو برتن (گلاس، کٹورے وغیرہ) سے منہ لگا کر پینا زیادہ بہتر ہے، لیکن اگر کسی نلکی (STRAW) وغیرہ کے ذریعے سے پی جائے (جیسا کہ آج کل بعض بوتلیں اور جوس وغیرہ پیئے جاتے ہیں) تو گناہ تو نہیں اگرچہ سنت بھی نہیں، نلکی کے ذریعے سے پینے کی صورت میں ہر سانس کے وقت نلکی کو منہ سے الگ کر دینا سنت ہوگا۔

✪ ...... طبّی اعتبار سے پانی جسم کے لئے اسی وقت مفید اور صحت بخش ہوتا ہے جبکہ اس کو مناسب وقت پر اور مناسب طریقہ پر پیا جائے، نیز وہ پانی ہر طرح کی گندگیوں سے پاک وصاف ہو، صحت کی حالت میں جب بھی سچی پیاس لگے پانی پینا چاہئے، بعض اوقات بدہضمی یا کسی دوسری بیماری کی وجہ سے جھوٹی پیاس لگا کرتی ہے جو کہ پانی پینے سے نہیں بجھتی، اگر اس حالت میں بار بار پانی پیا جائے تو وہ فائدہ کے بجائے نقصان کا باعث بنتا ہے (ماخوذ از دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۲۲)

✪ ...... سخت محنت ومشقت اور ورزش کے بعد یا نہاتے ہی فوراً پانی پینا طبّی لحاظ سے نقصان سے خالی نہیں، اگر کوئی محنت مشقت کا کام کیا ہے، یا دُھوپ میں سفر کر کے آئے ہیں، پیاس زیادہ لگی ہوئی ہے تو تھوڑی دیر سائے میں بیٹھ کر آرام کیجئے، جب کچھ سکون ہو جائے تو ایک گلاس پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پی لیجئے، بے تحاشا غٹ غٹ کر کے بہت سا پانی نہ پیجئے، اگر ایک بار تھوڑا پانی پینے سے پیاس نہ بجھے تو کچھ دیر کے بعد دوبارہ پی لیجئے (ماخوذ از دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۲۳، ترجمہ وتشریح کلیاتِ قانون حصہ اول ص ۱۸۴)

✪ ...... نیند سے جاگنے کے فوراً بعد اور خالی پیٹ پانی پینا طبّی لحاظ سے مناسب نہیں ہے، لیکن اگر پیاس بہت زیادہ لگی ہو تو اس کو بجھانے کے لئے تھوڑا پانی گھونٹ گھونٹ کر کے پینا چاہئے، کوئی پھل کھانے، گنّا چوسنے، اور تیل کی پکّی ہوئی چیزوں کے کھانے کے بعد بھی پانی پینے سے پرہیز کیا جائے، اس سے بدہضمی، نزلہ و زکام، گلے کی خراش اور کھانسی پیدا ہو جاتی ہے (ماخوذ از دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۲۳، ترجمہ وتشریح کلیاتِ قانون حصہ اول ص ۱۸۴) [1]

---

[1] آج کل بعض لوگوں کی طرف سے نہار منہ بہت سا پانی پینے کی بڑی خوبیاں اور فوائد بیان کیے جاتے ہیں، مگر اصل طبی اصولوں کے مطابق وہی بات ہے جو یہاں اوپر ذکر کی گئی، ہر نئی تحقیق کا اعتبار نہیں کیونکہ وہ آئے دن بدلتی رہتی ہیں اور اگر کسی چیز سے نقدی کوئی فائدہ بھی حاصل ہو جائے لیکن نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے وہ نقصان دہ ہو، اس کو فائدہ سمجھنا بھی غلط ہے۔

✪ ......ٹوٹے ہوئے برتن میں پانی مت پیجئے، اگر مجبوراً پینا پڑے تو ٹوٹا ہوا حصہ منہ سے نہ لگایئے۔ [۱]

✪ ......لوٹے یا صراحی سے اس طرح منہ لگا کر پانی مت پیجئے، کہ بے خبری میں کوئی موذی یا گندی چیز منہ میں چلی جائے۔

✪ ......حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو پینے میں ٹھنڈا میٹھا محبوب و مرغوب تھا(ترمذی)

نیز فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ''بیوتِ سُقیا'' سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔

امام ابوداؤد کے استاذ قتیبہ جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں، ان کا بیان ہے کہ یہ مقام (بُیوتِ سُقیا) جہاں سے حضور ﷺ کے لئے یہ میٹھا پانی لایا جاتا تھا، مدینہ سے دو دن کی مسافت پر تھا (ابوداؤد)

معلوم ہوا کہ ٹھنڈا پانی پینا سنت ہے بشرطیکہ اتنا زیادہ ٹھنڈا نہ ہو جو صحت کے لئے مضر ہو۔

✪ ......طبی لحاظ سے عام مزاج والوں کے لئے اوسط درجہ کا ٹھنڈا پانی مفید ہے۔

پھر ایک ٹھنڈا پانی تو وہ ہے جو قدرتی طور پر ٹھنڈا ہو جیسے کنویں، چشمے وغیرہ کا پانی، یہ تو ٹھنڈا ہونے میں سب سے بہتر ہے اور اگر پانی کو برف وغیرہ سے ٹھنڈا کیا جائے تو مناسب ہے کہ پانی کو بیرونی طریقہ پر برف وغیرہ سے ٹھنڈا کیا جائے، مثلاً گھڑے میں رکھ کر، یا کسی بند برتن/ بوتل وغیرہ میں رکھ کر فریج وغیرہ میں رکھ چھوڑا جائے اور قدرے ٹھنڈا ہونے پر استعمال کیا جائے، پانی کے اندر برف ڈال کر یا برف پگھال کر جو پانی حاصل کیا جاتا ہے وہ صحت کے لئے مضر ثابت ہوتا ہے خصوصاً جبکہ برف صاف نہ ہو (ملاحظہ ہو، ترجمہ وتشریح کلیاتِ قانون لابن سینا حصہ اول ص ۱۸۴)

✪ ...... پاک صاف پانی پینے کے قابل، مفید اور صحت بخش ہوتا ہے، ایسے پانی کی پہچان یہ ہے کہ وہ صاف وشفاف ہوتا ہے، اس کا کوئی مزہ اور رنگ نہیں ہوتا اور نہ اس میں کسی قسم کی بُو پائی جاتی ہے (ماخوذ از دیہاتی معالج حصہ اول صفحہ ۲۳)

✪ ......آج کل شہروں میں صاف پانی کا میسر آنا مشکل ہو رہا ہے، اور گندے پانی کے پیٹ میں جانے کی وجہ سے مہلک بیماریاں پیدا ہو رہی ہیں، پانی صاف کرنے کا سب سے بہتر اور آسان طریقہ یہ ہے کہ اس کو اُبال کر ٹھنڈا کر لیا جائے اور باریک، صاف کپڑے میں چھان کر استعمال کیا جائے۔

---

[۱] انه ﷺ نهى ان يشرب من ثلمة القدح وان ينفخ فى الشراب (جمع الفوائد ج ۱ ص ۷۸۱ بحواله مالك وابوداؤد ،ترمذى)

پانی کو ابالنے کا مسئلہ پرانے اطباء میں تسلیم شدہ ہے، چنانچہ بہشتی زیور میں ہے ''اگر خراب پانی کو اچھا بنانا ہو تو اس کو اتنا پکائیں کہ سیر کا تین پاؤ رہ جائے پھر ٹھنڈا کر کے چھان کے پئیں'' (بہشتی زیور حصہ نہم صفحہ ۸)

بعض لوگ پانی کو اُبالے بغیر صاف کپڑے سے چھان کر پیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پانی صاف ہو گیا ہے، حالانکہ کپڑے میں چھاننے سے کوڑا کرکٹ اور کوئی موٹا کیڑا تو الگ ہوسکتا ہے ،لیکن اس کی دوسری کثافتیں جو اس کے ساتھ گھلی ملی ہوتی ہیں دُور نہیں کی جاسکتیں اور وہ جراثیم جو آنکھوں سے نہیں دیکھے جاسکتے ہیں، کپڑے سے چھان کر الگ نہیں کیے جاسکتے ، بلکہ وہ پانی میں باقی رہتے ہیں اور پینے والے کے جسم میں پہنچ کر اس کی بیماری کا باعث بنتے ہیں۔

گندے پانی کو صاف کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے پانچ چھ گھنٹے تک کسی برتن میں رکھ چھوڑیں تا کہ اس میں جو مٹی اور ریت وغیرہ کے ذرات ہوں وہ تہ نشین ہو جائیں، اب اگر یہ پانی پانچ سیر ہو تو اس میں تقریباً چار رتی پھٹکری باریک پیس کر ملائیں، پانی کے ساتھ جو کثافتیں گھلی ملی ہوں گی وہ اس کی وجہ سے نیچے بیٹھ جائیں گی، اوپر کا صاف پانی نتھار کر رکھیں اور پینے کے کام میں لائیں، مٹی، گرد اور دوسری پانی میں حل ہونے والی اشیاء پھٹکری ڈالنے سے تہہ میں بیٹھ جاتی ہیں (دیہاتی معالج ج ا صفحہ ۲۶، ۲۷)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۷۷ ''صحابیٔ رسول حضرت ابوسُفیان بن حارث رضی اللہ عنہ'')

پھر اب تو ان کے بھائی نوفل بن حارث بھی انتقال فرما گئے اب تو بس یہی دعا تھی کہ اللہ ہمیں بھی ہمارے آقا سے ملا دے چند ہی روز گزرے ہوں گے کہ حج کے لئے تشریف لے گئے حج کے بعد منیٰ میں سر منڈوا رہے تھے تو سر میں کوئی پھنسی تھی جو پھوٹ گئی اور اُس میں سے خون جاری ہو گیا یہ خون ایسا مبارک تھا کو گویا اپنے محبوب اسے وصال کا پیغام تھا پس کسی طرح نہ رُکا، آپ مدینہ تشریف لائے اور یہاں آ کر خود اپنے ہاتھوں سے اپنی قبر تیار کی جب حالت زیادہ نازک ہوئی اور عزیز اقربا نے رونا شروع کیا تو فرمایا اسلام لانے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کوئی گناہ نہیں کیا لہٰذا مجھ پر رونا نہیں...... قبر تین دن تک کھلی رہی اور تیسرے دن آپ اُس میں جانے کے لئے اس دنیا سے روانہ ہو گئے

اِنَّا لِلّٰہ و انا الیہِ راجعون

خلیفۂ وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنتُ البقیع میں آپ کو دفن کر دیا گیا۔

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ محمد رضوان صاحب

کامل اور ناقص مربّی کی پہچان

جس اللہ والے بزرگ سے اصلاح کا تعلق قائم کیا جائے اور اس کو اپنا شیخ ومربی اور مصلح بنایا جائے، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کامل ہو، ناقص اور اناڑی نہ ہو، جس طرح جسمانی علاج کے لئے طبیب، معالج اور ڈاکٹر کا ماہرِ فن اور کامل ہونا ضروری ہے اور ناقص اور اناڑی معالج جان کے لئے خطرہ ہے، بالکل اسی طرح روحانی علاج کے لئے شیخ ومربی کا ناقص اور اناڑی ہونا ایمان کے لئے خطرہ ہے، اسی لئے یہ کہاوت مشہور ہے کہ ''نیم حکیم خطرۂ جان، نیم ملا خطرۂ ایمان''

آج کل ایسے اناڑی مشائخ کی بھرمار ہے جو اپنے سب مریدوں کو ایک ہی قسم کا نسخہ فراہم کرتے ہیں انہوں نے اپنے سارے مریدوں کے لئے یکساں قسم کے معمولات، وظائف اور اصلاح کے نسخے متعین ومقرر اور تیار کرر کھے ہیں جس کی وجہ سے ان کے مریدین کی اصلاح نہیں ہوتی اور امراض اسی طرح برقرار رہتے ہیں، حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ اسی غلط فہمی کی نشاندھی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''شیخ کی مثال بالکل طبیب (معالج) کی سی ہے اگر طبیب اناڑی ہے تو پھر جان کی خیر نہیں جیسا کہ مقولہ (کہاوت) مشہور ہے کہ نیم حکیم خطرۂ جان نیم ملا خطرۂ ایمان، بعض اناڑی شیخ سب کو ایک ہی لکڑی ہانکتے ہیں اسی سبب (وجہ) سے لوگوں کی تربیت اور اصلاح نہیں ہوتی، جیسے ایک طبیب (معالج) کا قصہ ہے کہ کسی مریض کا علاج کے لئے بلائے ہوئے گئے، مریض کی چارپائی کے نیچے نارنگی (سنگترہ، موسّمی) کے چھلکے پڑے ہوئے تھے، حکیم صاحب نے نبض دیکھ کر فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نارنگی کھائی ہے اس مریض نے اقرار کیا کہ بے شک کھائی ہے، حکیم صاحب کے صاحبزادے بھی ساتھ رہتے تھے، مکان پر آکر حکیم صاحب سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ کیسے معلوم کرلیا تھا کہ اس مریض نے نارنگی (موسّمی) کھائی ہے، حکیم صاحب نے فرمایا کہ بیٹا اس کی چارپائی کے نیچے نارنگی کے چھلکے پڑے ہوئے تھے، بس اب کیا تھا صاحبزادے کے ہاتھ ایک قاعدہ کلیہ (اصول) آگیا گو وہ ایک واقعہ جزئیہ تھا، اب حکیم صاحب کے بعد صاحبزادہ کا زمانہ آیا ایک مریض کو دیکھنے کے لئے بلائے ہوئے گئے، اتفاق سے اس مریض کی

چارپائی کے نیچے نمدہ (جمی ہوئی اُون اور روئی کا گدّہ) پڑا ہوا تھا آپ نبض دیکھ کر فرماتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے نمدہ (جمی ہوئی اُون اور روئی کا گدّہ) کھایا ہے لوگوں نے اس (صاحبزادے اناڑی حکیم) کو وہاں سے یہ کہہ کر نکالدیا کہ تمہاری دُم میں نمدہ، یہ تو ایک حکایت ہے جو میں نے توضیح (وضاحت کرنے) کے لئے اس وقت بیان کی، مگر آج کل حالت مشائخ کی یہ ہی ہو رہی ہے کہ سب کو ایک ہی وظیفہ، ایک ہی وِرد، یہ سب باتیں فن سے واقف نہ ہونے کی بدولت ہو رہی ہیں، تصوف کو ان لوگوں نے بدنام کر دیا، تصوف کی جو حقیقت حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں تھی اس کو تو لوگوں نے مستور (پوشیدہ) بلکہ مفقود (گُم) ہی کر دیا، شیخ کو تو ایسا حکیم ہونا چاہئے جیسے ایک بزرگ کے پاس ایک شخص مرید ہونے گئے، بزرگ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ مال ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو مال سے محبت ہوگی، عرض کیا کہ سو روپیہ ہیں۔ فرمایا ان کو علیحدہ کر کے آؤ، عرض کیا بہت اچھا، دریافت فرمایا کہ کس طرح کرو گے، عرض کیا کہ مسکین (غریب) کو دیدونگا، فرمایا کہ اس میں تو حظ (مزہ) ہوگا نفس کو، کہ ہم نے بڑی سخاوت کی، دریا میں پھینک کر آؤ، عرض کیا کہ بہت اچھا، دریافت فرمایا کہ دریا میں کس طرح پھینکو گے، عرض کیا کہ ایک دم سب کو لے جا کر پھینک آؤں گا، فرمایا کہ نہیں ایک روپیہ روز پھینک کر آؤ تا کہ نفس پر روزانہ آرہ چلا کرے۔ یہ ہے شیخ ہونے کی شان، امراض (بیماریوں) کا علاج مثل طبیب (معالج کی طرح) کے کرتے ہیں، سب کو ایک ہی لکڑی نہیں ہانکتے، بعض سے مال کو جدا کراتے ہیں اور بعض کو مال جمع کرنے کو کہتے ہیں، بعض مشائخ نے تو سلطنت (حکومت) تک ترک کرادی، جس کو آج انتہائی معراج (ترقی) کا زینہ لوگ سمجھتے ہیں اور جس کے پیچھے دین ایمان قربان کرنے کو تیار ہیں، معلوم بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اصل راز یہ ہی ہے کہ وہ دنیا کو قلب (دل) سے نکالیں، گو (اگرچہ) ہاتھ میں بقدرِ ضرورت رہے، قلب (دل) تو بس حق تعالیٰ ہی کے رہنے کی جگہ ہے۔

صاحبو! قلب (دل) کو صاف رکھو، نہ معلوم کس وقت نورِ حق اور رحمتِ حق قلب پر جلوہ گر ہو جائے اس لئے ہر وقت اس کے مصداق بنے رہو۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی　　　شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(یعنی اس بادشاہ کی طرف سے ایک لمحہ کو بھی غافل نہ ہو ممکن ہے کہ وہ توجہ فرمادے اور تجھے خبر بھی نہ ہو)

(ملفوظاتِ حکیم الامت ''الافاضات الیومیہ'' ج ۲ ص ۸۲ تا ۸۴)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ ترتیب: محمد رضوان صاحب

مکتوباتِ مَسیحُ الاُمّت (قسط ۱۹)

(بنام حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب)

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم کی وہ مکاتبت جو مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے ساتھ ہوتی رہی، ان مکتوباتِ منتشرہ کو مفتی محمد رضوان صاحب نے سلیقہ کے ساتھ جمع کرنے، ترتیب دینے اور بین القوسین مناسب توضیح کی کوشش کی ہے، جوافادۂ عام کے لئے ماہنامہ ''التبلیغ''، میں قسط وار شائع کئے جارہے ہیں۔ عرض سے مراد حضرت نواب قیصر صاحب کے تحریر کردہ کلمات اور ارشاد سے مراد حضرت جلال آبادی رحمہ اللہ کے جواب میں تحریر فرمودہ ارشادات ہیں (..................ادارہ)

مکتوب نمبر (۲۴) (مؤرخہ ۲۴/صفر ۱۴۱۲ھ)

عرض: مخدومی و معظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

ارشاد: مکرم زید مجدھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

عرض: الحمدللہ بندہ مع اہل وعیال خیریت سے ہے۔

ارشاد: خیریت معلوم ہوکر مسرت ہوئی۔

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت کو بھی شفاءِ کاملہ، عمدہ صحت وتندرستی اور توانائی عطا فرمائے نیز یوماً فیوماً ظاہری وباطنی ترقی میں اضافہ فرمائے، آمین۔

ارشاد: بندہ بفضلہٖ تعالیٰ بخیر ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی مبارک زبان مبارک فرمائیں۔

عرض: کیا صورت ہو کہ بیداری کے فارغ اور مشغول اوقات میں غیر اللہ یا ماسویٰ کا خیال نہ آئے۔

ارشاد: سالک بیدار میں غیر ہی کہاں؟

عرض: دورانِ ذکر قلب ولسان کی باہمی توجہ اور فکری مطابقت کو پورے وقت قائم رکھنے کے لئے کیا مراقبہ کروں؟

ارشاد: مراقبہ ابتداء ہی سے ہوگیا دوسرا کیا مراقبہ۔

عرض: ذاتِ حق کا تصور کس طرح کروں؟

ارشـــــاد: اپنا تصور عرفان سے فارغ ہوگیا، ترابی ہوگیا۔بس اسی ذات کا تصور رہ گیا۔ تروتازہ ہوگیا، مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ترابی۔

عرض: ایام جوانی اور زمانۂ غفلت کی سیئات ومعاصی خدا کرے کہ بالکل کالعدم ہوجائیں۔

ارشاد: وہ تو کالعدم کیا عدم ہوگئے۔نئی زندگی آگئی۔بے خیالی۔

عرض: جب بھی استغفار کرتا ہوں وہ متحضر ہوجاتے ہیں ان کو کیسے فراموش کروں؟ زین شرم کہ "او" دیدچہ کردم چہ کنم۔

ارشاد: بفضلہٖ تعالیٰ بحکمہٖ تعالیٰ فراموش ہیں۔فرمائش کیوں؟

عـــــرض: وساوس کا ہجوم اور پراگندہ خیالات اختیاری اور غیر اختیاری بعض اوقات مشکل ہوکر سامنے آتے ہیں جس سے بندہ کو انتہائی تکلیف اور صدمہ ہوتا ہے، کبھی نماز میں یہ حالت ہوتی ہے، بالخصوص بوقت سجدہ کہ رؤیتِ حق الی العبد کا قرب محسوس کرتا ہوں، یہ اجتماع ضدین خیر وشر آنِ واحد میں کیسے ممکن ہے۔

ارشاد: اس طرح جس طرح نظر منظور نظر کے ہے سامنے اور کوئے گوشے چشم چشمک۔

عرض: بندہ کی عجیب غیر اطمینانی حالت ہے۔

ارشاد: الحمدللہ تعالیٰ ہے نہیں، بنالی ہے۔

عرض: حضرت اس کا مداوا کریں اور دعا بھی کریں۔احقر محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: مداوا مرض کا ہوتا ہے۔یہ مرض ہی نہیں۔

مکتوب نمبر (۲۵) (مؤرخہ ۲۹/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ)

عرض: مخدومی ومعظمی حضرت اقدس دامت برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ارشاد: مکرم زید مجدہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عـــرض: بزمِ اشرف (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک اور چراغ گُل ہوگیا، حضرت مولانا شاہ فقیر محمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ ۲۳/ربیع الاول وقت صلوٰۃ عشاء سے قبل اس جہاں فانی سے عالمِ آخرت کو رحلت فرماگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم کی روح کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے، جنتُ الفردوس کا اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔اعلیٰ علیین میں ان کی روح کو دارُالقرار عطا فرمائے۔آمین بحرمۃ

Iqra Ghufran

سید المرسلین خاتم النبیین ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''

ارشاد: اللہ تعالیٰ جنت الفردوس سے نوازیں، عزیزان و متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ کیا عجیب بات ہے صبر بھی ہو اور صبر میں جمال بھی ہو۔

عرض: حضرت مولانا کے انتقال کی خبر ملتے ہی بندہ بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے پشاور وقت پر بفضلہٖ تعالیٰ خیریت سے پہنچ گیا تھا۔

ارشاد: بہت خوب لحاظِ حق بایں اہتمام مبارک ہو۔

عرض: نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمادی، ایک مجمع کثیر نے جس میں علماء صلحاء و مدرسین اور حفاظ و ائمہ مساجد کی اکثریت تھی، نماز جنازہ ادا کی تھی۔

ارشاد: تھے ہی ایسے مرجع خلق۔

عرض: اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت و تندرستی و توانائی عطا فرمائے عمر میں برکت اور ترقیٔ درجات نصیب کرے۔

ارشاد: جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

عرض: بندہ کو اپنے بھانجوں پر رشک آتا ہے کہ باغپت سے جلال آباد آکر ہر جمعہ کو حضرت کی ملاقات روبہ رو نصیب ہوتی ہے۔

ارشاد: یہ ان کی طلب نسبت ہے اللہ تعالیٰ کی خوب نشانی ہے، ان کی حسنِ عقیدت ہے۔

عرض: بندہ کو حضرت کی طرف سے مکاتبت کی جو اجازت حاصل ہے اس پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

ارشاد: بندہ بھی شکر گزار ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ جیسے صاحب تقویٰ کی محبت کو بندہ کے لئے مغفرت کا وسیلہ بنائیں۔

عرض: میرے حق میں یہ دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ بندہ کو صالحین کے زمرہ میں شامل فرمادیں۔

ارشاد: شامل رکھیں۔

عرض: اور نجاتِ کاملہ محض اپنے فضل سے عطا فرمادیں۔

ارشاد: آمین

عرض: اہلیہ، اولاد اور جملہ متعلقین بلکہ تمام احباب کے حق میں دعاءِ مغفرت کردیجئے، جزاکم اللہ

تعالیٰ خیر الجزاء۔

ارشاد: اللہ تعالیٰ رحمت خاص سے نوازیں۔

عرض: جس طرح صالح اولاد کے لئے منقول ہے کہ وہ والدین کے لئے مثل باقیات صالحات ہیں تو کیا صالح مسترشدین اپنے مرشد و مصلح شیخ کامل حضرت والا حکیم الامت مجدد ملت نور اللہ مرقدہٗ کے لئے باقیات صالحات کے قبیل سے نہ ہوں گے؟

ارشاد: کیوں نہ ہوں گے۔

عرض: اس بندۂ ناچیز و حقیر کو بھی تو الحمد للہ ایک شمس الہدیٰ سے نسبت ہے اگر کوہ ہمالیہ کی چوٹی اپنی بلندی ورفعت اور عالی مرتبت پر اپنے خالق سے نسبت رکھتی ہے تو کیا ایک ذرۂ خاک اپنے خالق سے بحیثیت مخلوق ناز نہ کرے۔

ارشاد: شکراً للہ

عرض: حضرت جب اپنی بندگی کا احساس کرتا ہوں تو آنکھوں سے اشک ہائے تشکر ٹپک پڑتے ہیں اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔ فقط والسلام احقر العباد محمد قیصر عفی عنہ۔

ارشاد: یہ قلبِ اوّاہ بانابت، مبارک صد مبارک۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۲۴ حضرت مولانا ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (قسط۵))

کہ آج مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی اکی پسندیدہ زبان کو صحیح طرح سیکھنے کی طرف توجہ نہیں دیتے لیکن انگریزی اور دوسری زبانوں کے سیکھنے اور اس زبان کے الفاظ ٹھیک ٹھیک طریقہ پر ادا کرنے میں بہت چست نظر آتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ قرآن مجید وغیرہ مجہول پڑھتے ہیں، چنانچہ ''الحمد'' کو ''الحمدو'' پڑھتے ہیں لیکن مسلمان کا بچہ بچہ بھی جب انگریزی میں گنتی پڑھتا ہے تو ''ون، ٹو'' کہتا ہے، ''ٹَو'' نہیں کہتا اور اگر کوئی ''ٹُو'' کو ''ٹَو'' کہے تو اس کو ایک بچہ بھی غلط بتاتا ہے، مگر تعجب ہے کہ پورا قرآن مجید مجہول پڑھے چلے جاتے ہیں اور غلطی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، پھر فرمایا کہ ویسے تو مجہول پڑھنے سے بھی نماز ہو جاتی ہے مگر مزیدار نماز نہیں ہوتی اور اس طرح پڑھنے پر پورا اور مکمل ثواب حاصل نہیں ہوگا، لیکن اگر کوئی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دے مثلاً الحمد میں بڑی ''حاء'' کی جگہ چھوٹی ''ہا'' پڑھ دے تو نماز ہی خطرہ میں پڑ جاتی ہے۔ (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس ترتیب: محمد رضوان صاحب

علم کے ساتھ صحبتِ اہلُ اللہ کی ضرورت

(تعلیماتِ حکیم الامت کی روشنی میں)

''یاد رکھو کہ صحبت بدون علمِ متعارف کے مفید ہوسکتی ہے مگر علمِ متعارف بدون صحبت کے بہت کم مفید ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ آج کل بہت سے علماء نظر آتے ہیں مگران میں کام کے دوچار ہی ہیں، جن کو کسی کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

دیکھئے گلاب کے پاس رہنے سے مٹی میں خوشبو پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح اہلِ محبت کے پاس رہنے سے خدا کی محبت اور دین کے ساتھ مناسبت حاصل ہوجاتی ہے۔

حضراتِ صحابہ کرام کو فضیلت صحبت ہی کی وجہ سے ہوئی کہ آج کوئی امام اور فقیہ اور کوئی بڑے سے بڑا ولی ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، حالانکہ وہ زیادہ لکھے پڑھے نہ تھے، بلکہ بہت سے علوم تو صحابہ کے بعد پیدا ہوئے ان کے زمانہ میں ان علوم کا پتہ بھی نہیں تھا جو آج کل کثرت سے موجود ہیں، ان کا یہی کمال تھا کہ وہ ان علوم میں مشغول نہ ہوئے تھے، بس صحابہ کا بڑا کمال یہ تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تھا آپ (ﷺ) کی صحبت ان کو نصیب تھی'' (التبلیغ ج۲۱ ص۱۷۴، ماخوذ از تحفۃ العلماء ج۱ ص۱۲۶، ۱۲۷)

معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت تو مروجہ درسِ نظامی وغیرہ جیسے علوم حاصل کئے بغیر مفید ہوسکتی ہے، لیکن مروجہ درسِ نظامی وغیرہ کا علم اللہ والوں کی صحبت کے بغیر بہت کم مفید ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آج سینکڑوں اور ہزاروں علماء ہر سال درسِ نظامی وغیرہ سے فارغ ہوکر نکلتے ہیں مگران میں کام کے چند ایک ہی نظر آتے ہیں جن کو کسی اللہ والے کامل کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جو فضیلت حاصل ہوئی وہ حضور ﷺ کی صحبت ہی کی برکت سے حاصل ہوئی کسی مروجہ علمی نصاب کے ذریعہ سے نہیں اور اسی صحبت کی وجہ سے ان کا نام صحابہ رکھا گیا، آج کوئی بڑے سے بڑا فقیہ، محدث اور مفسر وامام چھوٹے سے چھوٹے صحابی کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصل چیز اللہ والوں کی صحبت ہے، اللہ والوں کی صحبت کی برکت سے اللہ تعالیٰ سے محبت

اور دین کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مدارس میں دینی علم حاصل کرنے اور علم میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے پر تو اپنی جدوجہد اور صلاحیتوں کو خرچ کیا جاتا ہے، مگر اللہ والوں کی صحبت اور ان سے اپنی تربیت کرانے کا اہتمام نہیں کیا جاتا، بلکہ اِدھر طالبِ علم درسِ نظامی سے فارغ ہوکر نکلتا ہے تو اُدھر سے لوگوں کا مقتدا ہونے کی سند اور دستارِ فضیلت حاصل ہوجاتی ہے، اب کیا پوچھنا؟ بس طالبِ علم اپنے آپ کو اصلاح سے بالکل مستغنی اور بے نیاز سمجھنے لگتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں ساری عمر طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا رہتا ہے۔

طلباء و علماء میں ایسی آزادی پہلے نہیں تھی، جیسی اس دور میں پیدا ہوگئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

’’مدارس کے نصاب و نظام کا جائزہ لیتے وقت ہمارے نزدیک سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ اس کی روح کے احیاء کی فکر کی جائے، اس روح کی احیاء کا تعلق اصل میں تو اہلِ مدارس کی قلبی لگن سے ہے، لیکن اس سلسلہ میں چند عملی تجاویز درجِ ذیل ہیں:

(۱)......تمام مدارس میں تصوف و احسان کو باضابطہ نصاب کا جزء بنایا جائے۔

(۲)......اساتذہ و طلبہ پر لازم کیا جائے کہ وہ ہفتہ میں کم از کم ایک مرتبہ جمع ہوکر بزرگانِ دین اور بالخصوص اکابر علمائے دیوبند کے حالات و ملفوظات کا اجتماعی طور پر مطالعہ کریں، اس میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی۔ ارواحِ ثلاثہ۔ تذکرۃ الرشید۔ حیاتِ قاسمی۔ تذکرۃ الخلیل۔ حیاتِ شیخ الہند۔ اشرف السوانح اور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کی آپ بیتی کا اجتماعی مطالعہ خاص طور پر مفید ہوگا۔

(۳)...... ہر مدرسہ کے اساتذہ اور مہتممین کے لئے کسی شیخِ طریقت سے باقاعدہ اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کرنا ضروری سمجھا جائے اور اساتذہ کے تقرر اور ترقی وغیرہ میں اس کے اس پہلو کو بطورِ خاص نظر میں رکھا جائے۔

(۴)......جس مدرسہ سے قریب کوئی صاحبِ ارشاد بزرگ موجود ہوں وہاں کے اساتذہ اور طلبہ ان کی صحبت و خدمت کو غنیمتِ کبریٰ سمجھ کر اختیار کریں اور کبھی کبھی مدرسہ میں ان کے اجتماعی وعظ و نصیحت کا اہتمام کیا جائے۔

امید ہے کہ انشاء اللہ اس قسم کے اقدامات سے مدارس کی فضا بہتر ہوگی اور ہم اپنے جس مرکز

سے رفتہ رفتہ ہٹتے جارہے ہیں اس کی طرف لوٹنے میں مدد ملے گی'' (ہمارا تعلیمی نظام ص ۹۴ و ۹۵)

دیکھئے: علماء وطلبہ کے لئے تصوف وتزکیہ، بزرگانِ دین کے مواعظ وملفوظات اور حالات کو نیز کسی بزرگ سے باقاعدہ اصلاح وتربیت کا تعلق قائم کرنے اور صاحبِ طریقت بزرگ کی صحبت وخدمت کو مدارس کی روح کے احیاء میں کس قدر دخل ہے، اور مدارس اسی چیز کے نہ ہونے کی وجہ سے روحانی موت کا روز بروز شکار ہیں۔

مزید لکھتے ہیں:

''ہمارے لیے سب سے زیادہ اہم اور بنیادی طور پر سوچنے کی بات یہ ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اور اپنے شب وروز کی جدوجہد میں ہم اس مقصد سے کس حد تک قریب ہورہے ہیں؟...... اہلِ علم کے سامنے اس حقیقت کو بیان کرنے کے لئے تفصیل کی ضرورت نہیں کہ دینی مدارس کا اصل مقصد ایک ایسا نظام صلاح واصلاح قائم کرنا ہے، جس میں تمام لوگ پہلے اپنی اور پھر دوسروں کی اصلاح کے طریقے سیکھیں، پھر اپنے عمل کو علمِ صحیح کے مطابق بنائیں اور اس طرح ایک ایسا مثالی اسلامی ماحول تیار ہو جو عام دنیا کے لئے ایک نمونہ بن سکے، اساتذہ اپنے شاگردوں کو علم کا محض ایک ظاہری خول نہ دیں بلکہ ان میں ذوقِ عمل پیدا کرنے کی کوشش کر کے انہیں صحیح معنیٰ میں مسلمان بنانے کی فکر کریں۔

دارالعلوم دیوبند کی بنیادی خصوصیت جس کی بناء پر وہ برصغیر کی دوسری درس گاہوں سے ممتاز ہوا، یہ تھی کہ وہ علم برائے علم کا ادارہ نہ تھا بلکہ انسانوں کی ایسی تربیت گاہ تھی جس سے صحیح العقیدہ، سچے اور پکے مسلمان تیار ہوتے تھے اپنی گفتار سے زیادہ کردار سے اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔

اس وقت ہمیں سب سے پہلے اپنے ماحول میں دینی مدارس کی اسی روح کو ازسرِ نو تازہ کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر ہماری درس گاہیں اگر بہت کامیاب ہوئیں تب بھی محض علم برائے علم کے مراکز بن کر رہ جائیں گی، مدرسے قائم کرنا اور ان میں چند لگے بندھے علوم کا درس دینا بذاتِ خود ایک مقصد بن جائے گا جس میں بہت سے مستشرقینِ یورپ بھی سرگرمِ عمل ہیں اور رفتہ رفتہ ہم سے سارے اوصاف گم ہو جائیں گے جو ان علوم کی درس وتدریس کے لئے لازمی شرط کی حیثیت رکھتے ہیں۔

دینی مدارس میں یہ اصل روح جو مرورِ ایام سے دھیمی پڑتی جارہی ہے ازسرِ نو تازہ کرنے کے

لئے سب سے اہم ذمہ داری ان درس گاہوں کے اساتذہ اور منتظمین پر عائد ہوتی ہے، ان کا یہ فریضہ ہے کہ وہ پہلے اپنے ذاتی اعمال واخلاق کا جائزہ لے کر یہ دیکھیں کہ اسلامی علوم نے ان میں اپنا کوئی رنگ پیدا کیا ہے یا نہیں؟ خوفِ خدا اور فکرِ آخرت میں کتنا اضافہ ہوا؟ اللہ کے ساتھ تعلق کتنا بڑھا؟ عبادت کے ذوق میں کتنی زیادتی ہوئی؟ جن فضائلِ اعمال کی دوسروں کو شب وروز تلقین کی جاتی ہے ان پر خود کتنا عمل پیرا ہوئے؟ جس انفاق فی سبیل اللہ کی دوسروں کو بڑھ چڑھ کر تاکید کی جاتی ہے اس میں ہم خود کس قدر حصہ دار بنے؟ دین کی خاطر جان ومال کی قربانی دینے کے جذبے نے کتنی ترقی کی؟ معاشرے کے بگاڑ سے کرب واضطراب کی کیفیت اور اس اصلاح کی فکر کس حد تک دل ودماغ پر طاری ہوئی؟...... یہ ساری باتیں ہمارے اپنے سوچنے کی ہیں اور اگر ہم حقیقت پسندی کے ساتھ ان سوالات کا جواب اپنے عمل میں تلاش کریں تو ندامت وحسرت کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔

ضرورت اسی ندامت وحسرت سے کام لینے کی ہے لیکن اس سے صحیح کام اسی وقت لیا جاسکتا ہے جب یہ ندامت وحسرت محض ایک وقتی اُبال نہ ہو بلکہ اس کا بار بار استحضار ہوتا رہے یہاں تک کہ یہ مستقبل کے لئے نشانِ راہ بن جائے۔

اس غرض کے لئے یہ طریقہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام دینی مدارس کے اساتذہ اور منتظمین ہفتہ میں کم از کم ایک بار مل کر بیٹھیں اور اس دن مجلس کا موضوع یہی باتیں ہوں، بہتر ہوگا کہ اس مجلس میں بزرگانِ دین کی کتابیں اجتماعی طور پر پڑھی جائیں جو اصلاحِ اعمال واخلاق کے لئے اکسیر ثابت ہوچکی ہیں، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ وملفوظات اس سلسلے میں انشاء اللہ بے نظیر ثابت ہوں گے۔

دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی دور میں تقریباً تمام علماء کسی باخدا بزرگ سے استرشاد کا تعلق قائم کرکے اپنی اصلاح وتربیت کا اہتمام فرماتے تھے، یہ سلسلہ بھی عرصے سے دینی مدارس کے ماحول میں متروک سا ہورہا ہے، اسے ازسرِ نو زندہ کرنے کی ضرورت ہے اور انشاء اللہ اس کے دُوررَس فوائد وثمرات نکلیں گے'' (ہمارا تعلیمی نظام ص ۱۱۵ و ۱۱۶)

اب دارالعلوم دیوبند کی طرف منسوب اہلِ مدارس کو اس چیز کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اپنے اکابرین کے طرزِ عمل سے کس قدر قریب ہیں؟

علم کے مینار

محمد امجد حسین صاحب

مسلمانوں کے علمی کارناموں و کاوشوں پر مشتمل سلسلہ

ہر چہ گیرد علّتی ......

مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ کی مثنوی جو مثنوی مولانا روم کے نام سے ہی معروف ہے اور اہلِ طریقت کے بقول مولانائے رومی کے دل کی آگ ہے کہ عشقِ حقیقی کی چنگاری جب اس مردِ خدا آگاہ کے دل میں سلگ کر شعلہ جوالہ بن گئی تو معرفت وحقیقت کے اسرار ورموز رومی کی زبان فیض ترجمان سے مثنوی کے اشعار کی صورت میں فاش ہونے لگے، بعض علمائے محققین نے قرآن مجید کے بعد جن دو ایک کتابوں کو نادر روزگار اور البیلی قرار دیا ہے ان میں سے ایک مثنوی روم ہے، ملا جامی نے مثنوی کو قرآن کریم کے معارف وحقائق کا ترجمان ہونے کی وجہ سے فارسی زبان کا قرآن کہا ہے:

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبانِ پہلوی

شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اپنے آپ کو ''پیرِ رومی'' کا ''مریدِ ہندی'' قرار دیتے ہیں اور ''بالِ جبریل'' میں ''پیر ومرید'' کے عنوان سے اس ہندی مرید کا اپنے رومی پیر سے طویل منظوم مذاکرہ ہوا ہے جس میں شاعرِ مشرق عہدِ حاضر کے سلگتے ہوئے مسائل ''مریدِ ہندی'' کے روپ میں اردو شعر کی صورت میں صاحبِ مثنوی کی بارگاہ میں پیش فرماتے ہیں اور پھر ''پیرِ رومی'' کا عنوان قائم کر کے مثنوی کے اشعار سے جواب تجویز فرماتے ہیں یہ پوری نظم اسی ترتیب پر مریدِ ہندی کے استفسار اور پیرِ رومی کے جوابات پر مشتمل ہے: ملاحظہ ہو ''مشتے نمونہ از خروارے''

مریدِ ہندی:

چشمِ بینا سے ہے جاری جوئے خوں علمِ حاضر سے ہے دیں زار وزبوں

پیرِ رومی:

علم را بر تن زنی مارے بود علم را بر دل زنی یارے بود

''ضربِ کلیم'' میں ''رومی'' ہی کے عنوان سے نظم کے ایک شعر میں شاعرِ مشرق افرادِ امت کی ''خودی'' سے محرومی کی یہ وجہ ارشاد فرماتے ہیں:

گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک
کہ تو ہے نغمہ رومی سے بے نیاز اب تک

''بالِ جبرئیل'' میں ''یورپ سے ایک خط'' کے عنوان سے نظم کے یہ اشعار ہیں:

تو بھی ہے اسی قافلہ شوق میں اقبال
جس قافلہ شوق کا سالار ہے رومی

اس عصر کو بھی دیا ہے اس نے کوئی پیام
کہتے ہیں چراغ راہِ احرار ہے رومی

اس کے جواب میں مثنوی کے جو اشعار نقل کئے ہیں ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

ہر کہ کاہ وجو خورد قرباں شود
ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

مولائے رومی سے اپنے قارئین کی تفصیلی ملاقات تو کسی اور موقعہ پر اٹھار کھتے ہیں، فی الوقت مثنوی کے ایک شعر کے تناظر میں مسلمانوں کے شاندار ماضی اور عہدِ حاضر کا موازنہ کرتے ہیں کہ علوم وفنون کے باب میں اسلام اور اہلِ اسلام کے کیا اصول تھے اور اہلِ اسلام نے اپنے دورِ عروج میں علم وہنر کے ساتھ کیا برتاؤ رکھا اور تہذیبِ جدید نے اس باب میں کیا گُل کھلائے ہیں۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

ہر چہ گیرد علتی علت شود
ہرچہ گیرد کاملے ملت شود

''بیمار (دل ودماغ والا) جو کچھ اختیار کرتا ہے اسے بھی بیمار اور عیب دار بنا دیتا ہے اور کامل کسی معمولی عمل کو بھی اختیار کرتا ہے تو اسے کامل کر دیتا ہے اور مستقل ایک ملت اور طریقہ بنا دیتا ہے''

چنانچہ تعلیم وتعلّم ہی کو لیجئے، مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کی رہنمائی میں حسنِ نیت اور بہت سے آداب اس کے ساتھ منسلک کر کے اسے جامۂ تقدیس پہنایا اور مستقل ایک عبادت کا درجہ دیا، تجارت، خرید وفروخت اور ہنر ومحنت جیسے خالص بازاری عمل کا علم کے ساتھ رشتہ استوار کر کے اسے مستقل علم کا ایک شعبہ بنا دیا۔

خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زریں عہدِ خلافت میں سرکاری فرمان (ordinance) جاری کیا کہ جو حلال وحرام کے احکام کا علم نہیں رکھتا وہ ہمارے بازاروں میں تجارت وبیوپار کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

دوسری طرف مغربی قمار بازوں کا حال ہے انہوں نے جس چیز کو ہاتھ لگایا اس کی ساری فطری لطافتیں

اور روحانی نزاکتیں دم توڑتی چلی گئیں، تجارت کو تو یہ کیا تقدس فراہم کرتے، ان کی لغت میں تو تجارت نام ہے سود اور قمار بازی کا اور صنعت وحرفت ذریعہ وآلہ ہے استبداد واستعماریت کا اور اس خون آشام تجارت کے ذریعے بنی آدم کا خون جب ان کے منہ کو لگ گیا تو ان کے ہوس وآز کی آگ اور بھڑک اُٹھی، اور انہوں نے ہر طرح سے مظلوم ومحکوم قوموں کا استحصال کیا، خود تعلیم وتعلم جس کو مسلمانوں نے مقاصدِ نبوت میں سے ایک اہم مقصد ہونے کی بناء پر جامہ تقدیس پہنایا تھا ان اقوام مغرب نے اسے بھی اپنے سامراجی اور استعماری مقاصد سے ہم آہنگ کر کے پوری دنیا پر اور بالخصوص اپنے اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے مقبوضات ونوآبادیات پر مسلط کیا، جس سے ان تمام ملکوں اور علاقوں میں ایسی نسلیں پروان چڑھیں جو مغرب کی خدافراموش خالص مادی اور نفسانی کلچر وثقافت کی دلدادہ تھیں اور جو مغرب کے عالمگیر سیادت وقیادت اور فکری تسلط کے مشن کا ہراول دستہ بنتی رہیں[1]

---

[1] وطنِ عزیز کے طول وعرض میں برٹش استعمار کے یادگار اور سامراجی مقاصد سے ہم آہنگ عصری تعلیم کا یہی وہ نظام ہے جس کے ثمرات ونتائج یہ ہیں کہ ہماری نسلیں دن بدن انسانی صفات سے عاری ہوتی جارہی ہیں، مذہب سے بےگانہ وبیزار، الحاد ودہریت کے پرستار، سیرت وکردار سے تہی دست، اخلاق وعادات میں حیاباختگی اور شہوانیت کا شکار، نفس کی سفلی خواہشات کی تکمیل ان کا مقصدِ زندگی اور دنیوی آسودگی اور اسبابِ عیش کی فراوانی حاصل زندگانی بن چکی ہے

ے لہو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی ان کے صوفے ہیں افرنگی ان کے قالین ہیں ایرانی

بدقسمتی سے یہی سب رذائل ومہلکات مغربی کلچر وثقافت اور مادی زندگی کے اس تناور درخت کے برگ وبار ہیں جس کو پہلے مغربی نظامِ تعلیم نے سینچا پھر الیکٹرانک میڈیا نے کسی صورِ اسرافیل کی طرح گھر گھر اس کا بگل بجایا اور دیکھتے ہی دیکھتے قوموں کی قومیں اس خالص مادی اور خدافراموش کلچر وثقافت کے رنگ میں رنگتی چلی گئیں۔

آج اپنی ذات کے خول میں ہر شخص بند ہے، اپنی ذات ومتعلقات کے تحفظات کے لئے وہ ہر قسم کے اجتماعی، قومی وملّی مصالح کا جوا کھیلنے کے لئے ہر آن آمادہ وتیار ہے اس عمل نے پہلے ہماری آخرت تباہ کی اور پھر ہماری دنیوی زندگانی میں بھی زہر گھول کر رکھ دیا اور دنیا کو باوجود وسعت کے ہم پر تنگ کردیا۔ وضاقت علیهم الارض بمارحبت وضاقت علیهم انفسهم (التوبة)

آج وطنِ عزیز کی ساری ریاستی مشینری اور حکومتی ڈھانچے میں بدعنوانی، کرپشن، اختیارات کا ناجائز استعمال، ایک لاعلاج روگ بن چکا ہے اور بڑھتے بڑھتے ایک ایسے متعدی مرض کی صورت اختیار کرچکا ہے جو ملکی اداروں اور انتظامی محکموں سے تجاوز کر کے معاشرے کے تمام طبقات کے رگ وریشے میں سرایت کرچکا ہے، جس سے پوری ملّی زندگی کسی اندھیر نگری کا نقشہ پیش کررہی ہے، ملکی وملّی سطح پر یہ انتشار وانارکی اور بےمقصد نظامِ زندگانی معلوم نہیں آگے کیا رنگ دکھائے گا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قومی زندگی کی گاڑی ایسے ڈھلوان راستے پر چڑھ گئی ہے جو ہلاکت کے کسی اندھے غار کی طرف جارہا ہے، اس طرح گویا قومی زندگی میں ہم اجتماعی خودکشی کی راہ پر گامزن ہیں۔

مغربی تہذیب وتمدن اور تعلیم وتعلم کے یہ نتائج وثمرات اہلِ نظر پر اس وقت بھی واضح تھے جب خود مغرب میں یہ تہذیب اپنے جوبن پر تھی، ایک دانائے راز کہہ گیا ہے:

ے تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی جو شاخ نازک پہ آشیاں بنے گا ناپائیدار ہوگا

اور پھر وقت کے ساتھ ساتھ مغرب مادی ذرائع اور مشینی آلات (جیسے الیکٹرانک میڈیا اور ابلاغیات کے دیگر ذرائع) میں جوں جوں ترقی کرتا گیا اس کی تہذیبی یلغار میں ہمہ جہتی طور پر وُسعت اور سرعت آتی گئی اور پوری دنیا کو اس نے اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ قوموں کی قومیں اپنے مذاہب، طرزِ معاشرت، عادات اطوار، اخلاقیات و نظریات ساری چیزوں کو مغربی مادی سانچوں میں ڈھالنے لگیں، دیکھتے ہی دیکھتے ایشیا مشرقی روایات اور مذہبی اقدار سے محروم ہوتا گیا تو افریقہ فطری ضابطوں اور روحانی اصولوں سے دور ہوتا چلا گیا۔ ے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا کوئی زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

اس طرح مغرب کے اس خلافِ فطرت، مصنوعی نظام نے انسانی نسلوں کو انسانیت سے نکال کر حیوانیت، روحانیت سے محروم کر کے مادیت اور ملکوتی اوصاف سے بیگانہ بنا کر بہیمیت و نفسانیت کی تاریک راہوں پر ڈال کر اور اندھی کھائیوں میں غلطاں و سرگرداں کر کے پوری دنیا کو ایک قمار خانہ بنا دیا، جہاں ہر چیز کی اہمیت و حیثیت اس کی مادی منفعت اور قابلِ فروخت مال ہونے کے اعتبار سے متعین ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے اس کی بولی لگتی اور قیمت اٹھتی ہے، کسب و کمائی کے اس بازار میں تعلیم و تعلم کا مقدس عمل بھی ایک منفعت بخش تجارت اور مادی و معاشی رأس المال بن چکا ہے۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال صاحب مرحوم نے مغرب کے تہذیب و تمدن اور علم و ہنر پر اس کے ہر زاویے سے بصیرت افروز نظر ڈالی ہے اور قوم پر ہر رُخ سے اس کا کھوٹ اور تضاد واضح کیا ہے اور ساتھ ساتھ پورے اعتماد اور جوش کے ساتھ اسلام کی آفاقیت اور اسلامی سنہرے اصولوں کی وقعت، نافعیت اور عالمگیر حیثیت کو واضح فرمایا ہے،.......... کلامِ اقبال سے اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں:

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمۂ حیواں ہے یہ ظلمات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات
بے کاری و عریانی و مے خواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات
وہ قوم کے فیضانِ سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات
ہے دل کے لئے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروّت کو کچل دیتے ہیں آلات

یورپ کی مادی ترقیات اور کائناتی ایجادات و انکشافات کی اصلیت کو یوں آشکارا کیا ہے:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا — آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

مغرب کے خالص مادی کلچر اور صنعتی اکتشافات نے جو عالمگیر مسائل پیدا کئے اس کا یوں رونا رویا ہے اور ساتھ ہی اہلِ اسلام کو نشانِ منزل کی صحیح سمت بھی سمجھائی ہے:

دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش — تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو اُبھارا
دین ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملت — ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارہ
اللہ کو پامردی مؤمن پہ بھروسہ — ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

مغربی تعلیمی فلسفے کا پول یوں کھولا ہے:

؎ اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم — ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

''ضربِ کلیم''، میں کابل میں لکھے گئے اشعار میں مسلمانوں کا مغربی نظامِ تعلیم کے ذریعے اپنی نوخیز نسلوں کی فطرت کو مسخ کرنے پر یوں شکوہ سنج ہیں:

؎ شکایت ہے مجھے یارب! خداوندانِ مکتب سے — سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

''بالِ جبریل''، میں مغربی تعلیم کی بھٹی سے گزرنے کے اپنے تجربے کی یوں خبر دیتے ہیں:

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں — کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ

ایک شعر میں عصرِ حاضر کے ایمان شکن پھندے کی یوں نشاندہی فرمائی ہے:

؎ عصرِ حاضر مَلَکُ الموت ہے تیرا جس نے — قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکرِ معاش

مسلمانوں کا اُس بلند ہمتی، اولوالعزمی اور جوہرِ جہانبانی کو گنوا کر جو اُن کا دین ان کی ملت ان کی تاریخ اور ان کی روایات ان کو عطا کرتی ہے، پست ہمتی، اور مغرب کی اندھی تقلید پر قانع ہونے پر یوں ماتم کناں ہیں:

؎ کر سکتے تھے جو اپنے زمانے کی امامت — وہ کہنہ دماغ اپنے زمانے کے ہیں پیرو
یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو — شکوہ مجھے تجھ سے ہے یورپ سے نہیں

(جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء جناب عبدالسلام صاحب

اولیاء کرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (قسط ۱)

شہاب الدین لقب، ابوحفص کنیت، نام عمر بن عبداللہ متوطن سہرورد [۱] (عراق)

ولادت سنہ ۵۴۲ھ وفات سنہ ۶۳۲ھ

شیخ کا زمانہ

شیخ کے زمانے میں بغداد کے تختِ خلافت پر درجِ ذیل خلفائے عباسیہ یکے بعد دیگرے متمکن ہوتے رہے۔

خلیفہ المقتضی لامر اللہ (۵۳۰ھ تا ۵۵۵ھ)

خلیفہ مستنجد باللہ (۵۵۵ھ تا ۵۶۶ھ)

خلیفہ مستضی بامر اللہ (۵۶۶ھ تا ۵۷۵ھ)

خلیفہ ناصر لدین اللہ (۵۷۵ھ تا ۶۲۲ھ)

خلیفہ ظاہر بامر اللہ (۶۲۲ھ تا ۶۲۳ھ)

خلیفہ مستنصر باللہ (۶۲۳ھ تا ۶۴۰ھ)

خراسان میں غوری سلطنت کی بناء بھی ۵۵۰ھ کے قریب اسی عہد میں پڑی، اسی سلطنت کے مردِ آہن سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان کو اسلام کی جھولی میں ڈالا۔

سلجوقی کشور کشا سلطان سنجر کی ترک تازیوں کا بھی یہی زمانہ ہے، جس نے ۵۵۲ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں

---

[۱] سہرورد عراق عجم میں ہمدان وزنجان کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر اور آپ کے شیخ ابوضیاء الدین ابونجیب اور شیخ الشیخ یعنی ضیاء الدین ابونجیب کے شیخ وجیہہ الدین تصوف کی اس سنہری لڑی کی یہ تینوں اوپر نیچے کڑیاں اس موضع سہرورد کے رہنے والے تھے، اس وجہ سے تصوف کا یہ مستقل معروف سلسلہ سہروردیہ کے نام سے موسوم ہوا، ہندوستان (برصغیر) میں شیخ شہاب الدین کے خلیفۂ اعظم شیخ بہاؤالدین زکریا رحمہ اللہ کے ذریعے اس سلسلہ کا فیض پھیلا اور ملک کے طول وعرض میں جڑ پکڑ گیا، شیخ بہاؤالدین زکریا کو شیخ شہاب نے محض ستر (۷۰) دنوں کی صحبت کے بعد خلافت عطا فرما کر اشاعتِ اسلام کے لئے ملتان بھیجا۔

Iqra Ghufran

وفات پائی، سلطان نورالدین زنگی اوراس کے لائق جانشین اوراسلام کے نامور سپوت فاتحِ بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی اوران کی فرنگی صلیبیوں کے ساتھ تمام معرکہ آرائیوں کا زمانہ بھی یہی ہے، سلطان زنگی کی وفات ۵۶۹ھ میں اورسلطان صلاح الدین ایوبی کی وفات ۵۸۹ھ میں ہوئی اور بیت المقدس نوے سال تک صلیبیوں کے قبضے میں رہنے کے بعد ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں اسی عہد میں آزاد ہوااور مسلسل اُمتِ مسلمہ کی جبین نیاز سے ماموررہا تاآنکہ بیسویں صدی عیسوی کے وسط میں سقوطِ خلافت ترکیہ کے بعد یہ دولت دوبارہ امتِ مسلمہ سے چھن گئی اورآج مسجدِ اقصیٰ اپنی بازیابی کے لئے پھرکسی صلاح الدین ایوبی کی راہ تک رہی ہے۔

چنگیزخان (۵۴۹ھ تا ۶۲۴ھ) کاظہوراورتاتاریوں کابلادِ اسلامیہ پرخروج کادَورِپُرآشوب بھی یہی ہے، تمام ترکستان اورخراسان اپنی گنجان اسلامی آبادیوں، سلطنتوں، ریاستوں، ولایتوں اورسینکڑوں سال میں پروان چڑھی ہوئی آفاقی تہذیب وتمدن اورگہوارہ ہائے علوم وفنون اورلاکھوں یگانۂ روزگار وباکمال علماء ودانش وروں سمیت اس پہلے سیلابی ریلے میں غرقاب ہوگیا (تاتاریوں کادوسرا سیلابی ریلاہلاکوخان کی سرکردگی میں ۶۵۶ھ میں بغداد کے مرکزِخلافت کوبھی بہالے گیا،اس طرح تاتاریوں کے ہاتھوں خلافتِ مشرقی کاخاتمہ ہوگیا)

کیادبدبۂ نادرکیاشوکتِ تیموری   ہوجاتے ہیں سب غرق دفترِمےناب آخر

فاطمینِ مصرکی باجبروت باطنی سلطنت کا ۲۷۲ سال تک کروفردکھاکر ۵۶۷ھ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں خاتمہ اورمصرمیں ایوبی سلطنت کی بناءبھی اسی عہدکی تاریخ کاحصہ ہیں، غرضیکہ یہ پورا عہدجوکم وبیش ایک صدی پرمشتمل ہے، عالمِ اسلام میں بڑے بڑے انقلابات وحوادث سے پُرہے۔

بُلبلِ شیراز

بُلبلِ شیرازشیخ مصلح الدین سعدی علیہ الرحمہ جیسے تشنہ کام محبت بھی شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمہ کے آستانۂ فیض سے ہی فیضیاب ہوئے تھے۔ (جاری ہے......)

پیارے بچو!

انیس احمد حنیف

ملک وملت کے مستقبل کی عمارت گری وتربیت سازی پر مشتمل سلسلہ

سُنہری چِڑیا اور بھُوری چیونٹی

پیارے بچو......ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک جنگل میں برگد کا ایک درخت تھا، اُس درخت پر ایک چڑیا رہتی تھی ...... بالکل سنہری اور خوبصورت چڑیا......لیکن اس میں ایک بہت بڑا نقص تھا اور وہ یہ کہ وہ مغرور تھی یعنی خود کو دوسروں سے بڑا سمجھتی اور دوسروں کو اپنے سے چھوٹا اور کمتر جانتی تھی ...... چڑیا کا گھونسلہ بھی درخت کے بیچوں بیچ نہایت خوبصورت بنا ہوا تھا یہ گھونسلہ بھی اُس نے خود ہی بنایا تھا اس لئے وہ اپنی خوبصورتی اور اپنی مہارت، دونوں ہی چیزوں پر غرور اور گھمنڈ کرتی تھی......اسی درخت کے تنے کے بالکل نچلے حصے میں ایک چیونٹی بھی رہتی تھی...... بالکل بھُوری اور سادہ سی......لیکن اس میں ایک بہت بڑی خوبی تھی اور وہ یہ کہ وہ سب کے کام آتی تھی......جس کی جتنی مدد کرسکتی تھی کِیا کرتی تھی......بھُوری چیونٹی، اس سُنہری چڑیا کو آتے جاتے سلام کرتی تو سُنہری چڑیا لاپرواہی سے اُس کے سلام کا جواب دیتی، لیکن بھُوری چیونٹی نے کبھی بھی اُس کی اس حرکت کا بُرا نہیں منایا اور ہمیشہ سلام میں پہل کیا کرتی...... اِدھر سُنہری چڑیا اکثر اپنی سہیلی چڑیوں سے باتیں کرتے ہوئے اس بھُوری چیونٹی کا مذاق اُڑاتی، کبھی اُس کی سہیلیوں میں سے کوئی اگر اُسے بھُوری چیونٹی کے ساتھ اپنا رویہ بدلنے کو کہتی تو سُنہری چڑیا فوراً اُسے ٹوک دیتی کہ کہاں میں اُڑنے والی خوبصورت چڑیا اور کہاں وہ رینگنے والی چیونٹی، ایسے کیڑے مکوڑوں کے سلام کا جواب ہی دے دیتی ہوں یہی بڑی بات ہے بھلا مجھے ان سے کیا کام......

ایک روز شام کے وقت چڑیا اپنی سہیلیوں کے ساتھ گھومتی ہوئی بہت دیر سے پہنچی......پھر رات گئے تک اُن کے ساتھ درخت پر اپنے گھونسلے میں بیٹھی باتیں کرتی اور مزے مزے کی کہانیاں سُنتی رہی......صبح ہوئی تو سُنہری چڑیا کی آنکھ نہ کھُلی ......اتفاق سے گہرے بادل چھا رہے تھے اور بارش تو بس جیسے برسنے ہی والی تھی ......ایسے خوشگوار موسم میں بھی چڑیا کو جاگنے کی بجائے سوتے رہنا ہی اچھا لگا......کچھ دیر میں اُس کی سہیلی چڑیاں بھی آگئیں......سُنہری چڑیا! سُنہری چڑیا! چلو جلدی چلو بارش ہونے والی ہے آؤ ہم صبح سویرے اپنا دانہ وغیرہ لے آئیں......اندر سے سُنہری چڑیا کی نیند میں ڈُوبی ہوئی آواز آئی......تم جاؤ مجھے نیند آرہی ہے

میں بعد میں چلی جاؤں گی ......ساتھ والے درخت پر ایک اُلو بیٹھا یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا اُس نے بھی سُنہری چڑیا کی یہ بات سُنی تو بولا ......ارے بھئی سُنہری چڑیا! صُبح سویرے اُٹھ کر اللہ کو یاد کرنا چاہئے اور پھر سویرے سویرے اپنے کام پر نکلنا چاہئے اس سے برکت ہوتی ہے......اُلو کی یہ بات سُن کر سُنہری چڑیا تو بالکل ہی آپے سے باہر ہوگئی......ارے بڑے میاں! بس بس رہنے دو، خود تو سارا دن پڑے سوتے رہتے ہو اور مجھے صبح صبح اُٹھنے کی نصیحت؟ ......اور خبردار جو آئندہ میری کسی بات میں دخل دیا تو...... سہیلی چڑیوں نے پھر سمجھایا، چلو چھوڑو سُنہری چڑیا آؤ ہمارے ساتھ چلو......لیکن سُنہری چڑیا نے دھم اپنے گھونسلے کا دروازہ بند کر دیا اور پھر سوگئی......آخر اُس کی سہیلی چڑیاں مایوس ہو کر اُڑ گئیں......سُنہری چڑیا سارا دِن سوئی رہی، دِن بھر خوب بارش ہوئی لیکن اُس کی آنکھ نہ کھلی، شام کے وقت اچانک جب اُس کی آنکھ کھلی تو اُس کے گھونسلے میں جگہ جگہ پانی بھر گیا تھا جس سے اب یہ گھونسلہ کسی بھی وقت گر سکتا تھا......اوہو یہ کیا ہوا، سُنہری چڑیا سوچ میں پڑ گئی، اگر مجھے پہلے پتا چل جاتا تو میں چند بڑے پتے لا کر اِس کے اوپر ڈال دیتی تو یوں یہ پانی اندر نہ آتا اور میرا یہ خوبصورت گھونسلہ بچ جاتا، چلو اب نیا گھونسلہ بنانا پڑے گا، لیکن ابھی تو بارش ہو رہی ہے، آج رات کہاں گزاروں گی، اچھا اپنی سہیلیوں میں سے کسی کے گھونسلے میں جا سوؤں گی، لیکن ابھی تو سُنہری چڑیا کو خوب بھوک بھی لگ رہی تھی بارش ذرا تھمی تو وہ اپنے گھونسلے سے باہر نکلی اور دانے کی تلاش میں اِدھر اُدھر اُڑنے لگی، اچانک ایک جگہ اُسے چند دانے پڑے دِکھائی دیئے، اُس نے نیچے اُتر کر جیسے ہی دانہ چگنا چاہا فوراً ہی اُسے یوں لگا جیسے کسی نے اُسے پکڑ لیا ہو چڑیا نے دوبارہ اُڑنے کی کوشش کی لیکن یہ کیا؟ یہ تو ایک مضبوط جال تھا جس میں وہ قید ہو چکی تھی اب اِسے توڑ کر باہر نکلنا اُس کے بس کی بات نہ تھی بے چاری بھوک سے تو پہلے ہی نڈھال تھی اوپر سے قید ہونے کا غم، شکاری کا خوف اور پھڑ پھڑانے کی تھکن، کچھ ہی دیر میں وہ بے ہوش ہوگئی، جب اُسے ہوش آیا تو اُس نے خود کو ایک مضبوط پنجرے میں قید پایا، اُس نے رونا شروع کر دیا، اب اُسے اپنی سہیلی چڑیاں بھی یاد آ رہی تھیں اور اُلو میاں کی وہ نصیحتیں بھی بہت اچھی لگ رہی تھیں، کاش میں اُن نصیحتوں پر کان دھر لیتی، اُس نے سوچا، لیکن اب کیا ہوگا؟ میں اِس قید سے کیسے نکلوں گی؟ کیا اسی قید میں مر جاؤں گی؟ عجیب عجیب طرح کے سوال اُس کے دِل میں پیدا ہونے لگے پھر اُس نے یہ سب خیالات جھٹک کر اللہ میاں سے دعائیں کرنا شروع کر دیں......اللہ میاں! آپ میری مدد کریں مجھے اس قید سے آزاد کروا دیں، میں غلط طور پر غرور کرتی تھی میری کوئی مہارت نہیں کہ میں اس قید سے نکل سکوں، میرا حسن اور میری خوبصورتی مجھے آزادی نہیں دِلوا سکتی، اللہ میاں مجھے معاف کر دیں اب میں آئندہ کسی کو خود

سے کمتر نہیں سمجھوں گی بھلا مجھ قیدی سے تو وہ کیڑے مکوڑے ہی اچھے ہیں جو آزاد ہیں اللہ میاں مجھے معاف کردیں اور مجھے آزاد کروادیں سُنہری چڑیا رو پڑی۔

اُدھر بھوری چیونٹی نے جب سُنہری چڑیا کو نہ دیکھا تو بہت پریشان ہوئی، اُس نے اُس کی سہیلی چڑیوں سے پوچھا کہ کیا بات ہے سُنہری چڑیا کچھ دِن سے غائب ہے اُنہوں نے بتایا کہ وہ تو اس جنگل کے باہر ایک شرارتی لڑکے کے پاس قید ہے بھوری چیونٹی کو یہ سُن کر بہت دُکھ ہوا اُس سے کہنے لگی کہ مجھے کسی طرح اُس تک پہنچادو شاید میں اُس کے کام آسکوں یہ کہہ کر وہ ایک چڑیا کے پاؤں پر بیٹھ گئی چڑیا اُڑی اور اُسے سنہری چڑیا کے پنجرے کے پاس چھوڑ آئی، بھُوری چیونٹی کو دیکھتے ہی سُنہری چڑیا خوش ہوگئی، السلام علیکم بھوری چھونٹی، آج تو چڑیا نے سلام میں پہل کرلی، بھوری چیونٹی نے اُس کے سلام کا جواب دیا اور کہنے لگی سُنہری چڑیا پریشان نہ ہو انشاء اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی راہ نکل ہی آئے گی، بس تم یہ کرنا کہ اب جب شکاری تمہیں دانہ ڈالنے کے لئے پنجرے کے پاس آئے تو تم بے ہوش بن کر گر جانا، اس کے بعد کا کام میرا ہے میں یہیں تمہارے پاس ہی رہوں گی ...... کچھ دیر بعد جب شکاری آیا تو اُسے دیکھتے ہی سُنہری چڑیا فوراً گر گئی اور بے ہوش بن گئی، شکاری نے یہ دیکھا تو اسے بہت دُکھ ہوا کہ او ہو یہ میری پیاری سُنہری چڑیا کو کیا ہوا، اُس نے پنجرے میں ہاتھ ڈال کر سُنہری چڑیا کو باہر نکالا اور دوسرے ہاتھ سے اُسے سہلانے لگا، بس خاص اسی لمحے بھُوری چیونٹی نے اس شکاری کے پاؤں پر اِس زور سے کاٹا کہ شکاری کے ہاتھ کی پکڑ ڈھیلی پڑ گئی اور سُنہری چڑیا پھُر سے اُس کے ہاتھ سے اُڑ گئی یوں بھُوری چیونٹی نے سُنہری چڑیا کی ہمسائیگی اور ساتھ رہنے کا حق ادا کردیا

پیارے بچو! اس کہانی میں ہمارے لئے کئی سبق ہیں پہلا یہ کہ غرور کرنا بہت بُری بات ہے اور کسی کو بھی اپنی کسی بھی بات پر غرور نہیں کرنا چاہئے، دوسرا یہ کہ دوسروں کو اپنے سے حقیر نہیں سمجھنا چاہئے چاہے دوسرے بظاہر کتنے ہی کمتر محسوس ہوتے ہوں، تیسرا یہ کہ کسی سے بھی صرف اس وجہ سے تعلق نہیں توڑنا چاہئے کہ مجھے اس سے کبھی کوئی کام نہیں پڑسکتا اور یہ میرے کسی کام نہیں آسکتا، چوتھا یہ کہ ہمسائیگی اور ساتھ رہنے والے کے حقوق کا ہر صورت میں خیال رکھنا چاہئے، پانچواں یہ کہ دوسروں کے کام آنا بہت اچھی بات ہے اور ہمیں ہمیشہ دوسروں کے کام آتے رہنا چاہئے، چھٹا یہ کہ دوسروں کے بُرے رویے کے باوجود اپنا اچھا رویہ نہیں بدلنا چاہئے اور ساتواں یہ کہ صبح سویرے اُٹھ کر اللہ میاں کا ذکر کرنا اور صبح ہی سے اپنا کام شروع کرنا برکت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

بزمِ خواتین محمد رضوان صاحب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

شادی کو سادی بنایئے (قسط ۶)

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

سن ۴ ہجری میں جب آنحضرت ﷺ نے یہودیوں کے بنونضیر قبیلے کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو ان میں سے اکثر لوگ شام جاکر اور کچھ خیبر پہنچ کر رہنے لگے، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ حیّ بن اخطب (جو بنو نضیر قبیلے کا سردار تھا) خیبر میں ہی مقیم ہوا تھا۔

سن ۷ ہجری میں آنحضرت ﷺ غزوۂ خیبر کے لئے روانہ ہوئے وہاں یہودی رہتے تھے، ان کی رہائش اس طرح کی تھی کہ بہت سے قلعے بنا رکھے تھے ہر ایک قلعہ کی آبادی علیٰحدہ علیٰحدہ تھی، جب آنحضرت ﷺ خیبر والوں سے جہاد کرنے کے لئے خیبر کی آبادی میں پہنچے تو اس وقت وہ لوگ اپنے کام کاج کے لئے قلعوں سے باہر نکلے ہوئے تھے، آنحضرت ﷺ اور آپ کے لشکر کو دیکھ کر سہم گئے اور کہنے لگے کہ مُحَمَّد والخمیس (محمد ﷺ اور ان کا لشکر آ پہنچا) حضور اقدس ﷺ نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر کے یکے بعد دیگرے سب کو فتح کیا، آخری قلعہ جو فتح ہوا وہ وطیح کا قلعہ تھا، دس دن سے کچھ زیادہ اس قلعہ کا محاصرہ اور گھیراؤ رہا، مرحب نامی شخص (جو اس قلعہ کا بڑا تھا) قتل ہوا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا شوہر اس جنگ میں مارا گیا۔

جب جنگ کے ختم پر قیدی جمع کئے گئے تو ان میں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں، حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نامی صحابی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ان قیدیوں میں سے مجھے ایک باندی عنایت فرما دیجئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ ان میں سے ایک باندی لے لو، انہوں نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتخاب کرلیا، اسی اثناء میں ایک دوسرے صحابی حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے یہ عورت دحیہ کو دے دی، وہ بنو قریظہ اور بنو نضیر قبیلے کی سردار ہے، اس لئے وہ صرف آپ ہی کے لئے مناسب ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا دحیہ کو بلاؤ، وہ اس کو لے کر آئیں، چنانچہ وہ حسبِ فرمان حاضرِ خدمت ہوگئے، آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا تم اس کے علاوہ قیدیوں میں سے دوسری باندی لے لو، چنانچہ وہ اس پر راضی ہوگئے اور آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ کو اپنے لئے منتخب کرلیا اور ان کو آزاد کر کے نکاح کرلیا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام زینب تھا چونکہ آنحضرت ﷺ نے ان کو اپنے لئے منتخب فرمالیا تھا اس لئے ان کو صفیہ کہا جانے لگا، صفیہ کے معنی ہیں ’’انتخاب کردہ‘‘

آنحضرت ﷺ کا یہ نکاح سفر میں ہوا اور مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے نکاح کے بعد والے مرحلے گزر گئے اور سفرہی میں ولیمہ کیا، جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب خیبر سے واپس ہونے لگے تو راستہ میں مقام صہبا پر قیام کیا، وہیں حضرت اُمّ سلیم اور اُمّ سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر میں کنگھی کی اور عطر لگایا اور آنحضرت ﷺ کے پاس (خیمہ میں) بھیج دیں، آپ ﷺ اس رات سوئے نہیں اور صبح تک ان سے اسلامی و اصلاحی باتیں کرتے رہے، اس وقت ان کی عمر پورے سترہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم ﷺ نے ۳ دن خیبر اور مکہ کے درمیان قیام فرمایا، تینوں دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے پاس شب باشی کی اور وہیں جنگل میں ولیمہ ہوا، ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی تو نہیں تھی (بلکہ متفرق قسم کی دوسری چیزیں تھی) آنحضرت ﷺ نے چمڑے کے دسترخوان بچھانے کا حکم فرمایا جن پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لاکر رکھ دیا گیا، مجھے حکم فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ، میں بلا لایا (اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی) پورے لشکر میں سے جن کو نکاح کا علم نہ ہوا تھا وہ لوگ اس تردد اور شک میں رہے کہ صفیہ سے آنحضرت ﷺ نے نکاح کرلیا ہے یا باندی بنالی ہے، پھر ان حضرات نے خود ہی اس کا فیصلہ کیا کہ اگر آپ ﷺ نے ان کو پردہ میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ ﷺ کی بیوی اور اُمہات المومنین میں سے ہیں ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپ ﷺ نے ان کو لونڈی بنالیا ہے، چنانچہ آپ ﷺ یہاں سے روانہ ہوئے، تو اپنی سواری پر ان کے لئے پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کو سوار کرکے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا، اس سے سب سمجھ گئے کہ وہ ام المومنین ہیں (بخاری شریف، کتاب النکاح)

دوسری روایت میں ہے کہ دسترخوان بچھانے کا حکم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو ہوا تھا (بخاری شریف، کتاب المغازی)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ولیمہ کھلانے کا ارادہ فرمایا تو اعلان فرمایا کہ جس کے پاس جو کچھ کھانے کی چیز ہو، لے آئے، چنانچہ کوئی کھجور لایا، کوئی گھی لایا، کوئی ستّو لایا اور سب چیزیں مالیدہ کی طرح ایک جگہ ملا کر کھالی گئیں (بخاری شریف، کتاب الصلوٰۃ) (ماخوذ از سیرت سرورِ کونین ج ۲ ص ۳۵۹ تا ۳۶۱ بتغیر)

اس طرح اُمُّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ ہوا۔

خواتین وحضرات: ملاحظہ فرمایئے کہ کس طرح سفر میں سادگی کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح ہوا، کہ بہت سے

سفر کے ساتھیوں کو تو نکاح کا پتہ بھی نہ چل سکا اور ولیمہ بھی کس شان کے ساتھ کیا گیا کہ سب لوگوں نے اپنے اپنے کھانے لا کر اور ایک جگہ جمع کر کے کھا لیے، کیا اس شان کے ساتھ نکاح اور ولیمہ کی مثالیں آج کے دور میں عام مسلم معاشرہ میں مل سکتی ہیں اور کیا کوئی مسلمان حضور ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اس مبارک عمل کی اتباع کرنے والا ہے؟

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا، ان کا نام برّہ تھا، آنحضرت ﷺ نے بدل کر میمونہ رکھا، یہ حضرت امُ الفضل (حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی) کی بہن ہیں، والد کا نام حارث والدہ کا نام خولہ بنتِ عوف تھا، ان کا پہلا شوہر کون تھا؟ اس میں کافی اختلاف ہے کسی نے ابورہم بن عبدالعزی اور کسی نے سنجرہ بن ابی رہم اور کسی نے حویطب بن عبدالعزی اور کسی نے فروۃ بن عبدالعزی بتایا ہے۔

جب ان کا پہلا شوہر جہانِ فانی سے رخصت ہوا تو ان کے بہنوئی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سید عالم ﷺ سے تذکرہ کیا کہ آپ میمونہ سے نکاح فرمالیں، چنانچہ آپ ﷺ نے منظور فرمایا اور نکاح فرمالیا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سید عالم ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا تھا، انہوں نے حضرت عباس کو اپنا وکیل بنا دیا اور عباس رضی اللہ عنہ نے ان کا نکاح آنحضرت ﷺ سے کر دیا۔

یہ نکاح سن ۷ ہجری میں سفر کی حالت میں ہوا جب کہ سید عالم ﷺ عمرۃُ القضا کے سفر میں تھے، مکہ سے واپس ہوتے ہوئے مقامِ سرف آیا وہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں آنحضرت ﷺ نے ان سے ملاقات فرمائی، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے واقعاتِ زندگی میں یہ بات تعجب کے ساتھ ذکر کی جاتی ہے کہ مقامِ سرف میں جس جگہ ان کا خیمہ اس وقت لگا ہوا تھا جب کہ نکاح کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان سے ملاقات فرمائی، خاص اسی جگہ انہوں نے وفات پائی اور اسی جگہ دفن ہوئیں۔

چونکہ یہ نکاح سفر میں ہوا تھا جو عمرۃُ القضاء کے لئے کیا تھا اس لئے حدیث کی کتابوں میں اس نکاح کا ذکر دو طرح آتا ہے، ایک روایت کے مطابق آنحضرت ﷺ نے ان سے جس وقت نکاح کیا اس وقت تک احرام نہیں باندھا تھا اور دوسری روایت کے مطابق حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ نے احرام شروع

فرمانے کے بعد نکاح کیا، ان دونوں روایتوں کی وجہ سے فقہاء میں اختلاف ہوگیا کہ حالتِ احرام میں نکاح درست ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور بہت سے اکابر علماء فرماتے ہیں کہ احرام کی حالت میں نکاح درست اور جائز ہے اگرچہ صحبت کرنا جائز نہیں اور حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی وغیرہما رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک احرام کی حالت میں نکاح درست نہیں ہے اس کی تفصیل حدیث کی شرحوں میں لکھی ہے، اور یہ اختلاف صرف نکاح میں ہے، نکاح کے بعد والی باتیں احرام میں کسی کے نزدیک بھی درست نہیں ہیں (ماخوذ از سیرتِ سرورِ کونین ج۲ص ۳۶۶ تا ۳۶۷ بتغیر)

ملاحظہ فرمایئے کہ حضور ﷺ کا یہ نکاح بھی کتنی سادگی کے ساتھ سفر کی حالت میں ہی ہوگیا، جبکہ سفر بھی عمرہ کی ادائیگی کے لئے تھا یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق آپ ﷺ نے عمرہ کا احرام بھی شروع فرمادیا تھا۔

کتنی سادگی تھی، کوئی تکلف نہیں، کوئی اسراف اور فضول خرچی نہیں، اب آج کل کے نکاحوں اور شادی بیاہوں کی تقریبوں پر ذرا نظر ڈال کر دیکھیں تو آپ کو واضح فرق نظر آئے گا، اے مسلمان خواتین حضرات کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ غفلت سے نکلیں اور ''شادی'' کو ''سادی'' بنا کر دنیا وآخرت کی بھلائی کا سامان کریں۔

ایک صحابی کے نکاح کا انوکھا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبیلے میں (سلمان فارسی کے لئے) نکاح کا پیغام لے کر گئے اور جس گھر میں رشتہ کرنا تھا اس میں ابودرداء رضی اللہ عنہ داخل ہوئے جب کہ سلمان فارسی باہر ہی رہے، ابودرداء نے گھر میں جا کر سلمان کے فضائل بیان کئے کہ وہ کس طرح اسلام لائے اور اس سلسلے میں کیا کیا مشقتیں برداشت کیں، پھر اُن کا پیغام گھر والوں کو پہنچایا کہ وہ آپ کی فلاں لڑکی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لڑکی کا نکاح سلمان کے ساتھ نہیں کر سکتے مگر ہاں تمہارے ساتھ کرنے کے لئے تیار ہیں تو اسی وقت گھر کے اندر ہی فوراً نکاح ہوگیا، پھر وہ باہر نکلے اور سلمان سے کہا کہ اس موقعہ پر ایک ایسی بات ہوگئی ہے کہ اس کا ذکر کرتے ہوئے میں شرمندگی محسوس کر رہا ہوں، انہوں نے پوچھا کہ آخر بات کیا ہے؟ تو ابودرداء نے واقعہ سنایا اس پر سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس بات کا زیادہ مستحق ہوں کہ میں تم سے شرمندگی محسوس کروں کیونکہ پیغام تو میں نے دیا تھا مگر وہ تمہارے مقدر کی چیز تھی (مجمع الزوائد ۴/ ۲۷۵)

یہ واقعہ اسلام میں نکاح کی انتہائی سادگی کی ایک اچھوتی مثال ہے، اب اس طرح کی سادگی کہاں ڈھونڈے سے بھی ملتی ہے؟ (نکاح کتنا آسان اور کتنا مشکل ص ۱۶ بتغیر)

آپ کے دینی مسائل کا حل ادارہ

زکوۃ دینی مدارس کو دیں یا زلزلہ متأثرین کو؟

سوال:...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال رمضان المبارک کے شروع میں کشمیر اور سرحد کے بعض علاقوں میں خطرناک زلزلہ کے باعث لاکھوں افراد جان ومال سے ہاتھ دو بیٹھے ہیں جس کے نتیجہ میں ملک وبیرون ملک سے لوگ اپنی زکاۃ وخیرات کے ذریعہ سے ان علاقوں کے لوگوں کا مالی تعاون کر رہے ہیں، گلی گلی محلّہ محلّہ زلزلہ متأثرین کے لئے امدادی کیمپ لگائے گئے ہیں، اخباروں اور ریڈیو ٹی وی پر ہزاروں تنظیموں اور اداروں کی طرف سے زلزلہ متأثرین کے لئے زکوٰۃ وصدقات کی رقوم جمع کروانے کے اشتہارات نشر ہو رہے ہیں، اور لوگ اپنی زکوٰۃ وصدقات ان کے حوالے کر رہے ہیں، اور زلزلہ متأثرین کی زکوٰۃ وصدقات سے مدد کرنے کو اس دور کا سب سے عمدہ مصرف قرار دیا جا رہا ہے جو لوگ دینی مدارس وجامعات کو زکوٰۃ وصدقات پابندی سے دیا کرتے تھے وہ دینی مدارس وجامعات کو چھوڑ کر زلزلہ متأثرین کے لئے اپنی زکوٰۃ وصدقات فراہم کر رہے ہیں، جس کی وجہ سے دینی مدارس وجامعات کی معاونت میں غیر معمولی کمی واقع ہو رہی ہے اسی طرح اپنے محلّہ وعلاقہ کے بے شمار غریبوں کو چھوڑ کر اکثر لوگ صرف اور صرف زلزلہ متأثرین کی مالی امداد میں لگے ہوئے ہیں آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں شرعی اعتبار سے حکم بیان کیا جائے۔

یہاں آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا بھی ضروری ہے کہ زلزلہ متأثرین کی مدد کے لئے امریکہ، بھارت، اسرائیل اور دیگر مسلم اور غیر مسلم رفاہی ادارے مدد کر رہے ہیں، مگر دینی مدارس کی ان ممالک اور اداروں سے مدد کی توقع تو دور کی بات ہے یہ دینی مدارس کو مٹانے اور ختم کرنے کے درپے ہیں اور دینی مدارس کی مدد ایک مخصوص اور محدود طبقہ کیا کرتا تھا وہ بھی ایک خاص ذہن بنا کر زلزلہ متأثرین کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہے۔

فقط ایک بندہ خدا، راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب:......زکوٰۃ ایک اہم دینی فریضہ ہے اور دیگر فرائض کی طرح اس فریضے کی ادائیگی سے متعلق بھی قرآن حدیث میں لگے بندھے اصول بیان فرمائے گئے ہیں جن کی تشریح فقہائے کرام نے ایسی باریک

بنی اور تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے کہ اس سے فریضۂ زکوٰۃ کی درست طور پر ادائیگی کے لئے تمام ضروری شرائط کی بخوبی وضاحت ہو جاتی ہے۔

ذیل میں زکوٰۃ کی ادائیگی سے متعلق ضروری شرائط میں سے چند ایک تحریر کی جارہی ہیں جن سے مذکورہ سوال کا جواب سمجھنے میں سہولت رہے گی:

(۱)......زکوٰۃ کی ادائیگی سے سبکدوش ہونے کے لئے ایک اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ جس کو زکوٰۃ دی جارہی ہے وہ شرعاً زکوٰۃ کا مستحق ہو لہٰذا اگر کسی ایسے شخص کو زکوٰۃ دیدی جو شرعی اعتبار سے اس کا مستحق نہیں تھا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی خواہ وہ بظاہر کتنا ہی آفت زدہ، مدد کا مستحق اور معذور و متأثر نظر آرہا ہو اس لئے کہ شرعی اعتبار سے مصرفِ زکوٰۃ ہونے کا دارومدار مصیبت زدہ، یا مریض و معذور ہونے پر نہیں (کیونکہ ایسے افراد کا مالدار ہونا بھی ممکن ہے) بلکہ غریب وفقیر اور حاجت مند ہونے پر ہے اور غریب (مستحقِ زکوٰۃ) ہونے کا شرعی معیار یہ ہے کہ جس شخص کی ملکیت میں سونا، چاندی نقدی، تجارت کا سامان، اور ضرورت سے زیادہ سامان ان پانچ چیزوں میں سے کوئی چیز نہ ہو یا ان پانچوں میں سے بعض یا سب ہوں لیکن ان کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر نہ بنتی ہو بلکہ اس سے کم بنتی ہو تو ایسا شخص شرعاً غریب شمار ہوتا ہے پھر زکوٰۃ کا مستحق ہونے کے لئے اتنا غریب ہونیکے ساتھ اس کا مسلمان ہونا، سید ہاشمی نہ ہونا اور زکوۃ لینے والے کا دینے والے کے اصول (یعنی، ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، وغیرہ) اور فروع (یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی، وغیرہ) میں سے نہ ہونا نیز آپس میں میاں بیوی نہ ہونا بھی ضروری ہے یاد رہے کہ جس وقت کسی کو زکوٰۃ دی جارہی ہے اس وقت اس شص کا اتنا غریب ہونا ضروری ہے لہٰذا اگر کوئی شخص پہلے غریب (مستحقِ زکوٰۃ) تھا جس وقت زکوٰۃ دی گئی اس وقت وہ مالدار تھا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

(۲)......دوسری اہم شرط یہ ہے کہ مستحقِ زکوٰۃ کو مالک بنا کر زکوٰۃ ادا کی جائے اگر مالک بنائے بغیر اس کی ضروریات پر خرچ کر دی گئی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی مثلاً زکوٰۃ کی رقم سے مستحقِ زکوٰۃ کی دعوت کر کے اسے کھانا کھلا دیا یا اس کے علاج معالجے کا خرچ ڈاکٹر یا متعلقہ عملے کو دے دیا یا کسی غریب کے کفن دفن میں زکوٰۃ خرچ کر دی یا اس کے سفر کا کرایہ گاڑی والے کو

دے دیا وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔

(۳)......اگر مستحقِ زکوٰۃ کو زکوٰۃ دہندہ براہِ راست خود زکوٰۃ نہیں دے رہا بلکہ کسی فرد یا تنظیم کے واسطے سے پہنچا رہا ہے تو اس فرد یا تنظیم کے بارے میں ممکنہ تحقیق کے بعد یہ اطمینان کر لینا بھی ضروری ہے کہ وہ زکوٰۃ کے مستحقین کو شرعی طریقے پر زکوٰۃ ادا کرنے کے بارے میں قابلِ اعتماد اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے شرعی احکام سے واقف بھی ہے یا نہیں ممکنہ تحقیق اور اطمینان کیے بغیر یونہی ہر کس و نا کس کو زکوٰۃ کی رقم مستحقین تک پہنچانے کا وکیل بنا دینا بھی اپنے فریضے کو ضائع کرنا یا خطرہ میں ڈالنا ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے زکوٰۃ کسی کو بھی دیدینے، حوالہ کر دینے یا بالفاظ دیگر پھینکنے کا حکم نہیں دیا گیا جس طرح نماز پڑھنے کا حکم دینے کے بجائے نماز قائم کرنے کا حکم دینے میں اس طرف اشارہ ہے کہ نماز کے جو مخصوص آداب، شرائط اور لوازمات ہیں ان سب کو ملحوظ رکھ کر نماز ادا کرنا معتبر ہے، ان میں سے بعض یا سب آداب و شرائط کو نظر انداز کر کے قیام، رکوع، سجود کی صورت میں نماز کا ایک ڈھانچہ قائم بھی کر دیا تو یہ شکل تو واقعی نماز کی ہی ہے لیکن نماز کی روح اور نماز کی حقیقت سے یہ خالی ہے، اس لئے اللہ کے یہاں اس کا اعتبار نہ ہوگا جیسے کوئی بغیر وضو کے نامز پڑھ لے یا ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھ لے یا قبلہ کی طرف پشت کر کے نماز پڑھ لے، غرضیکہ اس طرح کی محض کسی ایک شرط میں کمی کر دے اور باقی تمام آداب ولوازمات پورے بھی کر لے تو تب بھی یہ نماز جو کہ شکل وصورت کے اعتبار سے اچھی خاصی نماز ہے لیکن نماز کا فریضہ ادا کروانے سے یہ بالکل ہی قاصر ہے لہٰذا اصل مقصود کسی عمل کا اللہ اور اس کے رسول کے بنائے ہوئے طریقے کے مطابق قائم کرنا اور ادا کرنا ہے، پس زکوٰۃ کی رقم محض اپنی ملکیت سے نکال دینا کافی نہیں بلکہ مستحقین تک پہنچانا بھی زکوٰۃ دہنگان کی ذمہ داری ہے مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق اگر متأثرینِ زلزلہ جو زکوٰۃ کے مستحق بھی ہوں کو مالک بنا کر زکوٰۃ کے ذریعہ سے مدد کی جائے تب تو زکوٰۃ تو ادا ہو جائے گی لیکن موجودہ ہنگامی حالات میں اس تفصیل کو ملحوظ رکھنا نہ ہر فرد کے لئے ممکن ہے اور نہ ہی انفرادی و اجتماعی سطح پر اس کا لحاظ ہو رہا ہے یہاں یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ متأثرینِ زلزلہ کا تعاون جس درجہ کا ضروری ہے زکوٰۃ کی صحیح صحیح ادائیگی اس سے

زیادہ اہم اور اس سے زیادہ بڑا فریضہ ہے۔

یہ تو زکوٰۃ وصدقاتِ واجبہ سے متعلق تفصیل تھی جہاں تک نفلی صدقات کا تعلق ہے تو چونکہ نفلی صدقات کے لئے اتنی شرائط نہیں ہیں اس لیے نفلی صدقات کی مد سے زلزلہ زدگان کی مدد کرنا بلاشبہ درست بلکہ باعثِ ثواب ہے۔ لیکن یاد رہے کہ متأثرین زلزلہ کی مدد کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اپنے گردوپیش میں بسنے والے سینکڑوں غرباء ومساکین، یتیم ونادار لوگوں کا اور دینی مدارس ومساجد کا کوئی حق نہیں رہا بلکہ ان کے تعاون کرنے کی ذمہ داری اپنی جگہ برقرار ہے اس لئے کہ اول تو ہر انسان اپنے قرب وجوار میں رہنے والے غرباء ومساکین کی دیکھ بھال کرنے اور ان کی بھوک پیاس مٹانے کا ذمہ دار ہے چنانچہ پڑوس میں کوئی غریب بھوکا پیاسا ہو اور انسان اس کو نظر انداز کر کے دور دراز بسنے والے کی مدد کرنے کو ضروری سمجھتا رہے تو یہ طرزِ عمل بھی دینی نقطہ نگاہ سے درست نہیں۔

دوسری اہم بات جس کی طرف سائل نے توجہ دلائی ہے یہ ہے کہ زلزلہ متأثرین کی امداد کرنے میں عوام، اربابِ اقتدار، بیرونی ممالک، این جی اوز اور مختلف تنظیمیں مسلسل مصروف ہیں جس کے نتیجے میں اشیائے خوردنی اور دیگر مختلف ضرورت کی اشیاء کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے اور ایک مخصوص دینی ذہن اور سوچ رکھنے والا طبقہ جو ہر سال رمضان کے مہینے میں مدارس ومساجد اور اپنے اعزہ واقرباء اور اڑوس پڑوس کے غرباء ومساکین کی امداد زکوٰۃ اور صدقہ وخیرات کی مد سے کیا کرتا تھا وہ بھی ان اہم مصارف کو نظر انداز کر کے اپنا سارے کا سارا تعاون متأثرین زلزلہ کو بھیج رہا ہے جس کی وجہ سے مدارس اور دینی اداروں میں ہونے والے دینی کاموں کے ماند پڑ جانے کا قوی خدشہ ہے حالانکہ ان مدارس ومساجد کو آباد رکھنا زیادہ اہم ہے کہ یہ امتِ مسلمہ کی روحانی وایمانی حیات کا ذریعہ ہیں جس کا زندہ رکھنا مسلمانوں کی جسمانی زندگی سے کم ضروری نہیں بلکہ زیادہ اہم ہے نیز مستند اور اہل حق کے دینی جامعات کے لئے تعاون ایک اہم صدقہ جاریہ ہے اس حیثیت سے زلزلہ متأثرین کی مدد کرنے کا وہ مقام نہیں۔

گذشتہ تفصیل کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں کہ متأثرینِ زلزلہ کی مدد ہی نہ کی جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کو بنیاد بنا کر دینی مدارس وجامعات اور اپنے علاقہ ومحلّہ کے غرباء کو نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ اگر ان اہم مصارف میں خرچ کرنے کے ساتھ صدقہ وخیرات کی مقدار میں اپنی طرف سے اضافہ کر کے متأثرین زلزلہ کی مدد کی جائے تو دونوں قسم کے مصارف میں خرچ کر کے عظیم ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

محمد رضوان صاحب

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

متأثرینِ زلزلہ کی پاکی ناپاکی اور نماز کے بعض مسائل

آپ کو معلوم ہے کہ ملک بھر میں زلزلہ کی وجہ سے زخمی ہونے والی خواتین وحضرات کی بہت بڑی تعداد موجود ہے، اوران کو پاکی ناپاکی اور وضو، غسل ونماز کے مسائل سے واقفیت نہیں، جس کی وجہ سے وہ مشکلات کا شکار ہیں لہٰذا ان کی پاکی ناپاکی اور وضو، غسل اور نماز کے بارے میں چند مسائل دریافت طلب ہیں، براہِ کرم ان کی وضاحت فرمائیں:

زخمی وبیمار ہونے سے پہلے یا بعد میں غسل واجب ہوا

سوال:......اگر کوئی مرد یا عورت زخمی ہونے سے پہلے جنابت کی حالت میں تھا اور زخمی ہوجانے کے بعد اس کو بوجہ معذوری یا بیماری غسل کرنا ممکن نہیں تو اس کے غسل کا کیا حکم ہے؟

اور اگر کسی کو زخمی ہونے کے بعد غسل کی ضرورت ہوئی اور اب غسل کرنا اس کے لئے ممکن نہیں یا بیماری کے باعث نقصان دہ ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب:......جس کا اکثر بدن اتنا زخمی ہو یا وہ ایسا بیمار ہو کہ اپنے حالات یا سابقہ تجربے یا کسی ماہر دیندار ڈاکٹر کی رائے کے مطابق پانی کے استعمال سے بیمار ہوجانے یا پہلے سے موجود بیماری کے بڑھ جانے یا بیماری کے دراز ہوجانے کا غالب گمان ہو، اس کے لئے غسل کے بجائے تیمّم کرکے پاکی حاصل کرنا درست ہے اور اگر اکثر بدن صحیح سلامت ہے اور کچھ بدن زخمی ہے یا بیماری کے باعث اکثر بدن کے حصے پر پانی کا بہانا مذکورہ تفصیل کے مطابق نقصان دہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں تیمّم کرنا درست نہیں بلکہ اس اکثر بدن کے حصے کا غسل کرنا ضروری ہے، اور جس حصے پر پانی کا استعمال مذکورہ تفصیل کے مطابق نقصان دہ ہے اس پر ہاتھ بھگو کر مسح کرلیا جائے اور اگر یہ بھی نقصان دہ ہو یا ممکن نہ ہو تو ویسے ہی چھوڑ دیا جائے

(مریض ومعالج کے اسلامی احکام ص ۸۲ واحکام المعذورین ص ۱۵ بحوالہ ردالمحتار)

وضو کرنا نقصان دہ ہو

سوال:......اور وضو کی ضرورت پیش آجائے مگر وضو کرنا ممکن نہ ہو یا بیماری کے لئے نقصان دہ ہو تو کیا حکم ہے کیا اس حالت میں تیمّم کرنے کی اجازت ہے؟

Idara Ghufran

جواب:......ایسے شخص کے وضو اور تیمّم کا حکم بھی غسل والی مذکورہ تفصیل کے مطابق ہے۔

اگر کسی عضو پر پٹی یا پلستر بندھا ہو

سوال:......جن مریضوں کے منہ اور ہاتھ پاؤں، سر وغیرہ پر مستقل پٹی یا پلستر چڑھا ہوا ہے وہ وضو، تیمّم وغیرہ کس طرح کریں گے؟

جواب:......ایسا مریض جس کے اعضاءِ وضو پر مستقل پٹی یا پلستر چڑھا ہوا ہے اس کے جن اعضاء پر پٹی وغیرہ نہیں ہے ان کو اگر آسانی دھونا ممکن ہو تو اُن کو دھولے یا کسی دوسرے سے دُھلوالے اور پٹی، پلستر چڑھے ہوئے اعضاء پر مسح کرلے اور اگر غیر پٹی والے اعضاء کو دھونا مشکل ہو تو سب اعضاء پر مسح کرلے یا کسی دوسرے سے کرالے۔

وضو اور غسل کے تیمّم کا طریقہ

سوال:......وضو اور غسل کے تیمّم کا طریقہ بتلادیں اور یہ بھی کہ کیا خاص کچی مٹی یا ڈھیلے وغیرہ پر تیمّم کرنا ضروری ہے یا پتھر، پکی اینٹ، دیوار وغیرہ پر بھی تیمّم کیا جاسکتا ہے؟

جواب:......غسل اور وضو کے تیمّم کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اول نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمّم کرتا ہوں پھر دونوں ہاتھ مٹی یا ریت وغیرہ پر مار کر انہیں جھاڑ دے اور دونوں ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرے کہ کوئی جگہ باقی نہ رہ جائے، ایک بال برابر جگہ بھی چھوٹ جائے گی تو تیمّم صحیح نہ ہوگا، پھر دونوں ہاتھ مٹی وغیرہ پر مارے اور انہیں جھاڑ کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت اس طرح پھیرلے کہ بال برابر جگہ بھی ایسی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پھر جائے۔

تیمّم کے لئے خاص کچی مٹی یا ڈھیلے وغیرہ کا ہونا کوئی ضروری نہیں بلکہ مٹی، ریت، پتھر، چونا، مٹی کی کچی پکی اینٹیں، اینٹوں، سیمنٹ، چونے وغیرہ کی دیوار، ان سب چیزوں پر تیمّم کرلینا درست ہے (بہشتی زیور، پہلا حصہ ص ۶۸، بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۶)

ہاتھ کٹے ہوئے شخص کے وضو کا حکم

سوال:......اگر کسی شخص کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں تو وہ وضو کیسے کرے؟

جواب:......ایسا شخص وضو کے اعضاء پر کسی بھی طرح پانی بہالے، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو تیمّم کرے اگر ہاتھوں پر زخم ہوں یا بازو پورے کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر کسی طرح پانی بہانا بھی ممکن نہ ہو تو چہرے کو زمین یا دیوار وغیرہ سے تیمّم کی نیت سے مل لے، اور اگر چہرے پر زخم وغیرہ کی وجہ سے اس پر بھی

قدرت نہ ہوتو بغیر وضو کے ہی نماز پڑھتا رہے (ردالمحتار ج اص ۲۴۳، کذا فی احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۱، کتاب الطہارۃ)

مریض کو ناپاک کپڑے بدلنا مشکل ہوتو نماز کیسے پڑھے؟

سوال:......اگر مریض کے کپڑے پیشاب، پاخانہ یا خون کی وجہ سے ناپاک ہیں اور ان کو بدلنا یا پاک کرنا قدرت میں نہ ہوتو کیا حکم ہے؟

جواب:...... جس مریض کے کپڑے ناپاک ہوں اور ان کا پاک کرنا یا بدلنا اس کے لئے ممکن نہ ہوتو اگر کوئی دوسرا شخص موجود ہی نہ ہوتب تو انہی ناپاک کپڑوں میں نماز ادا کر لینا درست ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص موجود ہو جو مریض کے کپڑے تبدیل کرا دیگا تو ایسی صورت میں دوسرے کی مدد سے پاک لباس بدل کر نماز پڑھنا ضروری ہے بشرطیکہ مریض کو لباس بدلنے میں غیر معمولی مشقت نہ ہوتی ہو ورنہ انہیں کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے (احسن الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۷، مریض و معالج کے اسلامی احکام ص ۱۰۸، احکام المعذورین ص ۱۲)

مریض کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر نماز پر قادر نہ ہو

سوال:......اگر مریض کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر بھی نماز پڑھنے پر قادر نہیں تو کیا وہ لیٹ کر نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب:...... جو مریض مرض کی وجہ سے کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو اس کے لئے لیٹ کر نماز پڑھنا درست ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ چت لیٹ جائے اور دونوں ٹانگیں قبلے کی طرف پھیلا لے لیکن اگر کچھ طاقت ہوتو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے تاکہ بے ادبی نہ ہو اور اپنے سر کے نیچے تکیہ رکھ کر سر اونچا کر لے اور رکوع، سجدہ اشارہ سے کرے ایسا مریض اگر دائیں یا بائیں کروٹ کے بل لیٹے اور منہ قبلے کی طرف کو کر کے اشارہ سے نماز پڑھے تو بھی جائز ہے، لیکن چت لیٹنا افضل ہے (مریض و معالج کے اسلامی احکام ص ۱۰۵ و ۱۰۶ بحوالہ شامی ج اص ۵۶۲، ۵۶۴)

قبلہ کی طرف رخ کرنے پر قدرت نہ ہوتو نماز کس طرح پڑھے؟

سوال:......کیا قبلہ کی طرف رُخ کرنا مریض کے لئے ضروری ہے جبکہ کوئی قبلہ کی طرف رُخ کرانے والا موجود نہ ہو اور خود اس پر قدرت نہ ہو؟

جواب:...... جب مریض قبلہ کی طرف رخ کرنے پر قادر نہ ہو اور نہ کوئی قبلہ کی طرف رخ کرنے والا میسر ہو یا کوئی میسر تو ہو مگر وہ باوجود کہنے کے قبلہ کی طرف رخ نہ کرائے تو ایسی صورت میں قبلہ کی طرف رخ کئے بغیر نماز پڑھنا درست ہے، البتہ اگر قبلہ کی طرف خود رخ کرنا ممکن ہو یا دوسرے کی مدد لینی پڑتی ہو اور کوئی دوسرا رُخ کرانے والا موجود ہو مگر دوسرے کو قبلہ کی طرف رُخ کرنے کو نہ کہا اور ویسے ہی نماز

پڑھ لی تو نماز درست نہیں ہوگی (کذافی امدادالاحکام ج اص ۶۹۹، کتاب الصلاۃ فصل فی صلاۃ المریض والمسافر)

جسم ناپاک یا بے پردہ ہو تو تلاوت اور ذکر کا حکم

سوال:......اگر جسم پر ناپاکی لگی ہوئی ہے یا جسم کی بے پردگی ہے تو کیا اس حالت میں ذکر واذکار دعا وغیرہ اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے؟

جواب:......اگر جسم پر کوئی ظاہری ناپاکی مثلاً پیشاب، پاخانہ، خون وغیرہ لگا ہوا ہے اور انسان پر غسل فرض نہیں ہے تو اس حالت میں ذکر اذکار، دعا، تلاوت وغیرہ کرنا درست ہے مگر وضو نہ ہو تو قرآن کو ہاتھ لگانا درست نہیں اور اگر غسل فرض ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کے علاوہ باقی ذکر واذکار جائز ہیں، اور کسی عذر کی وجہ سے جسم بے پردہ ہو تو تلاوت اور ذکر واذکار کی ممانعت نہیں۔

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۳۹ ''اخبارِ عالم'')

5 / دسمبر: پاکستان: کالاباغ ڈیم کسی صورت نہیں بننے دیں گے، سرحد حکومت **6 / دسمبر:** اسلام آباد: مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کو بستہ ''الف'' کا مجرم قرار دینے کی مذمت، انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997ء کی دفعہ EE-11 کے سب سیکشن نمبر 1 کے تحت دونوں علماء کو بستہ (الف) کا مجرم قرار دیا گیا، نوٹیفکیشن کے مطابق اپنا علاقہ چھوڑنے سے قبل متعلقہ ایس ایچ او کو آگاہ کرنا ہوگا، روزانہ تھانے میں حاضری دینا ہوگی کسی تعلیمی ادارے، سرکاری وغیر سرکاری دفتر میں بھی جانے پر پابندی ہوگی، عوامی اجتماعات میں بھی نہیں جاسکیں گے، ضمانتی مچلکے بھی جمع کرانے کی ہدایت **7 / دسمبر:** ایران: فوجی طیارہ 10 منزلہ عمارت پر گر کر تباہ، 140 افراد جاں بحق **8 / دسمبر:** عراق میں سیکورٹی کی بدترین صورتحال سے دہشتگردوں کو سازگار ماحول میسر ہے، صدر پرویز مشرف **9 / دسمبر:** امتِ مسلمہ اسلام کے خلاف سازشوں کا مل کر مقابلہ کرے گی، اعلانِ مکہ، او آئی سی کا انتہاپسندی، دہشت گردی کے خلاف لڑنے اور اسلام کے تشخص کا دفاع کرنے پر اتفاق، باہمی تعاون کی افادیت اور اہمیت پر زور، دہشتگردی کا جواز قبول کیا جاسکتا ہے نہ ہی اس کا ناطہ کسی مذہب، نسل رنگ یا ملک سے جوڑا جاسکتا ہے، سائنس وٹیکنالوجی، تعلیم میں ترقی اور غربت کے خاتمہ کے لئے مشترکہ کاوشوں کی ضرورت پر زور، کشمیریوں کی نمائندہ قیادت کی سفارتی وسیاسی حمایت جاری رکھنے پر کا اعادہ، اسرائیل سے مقبوضہ علاقہ خالی کرنے کا مطالبہ، عراقی عوام کے خلاف دہشتگردانہ کاروائیوں کی مذمت، 57 ممالک کا 2 روزہ سربراہی اجلاس مشترکہ اعلامیے کے ساتھ اختتام پذیر **10 / دسمبر:** پاکستان: پتنگ بنانے، اڑانے پر پابندی میں توسیع، صوبائی حکومتوں کو عمل درآمد یقینی بنانے کا حکم

عبرت کدہ

محمد امجد حسین صاحب

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

ہندوستان کا اسلامی عہد (قسط ۸)

محمد بن قاسم علیہ الرحمہ چھ ہزار شامی جانثاروں کا لشکر لے کر شیراز سے مکران ہوتے ہوئے خشکی کے راستے سندھ روانہ ہوئے، پیچھے سے حجاج نے مزید چھ ہزار کا لشکر عراقی مجاہدین پر مشتمل بطورِ کمک کے روانہ کیا اور ساتھ تین ہزار اونٹ بار برداری کے الگ تھے، جن پر لشکر کا ساز وسامان، توشہ اور ضرورت کی چیزیں لدی ہوئی تھیں اور باقی تمام بھاری جنگی ساز وسامان اور اشیاء بحری راستے سے روانہ کی گئی تھیں جس میں ایک قلعہ شکن منجنیق عروس نامی بھی شامل تھی، اس منجنیق کو پانچ سو آدمی حرکت دیتے تھے[۱]

حجاج نے سندھ کی یہ فیصلہ کُن مہم اتنی منظّم و مکمل کر کے روانہ کی تھی کہ سوئی دھاگے تک ضرورت کی ہر چیز ہمراہ تھی اور غذائی ضروریات کے تحت روئی سرکہ میں بھگو کر پھر دھوپ میں خشک کر کے روئی کے یہ گٹھر سندھ روانہ کئے تا کہ بوقتِ ضرورت روئی تر کر کے سرکہ کام میں لایا جائے، ابنِ قاسم سب سے پہلے قنز پور (پنجگور جو کہ موجودہ بلوچستان میں واقع ہے) کی طرف بڑھے اور اسے فتح کیا، پھر ارمابیل (ارمن بیلہ) کو مسخّر و مغلوب کیا، پھر یہاں سے دیبل کی طرف بڑھے، ۹۳ھ بمطابق ۷۱۱ء بروز جمعہ اسلامی لشکر دیبل پہنچا۔ اسلامی لشکر کے پہنچتے ہی دیبل والے قلعہ بند ہوگئے، یہاں کا حاکم راجہ داہر کا بیٹا جے سیہ (کیشب) تھا، ابنِ قاسم نے شہر کا محاصرہ کیا اور چاروں طرف خندقیں کھود کر منجنیق نصب کرادی، اہلِ شہر کئی دنوں تک مدافعت کرتے رہے، حجاج کو اس مہم سے اتنا تعلق خاطر اور دلچسپی تھی کہ ہر تیسرے دن خبریں منگوا کر حالات معلوم کرتا تھا اور ہدایات جاری کرتا تھا۔

جب محاصرہ طول پکڑ گیا تو حجاج نے لکھا کہ منجنیق کو ایک زاویہ کم کر کے مشرق کی جانب نصب کر کے دیول (بتکدہ) کے گُنبد پر سنگ باری کی جائے، اس گُنبد کی چوٹی پر ایک بہت لمبے بانس میں پھریرا (جھنڈا) آویزاں تھا جس کی نسبت اہلِ دیبل کا اعتقاد تھا کہ جب تک یہ پھریرا ہم پر سایہ فگن ہے کوئی دیبل کو فتح

---

[۱] اتفاق سے یہ سامان بھی بحری راستے اسی دن دیبل پہنچا جب ابنِ قاسم یہاں پہنچے۔

نہیں کرسکتا، ابنِ قاسم کو ان کے اس اعتقاد کی اطلاع ہوئی تو آپ نے جعونہ (منجنیق کا نشانہ باز افسر) کو بُلا کر جھنڈے کو نشانہ بنانے کا حکم دیا، جعونہ نے اس خوبی سے پتھر رکھ کر نشانہ باندھا کہ پہلے ہی نشانے میں پھریرا سرنگوں ہو کر نیچے آرہا۔ اس کا اہلِ دیبل اور ان کے سالارِ جنگ جے سیہ پر یہ نفسیاتی اثر ہوا کہ سب کے جی چھوٹ گئے اور وہ حوصلہ ہار بیٹھے، جے سیہ چار ہزار لشکر لے کر راتوں رات دیبل سے فرار ہوگیا، کچھ باقی ماندہ فوج مدافعت کرتی رہی تا آنکہ چند مجاہدین شہر کی فصیل پر چڑھ کر اندر کود گئے اور پھاٹک کھول دیا اور اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوگیا، اس طرح بزورِ شمشیر دیبل فتح ہوگیا، دشمن کی ہتھیار بند فوج جو برسرِ مقابلہ تھی گرفتار ہوگئی اور عام باشندگانِ شہر کے لئے معافی اور امن وامان کا اعلان کردیا گیا، سامانِ جنگ، شاہی اموال وخزائن جو دیبل میں موجود تھے مالِ غنیمت بنے۔

ابنِ قاسم نے یہاں کے ہی ایک پنڈت کو دیبل کا حاکمِ اعلیٰ مقرر کیا جو پہلے جیل خانے کا محافظ تھا اور دل سے اسلام کا معتقد ہو چکا تھا اور مسلمان قیدیوں سے حُسنِ سلوک رکھتا تھا، اور حمید زراع نامی اپنے معتمد افسر کو اس کی ماتحتی میں یہاں کا داروغہ مقرر کیا۔ (جاری ہے......)

(بقیہ متعلقہ صفحہ ۱۷ ماہ شوال: دوسری صدی ہجری کی اجمالی تاریخ کے آئینے میں)

☐......**ماہِ شوال ۱۷۰ھ**: میں خلیفہ ھارون الرشید کے بیٹے امین کی ولادت ہوئی، آپ مامون کے چھوٹے بھائی تھے (الکامل لابنِ عدی ج۵ ص ۲۷۸، المنتظم لابنِ جوزی ج۸ ص ۳۲۸)

☐......**ماہِ شوال ۱۸۱ھ**: میں حضرت المفضل بن فضالہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں ہوئی اور دو مرتبہ مصر کے قاضی بنائے گئے، آپ ایک بڑے فقیہہ اور نہایت تقویٰ دار تھے، آپ کے عجیب وغریب فیصلے بہت مشہور ہوئے (المنتظم لابنِ جوزی ج۹ ص ۶۴)

☐......**ماہِ شوال ۱۹۶ھ**: میں افریقہ کے گورنر ابراہیم بن اغلب کی وفات ہوئی، وفات کے وقت عمر ۶۵ سال تھی، مدتِ امارت بارہ سال چار ماہ اور دس دن تھی (الکامل لابنِ عدی ج۵ ص ۳۱۴)

☐......**ماہِ شوال ۱۹۸ھ**: میں امام ابویحیٰ معن بن عیسیٰ المدنی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ کا علمِ حدیث میں بڑا مقام تھا، اور علمِ حدیث میں آپ کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ ثقہ آپ تھے (العبر فی خبر من غبر ج۱ ص ۳۲۷)

طب وصحت

حکیم محمد فیضان صاحب

طبی معلومات ومشوروں کا مستقل سلسلہ

دمہ (ضیقُ النفس ASTHAMA)

یہ بیماری موسم بدلنے کے دنوں میں، زیادہ تر شروع سردی میں زور پکڑتی ہے۔ یہ مرض قدیمی ہے، کیونکہ ہر دور کی کتابوں میں اس مرض کا ذکر ملتا ہے۔ یہ بیماری بچپن سے بڑھاپے تک ہر عمر میں پائی جاتی ہے، لیکن چھوٹے بچوں میں 30 سے 40 فیصد نوجوانی تک بالکل صحت مند ہوجاتے ہیں، مگر ادھیڑ عمر میں یہ مرض زیادہ پایا جاتا ہے۔ اکثر یہ مرض دورہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی نوبت عام طور سے 10 منٹ سے لے کر دو تین گھنٹے اور شاذ و نادر ایک دن پر محیط ہوتی ہے۔ دمے کا عارضہ نہ صرف اس میں مبتلا فرد کے لئے تکلیف دہ ہوتا ہے بلکہ مریض کے اعزا اور تیمارداروں کو بھی تشویش زدہ کردیتا ہے خاص طور پر دمے کے شدید دورے (ACUTE ATTACK) کے لمحات میں مریض کی حالت دیکھ کر بعض اوقات اہل خانہ کے بھی ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ یہ ایسا موذی مرض ہے کہ جب انسان کے پیچھے پڑ جائے تو بہت مشکل سے علاج پذیر ہوتا ہے۔ اس مرض میں مریض کو آرام سے بیٹھے ہوئے سانس نہیں آتا، سانس پے در پے آتا ہے، جیسا کہ دوڑنے، اور ورزش کرنے کے بعد سانس چڑھ جاتا ہے، دمے کے مریض کو سانس بھرنے اور نکالنے میں گردن، چھاتی اور عضلات کا زور لگانا پڑتا ہے، مگر پھر بھی سانس گھٹ گھٹ کر آتا ہے اور مریض کی حالت قابل رحم ہوجاتی ہے، پسلیوں کے نیچے درد محسوس ہوتا ہے، دمہ کی کئی اقسام بیان کی جاتی ہیں:

(1)......دمہ خشک (2)......دمہ مرطوب (3)......ضیق النفس قلبی (Cardiac Asthma) کبھی دمہ کا مرض (Allergy) حساسیت کی وجہ سے بھی ہوجاتا ہے مثلاً، زرگل (Pollen) پولن، گرد، دھواں، پالتو جانوروں کے بال، لال بیگ، سگریٹ کا دھواں، لکڑی کی آگ یا تارکول کے جلنے کی بو، گھروں میں ہونے والے اسپرے، پٹرول اور بعض پرفیوم کی بو، وغیرہ۔ دنیا کے مختلف حصوں میں جو تحقیق کی گئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آبادی کا دس سے بیس فیصد حصہ الرجی کے باعث دمہ کی شکایت میں مبتلا ہوتا ہے۔ 1990ء کی دھائی میں ہوئے ایک سروے کی رپورٹ کے مطابق صرف امریکہ میں ایک کروڑ سے زیادہ افراد دمے کے مرض کا شکار تھے۔ ٹھنڈے مرطوب ممالک میں بارش، برف باری، سرد ہواؤں کی وجہ سے

سانس کے امراض اور دمہ بکثرت ہوتے ہیں۔

ضیق النفس قلبی: اس مرض میں سینہ اور پھیپھڑے قلب کی حرکت کی اور حرارت کی وجہ سے امتلاء ہو جاتا ہے جس سے ہوا کے منافذ اور ہوا کے مقامات (اخلیہ ہوائیہ) تنگ ہو جاتے ہیں اور سانس میں تنگی آجاتی ہے، یہ مرض 40 سال عمر سے قبل بہت کم پایا جاتا ہے۔ (مگر یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے) سانس کی نالی کے ذریعے ناک اور گلے سے نسیم (Oxygen) کی جس قدر پھیپھڑوں کو ضرورت ہوتی ہے بار بار سانس لیکر پھیپھڑے اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں کیوں کہ جسم کا گندا خون پھیپڑوں سے گزرتا رہتا ہے، اس خون سے کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس باہر نکل کر جانے والی سانس کے ذریعے باہر نکل جاتی ہے، اور اندر آنے والی سانس کے ساتھ آکسیجن نالیوں کے راستے خون میں شامل ہو جاتی ہے، خون کی صفائی کا یہ عمل پھیپڑوں کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ دمے کے مرض میں سانس کی نالیوں پر ورم آجاتا ہے، جب کہ مرطوب دمے میں ہوا کی نالیوں میں علاوہ ورم کے بلغم بھی جمع ہو جاتا ہے اور سانس کی نالیاں سکڑ جاتی ہیں جسکی وجہ سے مریض کو سانس لینے میں دشواری ہوتی ہے، مریض کبھی آگے کو جھک کر، کبھی کھڑکی دریچوں میں گردن باہر نکال کر سانس لینے کی کوشش کرتا ہے۔

علامات: دمہ کے دورے سے پہلے اکثر سر درد کی شکایت ہوتی ہے، سینے پر درد محسوس ہوتا ہے، دورہ عام طور پر رات کو 2-3 بجے یا صبح کے وقت شروع ہوا کرتا ہے، کبھی کسی وقت بھی شروع ہو جاتا ہے۔ کھانسنے اور جسم میں آکسیجن کی کمی کی وجہ سے چہرہ اور بدن نیل گوں یا زرد پڑ جاتا ہے۔ ذائقہ تلخ ہضمی فطور ہوتا ہے، پیشاب کی رنگت سفید... بکثرت ہوتا ہے۔ خشک کھانسی، رات کو سوتے میں کھانسی، جسمانی حرارت 83 درجہ فارن ہائیٹ تک کم ہو جاتی ہے۔ جن لوگوں کو الرجی کی وجہ سے ہو تو وہ اگر کوئی ایسی چیز استعمال کریں کہ جس سے ان کو الرجی ہے، یا پولن الرجی کی اگر شکایت ہو تو موسم بہار میں.... اس کے بعد فوراً کھانسی، سانس رک جانا، سانس لینے میں مشکل بڑھتی جاتی ہے۔ اور پھر دفعتاً دورہ پڑ جاتا ہے، کھانستے کھانستے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے، اور مریض سے بولا تک نہیں جاتا، پھر ذرا سا بلغم خارج ہو کر تمام جسم پر پسینہ آکر نوبت رفع ہو جاتی ہے، وقفہ کی حالت میں مریض بالکل تندرست معلوم ہوتا ہے اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ مزمن صورت میں مریض لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے، شانے اوپر کو اٹھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، چہرے پر تفکر، گال پچکے ہوئے، آواز بھرّائی ہوتی ہے۔ وقفہ نوبت ایک مہینہ سے ایک سال تک ہو سکتا ہے۔ دمے کے دورے کے دوران مریض شدید خوف اور گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے جیسے مرنے والا ہو ایسی کیفیت میں

مریض کو حوصلہ دینا چاہئے کہ یہ تکلیف عارضی ہے اور گذر جانے والی ہے۔ دورے کے وقت مریض کو اکیلا نہ چھوڑئے۔ کسی کے پاس موجود ہونے سے مریض کا خوف کم ہوتا ہے۔ مریض کی پیٹھ سہلانے سے اسے آرام محسوس ہوتا ہے اس لئے دورے کی صورت میں مریض کی پیٹھ سہلانی چاہئے۔

علاج: بخار کی صورت میں معالج کے پاس لے جانا چاہئے اور اصل سبب کو معلوم کر کے اسکا مناسب علاج کرنا چاہئے۔ بعض صورتوں میں قے کرانا بھی مفید ہے۔ دورۂ مرض سے قبل گرم پانی، چائے، قہوہ، کے پینے سے بعض اوقات دورہ رک جاتا ہے۔

ھدایات: مریض کے کمرہ کے ماحول کو مرطوب رکھنا چاہئے۔ مریض کو جن مقامات کی آب وہوا موفق ہو، اسی جگہ رکھیں۔ مریض کے کمرہ میں گرد غبار یا دھوئیں کا گزر نہیں ہونا چاہئے قبض اور بدہضمی سے بچائیں، پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں، اور زیادہ سونے سے اجتناب کریں، کھانا کھانے کے 3 گھنٹے بعد سونا بہتر ہوتا ہے، سردی نہ لگنے دیں، جس چیز کے کھانے پینے سے دورہ ہو جایا کرے اس سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے، اگر مریض کا پیشہ ایسا ہو کہ جس سے مرض کو امداد ملتی ہو مثلاً ترکھان، سنگ تراشی وغیرہ اس کو ترک کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ دمے کے مریض کے پاؤں گرم رکھنے چاہئیں۔ سینے کی خشکی اور رکاوٹ کی صورت میں مریض کو کھانسنے میں مدد دیجئے، اور 45 درجہ کے زاویے تک پیچھے ٹیک لگا دینے اور مریض کی پوزیشن تبدیل کرنے سے بلغم اوپر نیچے حرکت کرتا ہے، بلغم باہر نکالنے کے بعد مریض کو کلی اور غرارے کر لینے چاہئیں تاکہ زبان اور منہ میں بلغمی رطوبت کا ذائقہ موجود نہ رہے۔ مریض کے آرام کا خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ مریض کی ضرورت کی اشیا اس کی پہنچ میں رکھئے تاکہ اسے جسمانی حرکت کم سے کم کرنی پڑے، مریض کو پانی اور مشروبات زیادہ استعمال کرنے کے لئے کہئے، مریض کو دن میں ڈیڑھ سے دو لیٹر پانی پینے کی ترغیب دینی چاہئے اس سے بلغم خارج ہونے میں مدد ملتی ہے۔ دورے کے بعد مریض کو مناسب آرام کی ترغیب دینی چاہئے تاکہ اسکی صحت اور توانائی بحال ہو سکے۔

غذا: مریض کی قوت مدافعت بڑھانے کے لئے مقوی غذائیں، لطیف زود ہضم غذائیں کم مقدار میں دینی چاہئیں مثلاً یخنی، شوربہ، دال مونگ وغیرہ۔

پرہیز: ثقیل، نفاخ، گرم، اور ترش اشیاء سے اور دورے کی حالت میں ورزش اور محنت جسمانی سے مریض کو روکنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب محمد فیضان 6/5/2005

faizankhanthanvi@hotmail.com

اخبار ادارہ محمد امجد حسین صاحب

ادارہ کے شب وروز

□......ماہِ رمضان،شوال کے تمام جمعوں میں مساجدِ ثلاثہ میں وعظ اور مسائل کی نشستیں حسبِ معمول منعقد ہوتی رہیں مسجد نسیم میں ۹ر رمضان کا جمعہ مولوی محمد ناصر صاحب نے اور ۸ر شوال کا جمعہ قاری فضل الحکیم صاحب نے پڑھایا۔

□......ماہِ رمضان میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کی یہ ترتیب رہی۔حضرتِ اقدس مدیر دامت برکاتہم مسجد امیر معاویہ کوہاٹی بازار ،مولوی ناصر صاحب اور مولوی طارق محمود صاحب مسجد نسیم گل نور مارکیٹ مری روڈ (یہاں مولوی ناصر صاحب سنا رہے تھے ان کے بیمار ہو جانے کے باعث آخری ۱۳ پارے مولانا طارق محمود صاحب نے سنائے ،اس سے پہلے مولوی طارق محمود صاحب ادارے میں سنا رہے تھے) قاری فضل الحکیم :معلم شعبہ حفظ ،قاری محمد ہارون صاحب :معلم شعبہ ناظرہ اور محمد امجد حسین صاحب :معلم شعبہ کتب (الگ الگ ترتیب پر ادارہ کے مختلف حصوں میں)

□......مسجد امیر معاویہ میں چوبیسویں شب کو تکمیل ہوئی ،قاری فضل الحکیم صاحب کی بیسویں شب کو تکمیل ہوئی ، محمد امجد صاحب کی تیئسویں شب کو تکمیل ہوئی ،قاری محمد ہارون صاحب کی چھبیسویں شب کو تکمیل ہوئی ،مسجد نسیم میں ستائیسویں شب کو تکمیل ہوئی۔

□......ادارہ کی زیریں منزل کا تعمیری کام جو ۱۳ر شعبان سے شروع ہوا تھا،عید الفطر کی چند روزہ تعطیلات کے علاوہ بِلا تعطل جاری ہے،جس کی وجہ سے کئی شعبوں کے معمولات متأثر ہوئے ہیں،ماہنامہ کا اس عرصہ میں ماہوار اجراء متأثر ہونا بھی اسی کا اثر ہے،بحمد اللہ تعالیٰ اب یہ دوماہی شمارہ ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

□...... جمعہ ۹ر رمضان کو محمد امجد متأثرینِ زلزلہ کے ساتھ تعاون کے سلسلہ میں مانسہرہ گئے،جہاں ان کے اپنے خاندان کے لوگ بھی بُری طرح متأثر ہوئے،اتوار ۱۱ر رمضان کو واپسی ہوئی۔

□......ہفتہ ۱۰ر رمضان کو مولوی طارق محمود صاحب کے ہاں بچی کی ولادت ہوئی ''بریرہ'' نام تجویز ہوا،اللہ تعالیٰ آنکھوں کی ٹھنڈک اور نیک صالح بنائے،۲۵ر رمضان کو انہوں نے اس خوشی میں ادارہ میں دعوت کا اہتمام کیا۔

□......اتوار ۱۱ر رمضان المبارک کو ٹھیکیدار سعید صاحب ملتان واپس چلے گئے،اس کے بعد تعمیری کام براہِ راست حضرت مدیر دامت برکاتہم کی نگرانی اور رہنمائی میں ہو رہا ہے۔

□......مولانا عبد السلام صاحب، ناظمِ ماہنامہ التبلیغ اور مولوی ناصر صاحب رمضان المبارک میں بیمار اور صاحبِ

Idara Ghufran

فراش رہے۔

□...... ہفتہ ۱۷؍رمضان تا ۲۲؍رمضان بروز جمعرات شعبہ کتب کے تقریری امتحانات منعقد ہوئے۔

□......اتوار ۲۵؍رمضان المبارک سے ۹؍شوال بروز جمعہ تک ادارہ میں شعبہ جات تعلیم کی تعطیلات رہیں۔

□...... ہفتہ ۹؍شوال سے تمام شعبہ جات تعلیم میں نئے داخلے شروع ہوئے جو عمومی ترتیب پر ۲۳؍شوال تک جاری رہے اور جزوی طور پر شوال کے آخر تک اکّا دُکّا داخلے ہوتے رہے۔

□......دارالافتاء عید کی تعطیلات میں بھی غیر رسمی طور پر کُھلا رہا اور کچھ حضرات عید کی تعطیلات میں بھی حسبِ معمول پابندی سے حاضری دیتے رہے۔

□...... ہفتہ ۱۶؍شوال سے شعبہ کتب کے علاوہ تمام شعبہ جات تعلیم میں اسباق کا آغاز ہوا۔

□......منگل ۱۹؍شوال کو شعبہ کتب کے آغازِ تعلیم کے سلسلے میں افتتاحی تقریب ہوئی، محمد امجد صاحب نے شعبہ کتب کے طلباء کو تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں ضروری ہدایات دیں اور ادارہ کے قواعد و ضوابط اور نظم و ضبط سے متعلق ضروری اُمور سے طلبہ کو روشناس کیا، اس موقعہ پر شعبہ کتب کے اساتذہ و معلمین بھی موجود تھے۔

□......بدھ ۲۰؍شوال سے ادارہ میں باقاعدہ کتب کے اسباق کا آغاز ہوا۔

□...... گزشتہ سالوں کی طرح اس سال بھی مؤرخہ ۲۲؍شوال بمطابق ۲۵؍نومبر سے چھ روزہ حج کورس مسجد امیر معاویہ، کوہاٹی بازار میں منعقد ہوا جس میں حضرت مدیر صاحب کی زیرِ سرپرستی عازمینِ حج نے شرکت کر کے حج و عمرہ کے احکام و مسائل کی تربیت حاصل کی۔

□......حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم نے مؤرخہ ۶؍شوال بروز بدھ بعد نمازِ مغرب مسجد امیر معاویہ، کوہاٹی بازار، راولپنڈی میں مسنون نکاح پڑھایا اور اس موقعہ پر مسنون نکاح کی فضیلت و اہمیت پر خطاب بھی فرمایا۔

□......منگل ۳؍ذیقعدہ کو ادارہ کے باورچی جناب حافظ عبدالوحید صاحب کی خالہ کا انتقال ہوا۔

ماہنامہ التبلیغ کے قارئین کی خدمت میں ایک گزارش

ماہنامہ التبلیغ کے قارئین کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ ادارہ غفران میں غیر معمولی تعمیری کام جاری رہنے کی وجہ سے گزشتہ دنوں ادارہ کے کاموں میں جزوی طور پر خلل اور تعطل رہا جس کی وجہ سے ماہنامہ التبلیغ کا شمارہ بروقت شائع نہیں ہوسکا، اور اسی بناء پر یہ شمارہ دو مہینوں کی طرف سے اجتماعی طور پر شائع ہو رہا ہے، ادارہ قارئین کو انتظار کی زحمت پہنچنے پر معذرت خواہ ہے۔

اخبارِ عالم

ابوجویریہ

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم ومفید حالات وواقعات، حادثات وتغیرات

30/ستمبر 2005ء، 25 شعبان 1426ھ: پاکستان نے ایشیا میں تعاون اور سلامتی کے لئے خاکہ پیش کردیا **یکم/اکتوبر:** پاکستان: پٹرول 3.68 روپے، ڈیزل 2.59 روپے فی لیٹر مہنگا **2/اکتوبر:** اسلامی دنیا کی ترقی کے لئے پاکستان نے 10 نکاتی روڈ میپ دیدیا، مسلمان دنیا کی کل آبادی کا 19 فی صد ہیں لیکن ان کی آمدنی دنیا کی کل آمدنی کا صرف 6 فی صد ہے، کوئی بھی اسلامی ملک ترقی یافتہ صنعتی گروپ کے ممالک میں شامل نہیں، ہم اپنی صلاحیتوں اور وسائل سے پوری طرح استفادہ نہیں کرسکے، ہمیں اسلامی ممالک کے اندر وسیع تر اتحاد، تعاون کو فروغ دینا چاہئے، اقتصادی اور تجارتی شعبوں میں اپنے درمیان تعاون کو فروغ دیں، شوکت عزیز کا عالمی اقتصادی فورم کے اجلاس سے مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب۔ ایران کے معاملہ پر ملائیشیا کے وزیر اعظم کو اعتماد میں لیا ان سے او آئی سی کی تنظیم نو اور اسے متحرک اور فعال ادارے میں تبدیل کرنے پر بھی تفصیلی بات چیت ہوئی، صحافیوں سے گفتگو **3/اکتوبر:** امن کا عمل آگے بڑھائیں گے، نٹور سنگھ اسلام آباد پہنچ گئے **4/اکتوبر:** پاکستان: حج قرعہ اندازی مکمل، 90 ہزار خوش نصیبوں کے نام فائنل، مجموعی طور پر 138656 درخواستیں وزارتِ مذہبی امور کو موصول ہوئی تھیں ★ پاک بھارت وزرائے خارجہ مذاکرات، بیلسٹک میزائل تجربات کی پیشگی اطلاع کے معاہدے پر دستخط **5/اکتوبر:** پاکستان: صدر مشرف کو قتل کرنے کی سازش میں ملوث 4 افراد کو سزائے موت، 2 کو عمر قید، سزا پانے والے پاکستان ائیر فورس کے یہ اہلکار 14 دسمبر 2003ء کو راولپنڈی کے علاقے جھنڈا چیچی میں پل کو بم دھماکے سے اڑانے کے ذریعے صدر مشرف کو قتل کرنے کی سازش میں ملوث تھے **6/اکتوبر:** پاکستان: کھوکھراپار موناباؤ ریلوے لنک چند ہفتوں میں کھول دیا جائے گا **7/اکتوبر:** پاکستان: بلدیاتی انتخابات کا فائنل راؤنڈ مکمل، ق لیگ کے امیدواررں کی اکثریت کامیاب **8/اکتوبر:** پاکستان: منڈی بہاؤالدین، قادیانی عبادت گاہ پر فائرنگ، 8 ہلاک، 20 زخمی **9/اکتوبر:** پاکستان: زلزلے کی شدت 7.6 تھی، اسلام آباد کا مارگلہ ٹاور منہدم، سب سے زیادہ جانی نقصان، مظفر آباد، راولاکوٹ، گڑھی حبیب اللہ، باغ اور نادرن ایریاز میں ہوا، ملکی تاریخ کے بدترین زلزلے سے آزاد کشمیر کے 60 فیصد، پنجاب کے 80 فیصد اور سرحد کے 70 فیصد علاقے متاثر ہوئے ★ پاکستان: آزاد کشمیر سمیت ملک بھر میں قیامت خیز زلزلہ، محکمہ موسمیات کے مطابق زلزلے کی شدت 7.6 ریکارڈ کی گئی **10/اکتوبر:**

پاکستان: غیر ملکی نشریاتی اداروں نے مظفرآباد کو موت کا شہر قرار دے دیا★ پاکستان: پاکستان میں حالیہ زلزلے کا مرکز سطح زمین سے قریب ہونے کے باعث زیزدہ نقصان ہوا، زمین میں زیادہ گہرائی سے آنے والے زلزلوں کے نتیجہ میں کم جانی و مالی نقصان ہوتا ہے، مرکز کشمیر کے علاقہ اور سطح زمین سے دس کلومیٹر نیچے تھا، امریکی وجاپانی ماہرین کی رپورٹ★ پاکستان: پاکستان میں زلزلے سے متأثرہ افراد میں نصف تعداد بچوں کی ہے، ایگزیکٹوڈائریکٹر یونیسیف، اقوامِ متحدہ ★ گزشتہ صدی کے دوران دنیا بھر میں زلزلوں نے 14 لاکھ 28 ہزار 684 افراد کی جانیں لیں، زلزلوں میں سب سے زیادہ ہلاکتیں چین میں ہوئیں، جس میں 5 لاکھ 77 ہزار افراد ہلاک ہوئے (اسلام آباد، این، این آئی)★ پاکستان: بالاکوٹ میں بچوں کے 3 پرائمری سکولوں میں ایک ہزار بچے ابھی تک ملبے تلے دبے ہیں اور یہاں پر کسی قسم کی کوئی انتظامیہ نہیں ہے، پہاڑوں پر ہر طرف ٹوٹے ہوئے گھر نظر آ رہے ہیں، لوگ اپنی مدد آپ کے تحت میتیں نکالنے میں مصروف★ پاکستان: سندھ کے ساحلی عواقے زلزلوں سے محفوظ نہیں، کراچی کی ساحلی پٹی، رن آف کچھ کے علاقے زلزلے کی زد میں ہیں لیکن مائنز نوون میں ان کا شمار ہوتا ہے، کیونکہ یہ علاقے فالٹی مائنز ون میں واقع ہیں اور فالٹی زون وہ ہوتا ہے، جہاں کی زمین کریک ہوتی ہے اور زلزلے کی شدت کو زیادہ محسوس کرتی ہے، اسلام آباد اور دیگر علاقے جہاں ہفتے کو زلزلہ آیا، شدت اس لئے زیادہ محسوس ہوئی کہ یہ پہاڑی علاقے تھے، زلزلے کا مرکز پشاور سے دوسو کلومیٹر دور اور اسلام آباد سے سو کلومیٹر ہزارہ ڈویژن تھا، ڈائریکٹر محکمہ موسمیات پاکستان★ پاکستان: جھٹکوں کا سلسلہ جاری، مرنے والوں کی تعداد 50 ہزار سے تجاوز کر گئی، ایک لاکھ سے زائد زخمی ☜ **11/اکتوبر:** پاکستان: ہفتہ کی صبح آنے والے زلزلے میں دیگر عوام کے علاوہ پاک فوج کے 370 جوان اور 10 افسران شہید ہوئے، 620 زخمی ہیں، شوکت سلطان، پاک فوج کے ترجمان★ پاکستان: زلزلے کی تباہ کاریاں، ایک نسل مکمل ختم ہوگئی، اسلام آباد سے مظفرآباد کے لئے امدادی سامان کے 23 ٹرک روانہ، سامان میں خیمے، 1500 سلپنگ بیگ اور 3400 کمبل شامل ہیں، بالاکوٹ کے لئے بھی امدادی سامان کے 9 ٹرک روانہ کئے گئے، عوام راتیں کھلے آسمان تلے گزارنے پر مجبور، تعلیمی ادارے مکمل طور پر تباہ ہوگئے، ہزاروں لوگ ملبے تلے دبے ہوئے ہیں، صورتحال اندازوں سے انتہائی زیادہ پریشان کن اور قیامت خیز ہے، بالاکوٹ میں زندہ بچ جانے والے لوگ امداد کا مطالبہ کر رہے ہیں، لیکن انہیں امداد نہیں مل رہی، لوگوں کا مزاج غم سے غصے میں تبدیل ہو رہا ہے، ہیلی کاپٹر فضا میں گشت کر کے چلے جاتے ہیں۔ ہزاروں نعشیں بے گور و کفن پڑی ہیں، کفن کے لئے ایک گز لٹھا تک دستیاب نہیں، بالاکوٹ میں فوجی پہنچ چکے ہیں لیکن ان کے پاس مشینری اور سامان موجود نہیں، ہر طرف روتے بلکتے بچے اور عورتیں نظر آ رہے

ہیں۔مظفرآباد میں کئی مقامات پر لوگوں نے دکانوں کے تالے توڑ کر کھانے پینے کی اشیاء نکال لیں، ہاتھاپائی اور پتھراؤ کے واقعات، ایک گھونٹ پانی کے لئے التجائیں، وبائی امراض پھیلنے کا شدید خدشہ ★ پاکستان: سندھ کی 15 رکنی تبلیغی جماعت بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش کرگئی، 15 رکنی جماعت کا تعلق کندھ کوٹ کے علاقے سے تھا، اطلاع ملتے ہیں اہلِ خانہ بالاکوٹ کی طرف روانہ ہوگئے ★ پاکستان: شانگلہ میں دینی مدرسے کی چھت گرنے سے 52 طلبہ شہید ہوئے ★ پاکستان: مظفرآباد، چناری کے تمام دیہات ملیامیٹ ہوگئے ★ بالاکوٹ کی فضاؤں میں بکھری سسکیاں ناقابلِ فراموش ہیں، پورا علاقہ جنگ کے بعد کی تباہ کاریوں کا منظر پیش کررہا تھا، کہیں کراہتی آوازوں نے ماحول اداس بنادیا، ٹوٹی چارپائیوں کے قریب پُرنم آنکھوں سے سہمے بیٹھے عزیز اپنے پیاروں کی بے کفن نعشوں سے لپٹے نظر آئے، قدرتی آفات اپنی جگہ، تاہم متاثرین تک حکمرانوں کی رسائی کا انداز لمحۂ فکریہ ہے، بی بی سی صحافی کے تاثرات ﷺ **12/اکتوبر**: پاکستان: بارش سے امدادی کاروائیاں متاثر، بٹگرام اور مظفرآباد میں صورتحال بدستور کشیدہ، قوم کا بے مثال تعاون۔تمام علاقوں کی نسبت مظفرآباد کی صورتحال زیادہ کشیدہ ہے، جہاں اکا دکا لوٹ مار کے واقعات ہونے کے ساتھ ساتھ فضا میں تعفن پھیل رہا ہے، ملبے تلے دبی ہزاروں نعشیں خراب ہورہی ہیں ★ پاکستان: پشاور سے امدادی سامان لے کر جانے والے ٹرکوں کو مانسہرہ میں لوٹ لیا گیا ★ پاکستان میں زلزلے سے ایک ہزار ہسپتال تباہ ہوئے، اقوامِ متحدہ ﷺ **13/اکتوبر**: پاکستان: رات ایک بجکر 27 منٹ پر زلزلے کا شدید جھٹکا، جڑواں شہر کے لوگ خوفزدہ ہوکر گھروں سے باہر نکل آئے ★ لوٹ مار کا سلسلہ جاری، امدادی سامان کی ترسیل مشکل ہوگئی، متاثرہ علاقوں تک رسائی کے لئے موجودہ سڑکوں پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کا نام ونشان تک موجود نہیں ٹرکوں کو راستوں میں ہی لوٹ لیا جاتا ہے، داخلی راستوں پر بھی افراتفری کے علاوہ عوام کا جمِ غفیر ہوتا ہے جو امدادی سامان دیکھتے ہی ٹوٹ پڑتے ہیں ★ تباہ کن زلزلے کے بعد یہ خطہ پوری طرح زلزلوں کی زد میں آسکتا ہے، خطے میں زلزلے کے باعث بننے والے عناصر سرگرم ہوگئے، پورا ہمالیائی خطہ مشرقی بھارت کی سرحد یعنی مغربی پلیٹ سرحد یعنی پاکستان، افغانستان اور بلوچستان میں تجربوں اور مشاہدوں کے بعد دیکھا گیا ہے کہ اس پورے خطے میں مستقبل جو زلزلے آنے کی توقع ہیں ان کی شدت ریکٹر سکیل پر آٹھ سے زیادہ ہوسکتی ہے، ماہرینِ زلزلیات ﷺ **14/اکتوبر**: زلزلے کے باعث لاہور امرتسر بس کا آغاز مؤخر، بھارتی وزارتِ خارجہ پاکستان سے مشورے کے بعد سروس کے آغاز کے لئے نئی تاریخ کا اعلان کرے گی ★ پاکستان میں سونامی اور ریٹا سے کہیں زیادہ جانی ومالی نقصان ہوا، عالمی ادارہ صحت ★ آزاد کشمیر: ضلع باغ کے نواحی علاقے امدادی کاروائیوں سے محروم، لوگ تڑپ تڑپ کر جان دینے لگے ★ پاکستان: بالاکوٹ تباہ شدہ عمارت سے

72 گھنٹے بعد 6 بچے زندہ نکال لئے گئے ✍ **15 / اکتوبر:** پاکستان: قدرت کا کرشمہ، مانسہرہ میں ڈیڑھ سالہ بچی ساتویں روز ملبے سے زندہ برآمد ★ پاکستان: زکریا مسجد راولپنڈی سے 50 جماعتیں زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں روانہ، جماعتیں کفن، دفن، غسل اور جنازے پڑھانے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کررہی ہیں ★ پاکستان: کراچی سے اسلام آباد تک امدادی اشیاء سے لدے ٹرکوں کی قطاریں لگ گئیں ✍ **16 / اکتوبر:** پاکستان: 5 لاکھ لوگوں کے لئے خیمہ بستیوں کی تعمیر کا کام شروع، صدر کا منصوبہ برائے بحالی کا نام دیدیا گیا ★ آزاد کشمیر میں 20 لاکھ افراد زلزلے سے متاثر، 50 ہزار جاں بحق ہوئے، سکندر حیات ★ پاکستان: متاثرہ علاقوں میں بارش طوفان، امدادی سرگرمیاں معطل، کھلے آسمان تلے بیٹھے لوگوں کی عارضی قیام گاہیں تیز ہوائیں اڑالے گئیں، متاثرہ علاقوں میں سردی کی شدت میں اضافہ ہوگیا ★ زلزلہ: نیک لوگوں کے ساتھ مفاد پرست بھی میدان میں اتر گئے، خود کو زخمی بچوں کے رشتہ دار ظاہر کرکے امداد ہتھیانے کے لئے متحرک ہوگئے ★ پاکستان: زلزلہ متاثرین کے لئے امدادی اشیاء کی لوٹ مار کا سلسلہ جاری ✍ **17 / اکتوبر:** پاکستان: زلزلے سے بچ جانے والوں پر موسمی آفت ٹوٹ پڑی، کئی جاں بحق، بڑے پیمانے پر وبائی امراض پھیل گئے ★ پاکستان: ریسکیو آپریشن کے دوران پاک فوج کے دو ہیلی کاپٹر حادثے کا شکار، 4 افسران 2 جوان شہید ★ بالاکوٹ: 7 ماہ کی پولیو زدہ بچی 8 دن بعد زندہ نکال لی گئی، بچی کے والدین زلزلہ میں جاں بحق ہوچکے ہیں، بھائیوں نے پاک فوج کو اپنی مفلوج بہن کے بارے میں اطلاع دی ★ پاکستان: آسمانی بجلی کی کڑک نے سوات کو ہلا کر رکھ دیا، متعدد عمارتوں میں دراڑیں، بجلی اور مواصلات کا نظام درہم برہم، ہر طرف سے چیخ و پکار کی صدائیں گونجتی رہیں، واقعہ ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب کو پیش آیا ✍ **18 / اکتوبر:** متاثرین کی امداد کے لئے عالمی کانفرنس طلب، 15 ہزار دیہات صفحۂ ہستی سے مٹ گئے، متاثرین کے لئے دنیا بھر میں دستیاب خیمے بھی ناکافی ہیں: اقوامِ متحدہ ★ زلزلے سے 10 لاکھ افراد بے روزگار ہوئے، علاقہ غربت میں ڈوب جائے گا، عالمی ادارہ صحت ★ متاثرینِ زلزلہ کی بحالی میں پانچ سے دس سال لگیں گے، وزیراعظم پاکستان ★ پاکستان: امدادی سامان کی لوٹ مار، حکومت آزاد کشمیر کے وزیراعظم سمیت بااثر سیاسی افراد کے ملوث ہونے کا مقامی آبادی کی طرف سے انکشاف ✍ **19 / اکتوبر:** پاکستان: خیموں کی برآمد پر پابندی، متاثرہ علاقوں میں لوگ بھوک اور موسمی اثرات سے مر رہے ہیں، فیڈرل ریلیف کمشنر ★ پاکستان: دور افتادہ علاقوں تک ایک پائی کی امداد نہیں پہنچ سکی، زلزلے سے بچ جانے والے متاثرین بھوک، پیاس اور سردی سے لقمۂ اجل بن رہے ہیں، حقائق دعووں کے برعکس ہیں، وزیر صحت پنجاب کا اعتراف ★ پوری پاکستانی قوم زلزلہ زدگان کو امداد کی فراہمی میں مصروف ہے،

چیئرمین سینٹ میاں محمد سومرو★ آزاد کشمیر کے متاثرہ علاقے تاحال امداد کے منتظر، لٹے پٹے افراد شدید سردی میں کمبل اور خیمے نہ ہونے کی وجہ سے مشکل حالات کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں ✍ **20/اکتوبر:** پاکستان: زلزلے کے شدید جھٹکوں نے پھر کئی شہر ہلا دیئے، مکانات اور تودے گرنے کی اطلاعات، لوگوں میں شدید خوف★ پاکستان: 8 اکتوبر کے زلزلوں کی توانائی 60 ہزار ایٹم بموں کے برابر تھی، زمین کی سطح سے صرف 10 سے 20 کلومیٹر کی گہرائی پر توانائی کی اتنی بڑی مقدار خارج ہوئی ✍ **21/اکتوبر:** پاکستان: وفاق المدارس العربیہ نے سالانہ امتحانات 1426ھ کے نتائج کا اعلان کر دیا۔ درجہ عالمیہ میں فضل الرحمٰن، عالیہ میں پیر محمد، ثانویہ خاصہ میں سید خالد بخاری، ثانویہ عامہ میں الطاف انور، متوسطہ میں سجاد الرحمٰن نے پہلی پوزیشنیں حاصل کیں۔ آزاد کشمیر سمیت ملک بھر کے 7 ہزار 550 مدارس کے ایک لاکھ 56 ہزار 733 طلبہ و طالبات نے امتحان دیا، 778 امتحانی سنٹر بنائے گئے تھے★ پاکستان: زلزلہ سے متاثرہ بچے معذور اور ذہنی امراض کا شکار ہو رہے ہیں ✍ **22/اکتوبر:** پونچھ، راجوڑی، ہتنگدھر اوراڑی، بھارت 4 راستوں سے کنٹرول لائن کھولنے پر تیار★ پاکستان: پہلی حج پرواز 3 دسمبر کو سعودی عرب جائے گی، شیڈول جاری ✍ **23/اکتوبر:** پاکستان: کابینہ کمیٹی کا اجلاس، عید الفطر سادگی سے منانے کا فیصلہ، متاثرہ علاقوں میں خیمہ سکولز قائم کرنے کی منظوری★ پاکستان: غیر ملکی امداد سے مطمئن ہیں، فیڈرل ریلیف کمشنر★ مظفر آباد: 500 فٹ کی بلندی پر واقع 20 دیہات کے متاثرین تاحال حکومتی امداد سے محروم ✍ **24/اکتوبر:** نائجیرین ائیر لائن کا بوئنگ طیارہ تباہ، رکن پارلیمنٹ، جنرل اور عملے سمیت 117 ہلاک★ پاکستان: 8 اکتوبر کا زلزلہ ہیروشیما کے بعد سب سے بڑا حادثہ ہے، وزیر مملکت برائے خزانہ عمر ایوب ✍ **25/اکتوبر:** پاکستان: الائی، ایک رات میں زلزلے کے دو سے اڑھائی ہزار جھٹکے، 2 لاکھ آبادی پر موت کے سائے، پہاڑوں سے دھواں اٹھنے لگا، آبادی کو منتقل کرنے پر غور ✍ **26/اکتوبر:** پاکستان: ناگہانی آفات کی صورت میں امدادی خدمات کے لئے خود مختار ادارے کے قیام کا فیصلہ، ابتدائی سطح پر ادارہ صوبائی حکومت سے اپنے کام کا آغاز کرے گا، بعد میں اسی کا دائرہ کار بڑے شہروں تک پھیلا دیا جائے گا۔ فائر بریگیڈ، ریسکیو سروس اور سول ڈیفنس جیسی تمام سہولیات میسر ہوں گی، وزیرِ اعلیٰ پنجاب کی پریس کانفرنس★ پاکستان: الائی کے پہاڑوں میں تاحال لاشیں دبی ہیں ✍ **27/اکتوبر:** پاکستان: الرشید ٹرسٹ کالعدم نہیں، مشکل میں اچھا کام کیا۔ صدر جنرل پرویز★ پاکستان: الائی کے پہاڑوں میں تاحال لاشیں ملبے تلے دبی ہیں ✍ **28/اکتوبر:** پاکستان: تعمیرِ نو اور بحالی کے ادارے کا پہلا اجلاس، متاثرہ مکانات کی تعمیر کے لئے 2 ارب روپے جاری ✍ **29/اکتوبر:** پاکستان: ہمارے بچوں کی نعشیں نکال دیں، چناری کے

قصبے میں سکول کی عمارت تلے دبے 200 بچوں کے والدین کسی مسیحا کے منتظر۔بچوں کے والدین ملبے کا ڈھیر بنی عمارت کے گرد چکر لگا رہے ہیں تا کہ نعشیں ملنے کی صورت میں انہیں دفنا سکیں ✪ **30/اکتوبر:** پاک بھارت 5 مقامات سے کنٹرول لائن کھولنے پر رضامند★نئی دہلی: مارکیٹوں میں بم دھماکے، 65 ہلاک 100 سے زائد زخمی، پہلا دھماکہ پہاڑ گنج مارکیٹ میں ہوا، دھماکے کے وقت مارکیٹ میں دیوالی کے حوالے سے خریداروں کا رش تھا، چند منٹ بعد مزید دو دھماکے ہوئے★پاکستان: عمارتیں اڑتی محسوس ہوئیں، زلزلے سے پہلے زوردار ڈراؤنی آوازیں سنائی دیں، ہسپتالوں میں موجود زخمیوں کے تاثرات، پلک جھپکتے ہی زندگی بدل گئی، اب جینے کی تمنا نہیں رہی، موت نے کسی کو مہلت نہیں دی، زخمیوں کی گفتگو★پاکستان: ایک اور شدید زلزلہ، بٹگرام میں کئی مقامات منہدم، لینڈ سلائیڈنگ شروع★مظفر آباد: 24 گھنٹوں میں 24 زلزلے کے جھٹکے ✪ **31/اکتوبر:** بھارت فوج میں کمی لائے، ہم تیار ہیں، زلزلے نے مسئلہ کشمیر کے حل کا موقع فراہم کردیا۔صدر پرویز مشرف★پاکستان میں زلزلے اور تعمیرِ نو کے تقاضے کے موقعہ پر ایک مذاکرہ میں پروفیسر عمر فاروق ڈائریکٹر پنجاب یونیورسٹی، جیالوجی ڈیپارٹمنٹ نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہم جس خطے میں رہ رہے ہیں یہاں زلزلے اور دیگر قدرتی آفتیں رہتی ہیں، ہم کرہ ارض کو پیاز کی گٹھلی کی طرح چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں، ہمارا حصہ ٹوٹا ہوا ہے یہاں جو پلیٹیں ہیں وہ کھسک رہی ہیں یا آپس میں ٹکرا رہی ہیں، ہم انڈین پلیٹ کے اوپر فلائی کرتے ہیں، یہاں انڈین پلیٹ نے 71 ملین سال پہلے آسٹریلیا سے اپنا سفر شروع کیا تھا، جتنے بھی زلزلے آتے ہیں پلیٹوں کے مارجنز کی وجہ سے آتے ہیں، زلزلے لاوے پھٹنے کی وجہ سے نہیں بلکہ زمین کی توڑ پھوڑ کی وجہ سے آتے ہیں انہوں نے کہا کہ 2000ء سے 2005ء تک ہمارے خطے میں بڑی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ سو سال تک کوئی زلزلہ نہیں آئے گا، زلزلے کے خطرات موجود ہیں اور ان کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا، ہماری پارلیمنٹ کے نیچے سے بھی یہ پلیٹیں گزرتی ہیں۔1998ء میں ایک رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ ہمارے خطے میں 7.5 شدت کا زلزلہ آنے کا خدشہ ہے اگر ہم اس رپورٹ پر عملدرآمد کر لیتے تو نقصان کم ہو سکتا تھا، تربیلا، منگلا ایک ہی پٹی پر واقع ہیں اور اب پھر بھاشا کو بنانے کی کوششیں جاری ہیں جو خطرناک ہے، کراچی، کوئٹہ اور دیگر شہروں میں بڑی بڑی عمارتیں ہیں، حافظ آباد میں بھی سال کے اندر ایک دو بڑے شاکس ہوتے ہیں اگر یہاں کچھ ہو گیا تو بہت بڑا نقصان ہوگا اگر ہم بڑ فلو پر کروڑوں کے بجٹ لگا دیتے ہیں تو زلزلہ سے معلومات سے متعلق کیوں خرچ نہیں کیا جاتا، 7.6 والی شدت کے زلزلوں میں صرف اللہ کا شلٹر بچا سکتا ہے۔

ڈاکٹر سہیل قریشی، سول انجینئر نے اپنے خیالات میں کہا کہ پاکستان کا پوائنٹ 5 فیصد حصہ خطرے میں ہے،

8 اکتوبر کو آنے والے تباہ کن زلزلے کو ریکارڈ کرنے کے لئے منگلا میں نصب کیے گئے آلات میں پیپر ہی نہیں تھا، کچھ باتوں کو سیکرٹ رکھا جارہا ہے، ہمارے ملک میں آنے والا یہ تباہ کن زلزلہ پوری دنیا میں ریکارڈ ہوا ہے مگر ہمارے اپنے ملک میں ریکارڈ نہیں ہوا، ہماری یہ بدقسمتی ہے کہ ہم چیزوں کو خریدتے تو ہیں مگر ان کو استعمال نہیں کرتے، ایٹمی ہتھیار 5 کی شدت سے بڑا زلزلہ پیدا نہیں کرسکتے، ہمارا جیالوجیکل سروے آف پاکستان کسی کام کا نہیں ہے ✍ **یکم/نومبر:** صدر مشرف کا عید پر قیدیوں کی سزا میں کمی کرنے کا اعلان، سزاؤں میں معافی کا اعلان ان قیدیوں پر ہوگا جو اپنی سزا کا دو تہائی حصہ کاٹ چکے ہیں ✍ **2/نومبر:** پاکستان: سرحد کے 5 متاثرہ اضلاع کو آفت زدہ قرار دیدیا گیا ✍ **3/نومبر:** نواز شریف کو لندن جانے کی اجازت دیدی گئی ✍ **4/نومبر:** پاکستان: کوئٹہ میں سیکورٹی فورسز کا آپریشن، القاعدہ کے 2 اہم رہنما گرفتار، تیسرا فائرنگ میں مارا گیا ✍ **5/نومبر: تعطیلِ عیدالفطر** ✍ **6/نومبر: تعطیلِ عیدالفطر** ✍ **7/نومبر:** پاکستان: وقفے وقفے سے اسلام آباد، سرحد، آزاد کشمیر میں زلزلے کے شدید جھٹکے، متعدد مکانات تباہ، 1 جاں بحق، عوام میں شدید خوف وہراس۔ ریکٹر سکیل پر شدت 6 ریکارڈ کی گئی، زلزلے کا مرکز اسلام آباد سے 120 کلومیٹر شمال میں مظفر آباد اور راولاکوٹ کے قریب تھا، خوفزدہ لوگ پناہ گاہوں اور خیموں سے باہر نکل آئے، اسلام آباد، آزاد کشمیر، سرحد کے علاقوں، بالاکوٹ، مانسہرہ اور مظفر آباد سمیت متعدد مقامات پر محسوس کئے جانے والے جھٹکوں کے باعث متعدد کچے مکانات تباہ ہوگئے، 14 سالہ طالبہ جاں بحق ✍ **8/نومبر:** آزاد کشمیر: پونچھ تیتری کے مقام پر لائن آف کنٹرول کھول دی گئی، پار جانے کے خواہش مند کشمیریوں پر لاٹھی چارج ہوائی فائرنگ ✍ **9/نومبر:** آزاد کشمیر: 58 سال بعد ٹیٹوال سیکٹر سے ایل او سی کھولنے کی تیاریاں مکمل، پاک فوج پل کی تعمیر میں مصروف ★ بھارت کی جانب سے وادی نیلم میں متاثرین زلزلہ کے لئے امدادی سامان پہنچانے کے لئے انتظامات حتمی مراحل میں داخل، آج سے 3 سال قبل پاک بھارت افواج کے مابین اس مقام پر شدید فائرنگ ہوئی تھی، بھارت نے وادی نیلم کی روڈ کو بند کر رکھا تھا ✍ **10/نومبر:** نئی دہلی میں پاکستانی سفارت کار کا بیٹا اغواء، 8 گھنٹے تشدد، پاکستان کا بھارت سے شدید احتجاج ★ اردن کے دارالحکومت عمان میں تین ہوٹلوں میں خودکش دھماکے، 50 افراد مارے گئے، 150 سے زائد زخمی ★ نواز شریف اور ان کے اہلِ خانہ کو پاسپورٹ جاری کردیے گئے، مدت 2008ء تک ہوگی ★ آزاد کشمیر: چکوٹھی اڑی سیکٹر میں کنٹرول لائن پر دوسرا راستہ بھی کھول دیا گیا ✍ **11/نومبر:** پاکستان: سانحہ 8 اکتوبر، 86 ہزار جاں بحق، 1 لاکھ زخمی، 70 لاکھ متاثر، حکومت نے تازہ ترین اعداد

وشمار جاری کر دیئے ✍ **12/نومبر:** بھارت پاکستان کو مطمئن نہ کر سکا، کشن گنگا پن بجلی گھر منصوبہ پر مذاکرات بے نتیجہ رہے، فریقین کے مابین منصوبے کے فنی اور دیگر پہلوؤں پر تفصیلی تبادلہ خیال، منصوبے کے ڈیزائن پر دونوں ممالک کا اختلاف ہے ✍ **13/نومبر:** آزاد کشمیر: لائن آف کنٹرول پر ٹیٹوال نوسیری کراسنگ پوائنٹ کھول دیا گیا، سامان کی ترسیل کے لئے عارضی پل تعمیر ✍ **14/نومبر:** افغانستان کو سارک کی رکنیت دینے کا اصولی فیصلہ، جاپان اور چین کو مبصر کا درجہ مل جائے گا ✍ **15/نومبر:** آزاد کشمیر: ایل اوسی پر چوتھا انٹری پوائنٹ کھل گیا، بھارت نے کنٹرول لائن کھولنے کے معاہدے پر عملدرآمد کا شیڈول دے دیا، پاکستان ✍

16/نومبر: پاکستان: کراچی، پی آئی ڈی سی عمارت کے باہر بم دھماکہ 3 جاں بحق، 20 سے زائد زخمی، پی آئی ڈی سی کی عمارت کے ساتھ واقع مسلم کمرشل بینک اور کے ایف سی ریسٹورنٹ کے سامنے کھڑی کار میں صبح پونے نو بجے کے قریب زوردار دھماکہ ہوا، بینک اور ریسٹورنٹ کی عمارت مکمل طور پر تباہ★ پاکستان: 50 سیکنڈ کی تباہی سے نمٹنے میں 5 سال لگیں گے، وزیرِ اعظم ✍ **17/نومبر:** آزاد کشمیر: پانچواں کراسنگ پوائنٹ بھی کھول دیا گیا، چکوٹھی سیکٹر میں منقسم کشمیری خاندان آج ایک دوسرے سے مل سکیں گے، مقبوضہ کشمیر سے 83 افراد جبکہ آزاد کشمیر سے 70 افراد کو کنٹرول لائن پار کرنے کی اجازت دیدی گئی، ترجمان دفتر خارجہ کی بی بی سی سے گفتگو، لائن آف کنٹرول پر پانچواں کراسنگ پوائنٹ حاجی پیر اوراڑی سیکٹر میں کھولا گیا ہے، دونوں جانب امدادی کیمپ اور امیگریشن کاؤنٹر قائم ✍ **18/نومبر:** پاکستان: قانون کے مطابق اختیارات کا استعمال انصاف کی ضمانت ہے، دقیانوسی تھانہ کلچر ختم کر کے جدید سائنسی طریقہ اپنانا ہوگا، پولیس افسران سستے انصاف کی فراہمی کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں، معاشرے میں اپنی ساکھ بہتر بنانے کے لئے خوداحتسابی کا عمل اپنانا ہوگا، وزیراعظم کا سہالہ پولیس اکیڈمی میں خطاب ✍ **19/نومبر:** بھارت کی مختلف جیلوں سے 25 پاکستانی رہا، لاہور پہنچ گئے، مذکورہ افراد واہگہ بارڈر پر وزارت داخلہ کے حوالے، ضروری کاروائی کے بعد گھر جانے کی اجازت دی جائے گی ✍ **20/نومبر:** پاکستان: زلزلے سے سرحد و کشمیر میں 73 ہزار جاں بحق، 35 لاکھ بے گھر ہوئے ✍ **21/نومبر:** آزاد کشمیر: کنٹرول لائن کھولنے سے ماحول بہتر ہوا، بھارت کشمیر کو غیر فوجی علاقہ قرار دے، وزیراعظم ✍ **22/نومبر:** پاکستان میں ایڈز کے مریضوں کی تعداد خطرناک حد تک پہنچ گئی، اقوامِ متحدہ کی رپورٹ ✍ **23/نومبر:** پاکستان: مدارس میں کسی غیر ملکی کو آنے کی اجازت نہیں دیں گے، وزیراعظم ✍ **24/نومبر:** پاکستان: ایشیائی ترقیاتی بینک نے نجی شعبہ میں پن بجلی منصوبہ کے لئے قرضہ کی منظوری دے دی، قرضہ 80 میگاواٹ ہائیڈروپاور پلانٹ کے لئے ہوگا جو منگلا ڈیم کے نیچے ''رن آف ریور'' پر بنایا جائے گا ✍

25/نومبر: پاکستان: مظفرآباد اور گردونواح میں رات گئے زلزلے کے شدید جھٹکے ✍ **26/نومبر:** اٹلی میں داخلے کی کوششیں 22 پاکستانی سمندر میں ڈوب کر جاں بحق، مذکورہ افراد غیر قانونی طور پر اٹلی میں داخلے کی کوششوں میں مصروف تھے، 14 نعشیں نکال لی گئیں، باقی کی تلاش جاری ہے ✍ **27/نومبر:** وسطی چین میں زلزلہ 20 افراد ہلاک، 400 زخمی، سینکڑوں عمارتیں منہدم، ریکٹر سکیل پر زلزلے کی شدت 5.7 تھی، سینکڑوں عمارتیں تباہ، 377 زخمیوں کو خیموں میں رکھا گیا ہے، ہنگامی اقدامات شروع ✍ **28/نومبر:** ایران میں شدید زلزلہ، 10 افراد جاں بحق، درجنوں افراد زخمی، چار دیہات تباہ، ریکٹر سکیل پر شدت 5.9 ریکارڈ کی گئی، 2 لاکھ آبادی کے جزیرے قیشم میں چھ ہزار افراد متاثر ہوئے، ہلالِ احمر نے امدادی کاروائیاں شروع کر دیں ✍ **29/نومبر:** پاکستان: حکومت نے حدود قوانین میں ترامیم کو حتمی شکل دیدی، قومی اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں پیش کرنے کا فیصلہ، مدارس کی رجسٹریشن کا آرڈیننس بھی منظوری کے لئے قومی اسمبلی میں پیش کیا جائے گا، جس کے بعد سرگرمی سے مدارس کی رجسٹریشن کردی جائے گی ✍ **30/نومبر:** پاکستان: لاہور ہائیکورٹ کے 5 ایڈیشنل ججوں کی مستقل تعیناتی، جسٹس شیخ جاوید سرفراز، جسٹس محمد جہانگیر، جسٹس فضل چوہان، جسٹس شیخ عظمت اور جسٹس عمر عطا کے احکامات جاری ✍ **یکم/دسمبر:** پاکستان: 9 سال بعد، پی آئی اے ریفرنس کا فیصلہ، بے نظیر بھٹو، ناہید خان سمیت 5 افراد بری، پراسیکیوشن ملزمان پر الزام ثابت کرنے میں ناکام رہا، اس لئے ان کو باعزت بری کیا جاتا ہے، احتساب عدالت کا فیصلہ، ریفرنس مئی 1996ء میں دائر کیا گیا، پی آئی اے میں من پسند افراد کو بھرتی کرنے کا الزام تھا ✍ **2/دسمبر:** پاکستان: 31 دسمبر تک مدارس کے لئے رجسٹریشن لازمی، سوسائٹی ایکٹ کا دوسرا ترمیمی آرڈیننس جاری، دوسرے ترمیمی آرڈیننس کے تحت 1860ء کے سوسائٹی ایکٹ کی سیکشن 21 میں ترمیم کی گئی ہے جو فوری طور پر نافذ العمل ہوگا، تعلیمی سرگرمیوں کے بارے میں سالانہ رپورٹ رجسٹرار کو پیش کرنا ہوگی، ہر مدرسے کو اپنے اکاؤنٹ کا آڈیٹر سے آڈٹ اور اس کی رپورٹ رجسٹرار کو بھیجنا ہوگی، فرقہ واریت، مذہبی انتہا پسندی، تشدد کی تعلیم دینے اور ایسے اشاعتی مواد کی اشاعت پر بھی پابندی ہوگی ✍ **3/دسمبر:** پاکستان: وزیرِ اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی کا راولپنڈی کے لئے 1 ارب کے ترقیاتی پیکج کا اعلان، نواز کھوکھر خاندان سمیت ق لیگ میں شامل ★ پاکستان: وفاق المدارس العربیہ نے رجسٹریشن آرڈیننس مسترد کردیا، تمام مدارس کو رجسٹریشن نہ کرانے کی ہدایت ✍ **4/دسمبر:** پاکستان: شمالی وزیرستان دھماکہ، القاعدہ کا سینیئر کمانڈر مارا گیا، صدر پرویز نے تصدیق کردی ★ پاکستان: رجسٹریشن کے لئے مقرر کی گئی ڈیڈ لائن پر عملدر آمد ممکن نہیں، اتحاد تنظیمات مدارسِ دینیہ، رجسٹریشن کی تاریخ میں 30 جون تک توسیع کی جائے، کیونکہ ہر تنظیم ضلع کی سطح پر اپنا کوآرڈینیٹر مقرر کرے گی، مفتی منیب الرحمان کی پریس کانفرنس **(بقیہ صفحہ ۱۲۳ پر ملاحظہ فرمائیں)**

Idara Ghufran

AChain of Useful and Interesting Islamic Information

By Mufti Muhammad Rizwan Translated byAbrar Hussian Satti

To Give Rickshaw or Taxi on FixedRent

Question: It is the daily custom of today that some people give their Rickshaws and Taxies to the drivers on daily or monthly fixed rent. The driver has to pay that fixed price daily or monthly although he did not earn any money or earned but it be little from that fixed price which he has to pay daily or monthly to the owner of the taxi or Rickshaw .Some time the poor drivers have to pay that money from their own pockets. Is it lawful in Sharia to do such dealing?

Ans: It is lawful for the owner of a vehicle to give it some one on daily fixed rent. When once the deal of that matter is done then it is the responsibility of that person who takes it on rent to pay the fixed price to the owner of that vehicle daily or monthly as it is done in dealing because it is the matter of wages not is the matter of Musharakah (sharing) or Mudarabah. So in the matter of rent relation of fixed price is not with the income while in Musharakah or Mudarabah the payment relates with income. As if some one takes a house or shop on rent and let it empty or do not use it for any business but he has to pay the rent of that house or shop.Thus we can easily understand the propensity of all those thing which can be given or taken on rent in shariah.In the dealing of rent it is necessary to fix some particular wages, while in Musharakah or Mudarabah the payment should be given or taken according to that percentage which is described during the dealing in that matter.